

# یوسف قرآن



استاد محسن قرائتی

مترجم: سید مراد رضا رضوی

مجمع جهانی اہل بیت علیہم السلام

## فہرست مطالب

۳.....	حرف اول.....
۶.....	گفتار مؤلف.....
۸.....	سورہ یوسف کا رخ زیبا.....
۱۴.....	خواب کے سلسلے میں ایک اور گفتگو.....
۶۳.....	بادشاہ مصر کا خواب.....
۱۰۱.....	و ا س ماجرے میں بے گناہوں پر چوری کا الزام کیوں لگایا گیا؟.....
۱۴۹.....	مومن مشرک کی علامتیں.....
۱۵۴.....	قوم کی انبیاء سے بدگمانی کا نمونہ.....
۱۵۴.....	خدا کی مدد.....
۱۵۴.....	خدائی قہر.....

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت و ظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے حتیٰ ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے اور ننچے و کلیاں رنگ و نکھار پیدا کر لیتی ہیں تاریکیاں کافور اور کوجہ و راہ اجالوں سے پر نور ہو جاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت و قابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔ اسلام کے مبلغ و موسس سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ غار حراء سے مثل حق لے کر آئے اور علم و آگہی کی پیاسی اس دنیا کو چشمہ حق و حقیقت سے سیراب کر دیا، آپ کے تمام الہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھا، اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمراں ایران و روم کی قدیم تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑ گئیں، وہ تہذیبی اصنام جو صرف دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت و عمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ، ولولہ اور شعور نہ رکھتے تو مذہب عقل و آگہی سے رو برو ہونے کی توانائی کھودیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان و مذاہب اور تہذیب و روایات پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اگرچہ رسول اسلام ﷺ کی یہ گرانہا میراث کہ جس کی اہل بیت علیہم السلام اور ان کے پیرووں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت و پاسبانی کی ہے، وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہو کر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کر دی گئی تھی، پھر بھی حکومت و سیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہل بیت علیہم السلام نے اپنا چشمہ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں بہت سے ایسے جلیل القدر

علماء و دانشور دنیائے اسلام کو تقدیم کئے جنہوں نے بیرونی انکار و نظریات سے متاثر اسلام و قرآن مخالف فکری و نظری موجوں کی زد پر اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشپناہی کی ہے اور ہر دور اور ہر زمانے میں ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا ہے، خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام و قرآن اور مکتب اہل بیت علیہم السلام کی طرف اٹھی اور گڑھی ہوئی میں، دشمنان اسلام اس فکری و معنوی قوت و اقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامراں زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین و بے تاب میں یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلے کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے انکار و نظریات دنیا تک پہنچائے گا، وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔

(عالمی اہل بیت، کونسل) مجمع جهانی اہل بیت علیہم السلام نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیت عصمت و طہارت کے پیرووں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے، تاکہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہو سکے، ہمیں یقین ہے عقل و خرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہل بیت عصمت و طہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علمبردار خاندان نبوت رسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خدو خال میں دنیا تک پہنچادی جائے تو اخلاق و انسانیت کے دشمن، انسانیت کے شکار، سامراجی نون خواروں کی نام نہاد تہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے نکلی ماندی آدیت کو امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کے لئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنیٰ خدمتگار تصور کرتے ہیں، زیر نظر کتاب مکتب اہل بیت علیہم السلام کی ترویج و اشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، استاد محسن قرائتی کی

گر انقدر کتاب یوسف قرآن کو مولانا سید مراد رضا رضوی نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزو مند ہیں، اسی منزل میں ہم اپنے تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنھوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے، خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہادِ رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔



ترجمہ تحریک  
Translation Movement

## گفتار مؤلف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

انبیاء گرامی، خصوصاً پیغمبر اسلام اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام پر خداوند متعال، فرشتوں اور اس کے اولیاء کا درود و سلام ہو۔ خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اب تک قرآن مجید کے پچیس (۲۵) پاروں کی تفسیر لکھ چکا ہوں اور پانچ سالوں میں دس ایڈیشن سے زیادہ شائع ہو چکے ہیں۔ نیز ۱۳۷۶ شمسی میسہ کتاب بعنوان ”کتاب سال جمہوری اسلامی ایران“ کا اعزاز بھی حاصل کر چکی ہے۔ خداوند عالم کا لطف و کرم ہے کہ اس تفسیر کا خلاصہ بیس سے زیادہ زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے اور دوسرے ممالک میں ریڈیو پر بھی نشر ہوا ہے اس کے علاوہ یہ تفسیر دوسرے مسلمانوں کے درمیان بھی مورد استقبال قرار پائی ہے اگرچہ سورہ یوسف تفسیر نور کی چھٹی جلد میں شائع ہو چکا ہے۔ لیکن چونکہ داستان حضرت یوسف علیہ السلام بہت شیریں اور پرکشش ہے، علاوہ ازیں نئی نسل کی تفسیر سے آشنائی اور قرآن کریم کے لطائف اور اشارات و نکات سے معرفت کے لئے بہترین راہ قرآنی داستانیں ہیں۔

لہذا ہم نے یہ ارادہ کیا کہ تفسیر نور کے اس حصہ کو علیحدہ شائع کراؤں تاکہ وہ لوگ جو پوری تفسیر کے مطالعہ کا وقت یا حوصلہ نہیں رکھتے یا تفسیر کا ایک مکمل دورہ (set) خریدنے کی صلاحیت نہیں رکھتے وہ بالکل محروم نہ رہ جائیں بلکہ کم از کم قرآن کے کچھ حصہ اور اس کی تفسیر سے آشنا ہو جائیں۔

ہمارے جوانوں کو اس کتاب کے مطالعہ کے بعد یقین ہو جائے گا کہ کس طرح خداوند عالم نے قرآن مجید کے (تقریباً) بارہ صفحات میں ایک ایسی داستان بیان فرمائی ہے جس میں ہزاروں نکات پوشیدہ ہیں۔ میں اپنی کم معلومات کے باوجود تقریباً نو سو (۹۰۰) نکات حاصل کر کے اس کتاب میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ اس داستان میں تمام سازشوں پر خدا کے ارادہ کا غلبہ بدترین اور سخت ترین حالات میں ایک جوان کی پاکدامنی، تدبیر و حکمت سے ایک قحط زدہ ملک کو نجات دلانا، تلخ حوادث کے مقابلہ میں ایک بوڑھے

باپ کا صبر، حاسدوں کے مقابلے میں عنف و بخشش، نیک کردار افراد پر خدا کا خاص لطف موجود ہے اس کے علاوہ سینکڑوں تربیتی، خاندانی، اجتماعی، سیاسی، اعتقادی، اور اتھامی نکتے بھی ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس سورہ کا مطالعہ دنیائے تفسیر میں وارد ہونے کے لئے بہترین راستہ قرار پائے گا۔ لیکن اس کے باوجود جلد بازی میں قضاوت کرنا نہیں چاہتا بلکہ کتاب کے مطالعہ کے بعد اس سلسلے میں آپ کے فیصلے کا منتظر ہوں۔ بہر حال جو کچھ بھی ہے خداوند متعال، انبیاء، ائمہ معصومین، مراجع، علماء اور مدرسین کے وسیلے سے ہم تک پہنچا ہے اس کے علاوہ ہمیں اسلامی انقلاب، امام خمینی اور شہداء کے خون نے قرآن مجید سے انس اور اس میں غور و فکر کی راہ عنایت فرمائی ہے جس کے شکر سے ہم عاجز ہیں۔ جن افراد کے ذہن میں کوئی نئے نکات یا اعتراضات پیدا ہوں، ہمیں ان سے آگاہ فرمائیں، ہم ان کے شکر گزار ہوں گے۔

محسن قرائتی

۲۱-۳-۱۳۷۹ شمسی

مکتبۃ قرآنیہ  
 Translation Movement

## سورہ یوسف کا رخ زیبا

سورہ یوسف مکی سورتوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کی ایک سو گیارہ (۱۱۱) آیتیں ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام کا نام قرآن میں ۲۷ مرتبہ آیا ہے جس میں پچیس بار خود اسی سورہ میں ہے اس سورہ کی آیتیں آپس میں ایک دوسرے سے پیوستہ ہیں اور چند فصلوں میں جذاب انداز اور خلاصہ کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان کو بچپن سے لے کر مصر کی خزانہ داری تک بیان کیا گیا، آپ کی غفت و پاکدامنی، آپ کے خلاف تمام سازشوں کا پردہ فاش ہونا اور قدرت الہی کی جلوہ نمائی اس سورہ میں نمایاں ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان فقط اسی سورہ میں بیان ہوئی ہے۔ جبکہ دوسرے انبیاء کی داستانیں مختلف سورتوں میں موجود ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان توریت کی ”کتاب پیدائش“ میں فصل نمبر ۳۷ سے لیکر پچاس ۵۰ تک مذکور ہے۔

ادبی دنیا میں بھی یوسف و زلیخا کی داستان ایک خاص اہمیت کی حامل ہے۔ ”نظامی گنجوی کی منظوم یوسف و زلیخا“، ”فردوسی کی طرف منسوب یوسف و زلیخا“ کا نام اس ادبی دنیا میں لیا جاسکتا ہے۔ قرآن حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان میں خود آپ کی شخصیت کو حوادث کی بھٹی سے گزرنے ہی کو داستان کا اصلی مرکز و محور قرار دیتا ہے۔ جبکہ دوسرے انبیاء کی داستانوں میں زیادہ تر مخالفین کا انجام، ان کی ہٹ دھرمی اور ان کی ہلاکت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

بعض روایتوں میں عورتوں کو سورہ یوسف کی تعلیم سے روکا گیا ہے لیکن بعض صاحبان نظر کے نزدیک ان روایتوں کی سند معتبر نہیں ہے۔<sup>۱</sup> اس کے علاوہ نبی کا سبب؛ عزیز مصر کی بیوی زلیخا کا عشق کرنا ہے، جس میں قرآنی بیان کی بنیاد پر کوئی منفی پہلو نہیں ہے۔

<sup>۱</sup> حضرت آدم و نوح (علیہما السلام) دونوں کی داستانیں بارہ ۱۲ سورتوں میں، داستان حضرت ابراہیمؑ اٹھارہ ۱۸ سورتوں میں، داستان حضرت صالحؑ گیارہ ۱۱ سورتوں میں، حضرت داؤدؑ کا واقعہ پانچ سورتوں میں، حضرت ہودؑ و سلیمانؑ دونوں کی داستانیں چار ۴ سورتوں میں اور حضرت عیسیٰؑ و زکریاؑ کی داستانیں تین ۳ سورتوں میں مذکور ہیں۔ تفسیر حدائق۔ لیکن قرآن اور توریت کا تقابلی جائزہ لینے سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ قرآن محفوظ ہے اور تورات میں تحریف ہوئی ہے۔  
<sup>۲</sup> تفسیر نمونہ۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا رحم کرنے والا مہربان ہے۔

(۱) اَلَّذِیْنَ اٰتٰی الْکِتٰبَ الْاٰلِیْنَ ”الف لام را وہ واضح اور روشن کتاب کی آیتیں میں“۔

(۲) اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّعَلَّکُمْ تَعْتَلُوْنَ ”ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھو۔“ نکات: وقرآن جس زبان میں بھی نازل ہوتا دوسروں پر اس سے آشنائی لازم ہوتی لیکن قرآن کا عربی زبان میں نازل ہونا ایک خاص امتیاز کا حامل ہے، ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں: الف۔ عربی زبان کی لغات اتنی وسیع اور اس کے قوانین اتنے محکم ہیں کہ دوسری زبانوں میں ایسی باتیں نہیں ملتیں۔

ب۔ روایات کے مطابق اہل جنت کی زبان عربی ہے۔

ج۔ جس علاقے کے لوگوں میں قرآن نازل ہوا ان کی زبان عربی تھی لہذا آسمانی کتاب کا کسی دوسری زبان میں ہونا ممکن نہ تھا۔  
و خداوند عالم نے قرآن مجید کے بھیجنے کے طریقے کو ”نزل“ کہا ہے جیسا کہ بارش کے سلسلے میں بھی ”نزل“ ہی استعمال کیا گیا ہے قرآن اور بارش کے درمیان کچھ ایسی مشابہتیں ہیں جن کا ذکر مناسب ہے: الف۔ دونوں آسمان سے نازل ہوتے ہیں (نزلنا)<sup>۱</sup>

ب۔ دونوں خود بھی پاک ہیں اور دوسروں کو پاک کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں (یلطھمکم<sup>۲</sup>) (یزکیہم<sup>۳</sup>)

ج۔ دونوں زندگی کا وسیلہ ہیں (دعالم لما یحییکم<sup>۴</sup>) (لنھی بہ بلدہم یتینا<sup>۵</sup>)

<sup>۱</sup> سورہ ق آیت ۹.

<sup>۲</sup> یُنزَلْ عَلَیْکُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءٌ لِّیُطَهِّرَکُمْ بِهِ۔ انفال، آیت ۱۱.

<sup>۳</sup> رَبِّنَا وَابْعَثْ فِیْہِم رَسُوْلًا ... یُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَةَ وَ یُزَکِّیْہِم بِقُرْءِ آیٰتِہٖ ۱۲۹. (۴) (۵)

<sup>۴</sup> انفال آیت ۲۴.

<sup>۵</sup> فرقان آیت ۴۹.

د۔ دونوں باعث برکت میں (مبارکاً)

ہ۔ قرآن بارش کی طرح قطرہ قطرہ، آیت آیت نازل ہوا ہے (نزول تدریجی) و شائد قرآن کے عربی ہونے پر تاکید کی وجہ یہ ہو کہ ان لوگوں کا جواب دیدیا جائے جو کہتے ہیں کہ قرآن کو ایک عجمی شخص نے پیغمبر اسلام کو سکھایا تھا۔

پیام: ۱۔ قرآن خود معجزہ ہے اس میں معجزات کی تمام اقسام: علمی، تاریخی، عینی سب شامل ہیں اس میں انہیں حروف تہجی کو استعمال کیا گیا ہے جنہیں تم استعمال کرتے ہو۔ (آر) (سورہ کی پہلی آیت میں اسی طرف اشارہ ہے)

۲۔ قرآن کا مقام و مرتبہ بہت بزرگ و برتر ہے۔ ٹھک

۳۔ قرآن عربی زبان میں ہے لہذا دوسری زبانوں میں اس کا ترجمہ نماز میں عربی کا قائم مقام نہیں ہو سکتا قرآنا عربیا

۴۔ ایک طرف قرآن کا عربی میں نازل ہونا، اور دوسری طرف اس میں تدریج اور غور و فکر کا حکم اس بات کی علامت ہے کہ تمام مسلمانوں پر عربی زبان سے آشنائی لازمی ہے قرآنا عربیا

۵۔ قرآن فقط تلاوت، تہزک اور حفظ کے لئے نہیں ہے بلکہ بشر کے لئے تعقل اور بحال کا ذریعہ ہے۔ [لعلکم تعقلون]

۶۔ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِأَوْصِنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنَ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ الْغَافِلِينَ ”ہم اس قرآن کو آپ کی طرف وحی کر کے آپ سے ایک نہایت عمدہ قصہ بیان کرتے ہیں اگرچہ آپ اس سے پہلے (ان واقعات سے بالکل) بے خبر تھے“۔

نکات: ”و“ ”قصص“ داستان اور بیان داستان دونوں معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ قصہ اور داستان انسان کی تربیت میں قابل توجہ حصہ رکھتے ہیں کیونکہ داستان ایک امت کی زندگی کا عینی مجسمہ اور عملی تجربہ ہے۔ تاریخ اقوام کا آئینہ ہے ہم جس قدر ماضی کی تاریخ سے آشنا

<sup>۱</sup> ہذا کتاب انزلناہ مبارک انعام آیت ۹۲ نزلنا من السماء ماء مبارکاً. (سورہ ق آیت ۹).  
<sup>۲</sup> وَلَقَدْ نَعَلْنَا أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِّسَانُ الَّذِي يُلْحِقُونَ إِلَيْهِ أُعْجِمِي وَيَدَا لِسَانِ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ. (سورہ نحل آیت ۱۰۳)

ہوں گے اتنا ہی محسوس ہو گا کہ ہم نے ان لوگوں کی عمر کے برابر زندگی گزارا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے نبج البلاغہ کے مکتوب نمبر ۳۱ میں اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام کو مخاطب کر کے کچھ باتیں بیان فرمائی ہیں جن کا مضمون یہ ہے:

”اے میرے نخت جگر! میں نے ماضی کی تاریخ اور سرگزشت کا اس طریقے سے مطالعہ کیا ہے اور آگاہ ہوں گویا میں نے ان لوگوں کے ساتھ زندگی گزارا ہے اور ان کی عمر پائی ہو۔“۔ شاید انسان پر قصہ اور داستان کی تاثیر کی وجہ یہ ہو کہ انسان داستان سے قلبی لگاؤ رکھتا ہے تاریخی کتابیں اور داستانی آثار معمولاً تاریخ بشریت میں ایک خاص اہمیت کے حامل اور اکثر لوگوں کے لئے قابل فہم رہے ہیں۔ جبکہ عقلی و استدلالی بحثوں کو بہت کم افراد ہی درک کر پاتے ہیں۔

و قرآن مجید نے حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان کو بعنوان ”احسن القصص“ یاد کیا ہے لیکن روایات میں پورے قرآن کو ”احسن القصص“ کہا گیا ہے۔ یقیناً ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے اس لئے کہ پورا قرآن تمام کتب آسمانی کے درمیان ”احسن القصص“ ہے جبکہ سورہ یوسف تمام قرآنی سورتوں میں ”احسن القصص“ ہے۔

و دوسری داستانوں سے قرآنی داستانوں کا فرق: ۱۔ قصہ کہنے والا خدا ہے۔ ۲۔ انھن قصص

۲۔ بامقصد ہے۔ ۳۔ انقص علیک من انباء الرسل ما نثبت بہ فؤادک

۳۔ صحیح اور سچ ہے نہ کہ خیال و تصور۔ ۴۔ انقص علیک باہم باحق

<sup>۱</sup> تفسیر کنز الدقائق۔ گر آیت کے اس ٹکڑے ”احسن القصص“ کو بغور دیکھا جائے تو اس توجیح کی ضرورت پیش نہیں آئے گی جسے صاحب کنز الدقائق نے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ یہاں بہترین داستان مقصود نہیں ہے اس لئے کہ قصہ کی جمع ”قصص“ نہیں بلکہ ”قصص“ ہے یہاں خداوند متعال کا مقصود یہ ہے کہ ہم قصہ گوئی کا بہترین طریقہ اور اس کی روش بیان کر رہے ہیں یعنی پورا قرآن ”احسن القصص“ ہے لیکن اس سورہ میں بہترین شیوہ اور اسلوب کو بروئے کار لایا گیا ہے۔ پورے سورہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہو جائے گی کہ کون سا بہترین شیوہ یہاں استعمال کیا گیا ہے۔ جو قصہ گوئی کے فن سے آگاہ ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ بہترین قصہ وہ ہے جو بامقصد ہو۔ قرآن مجید کے سارے سورے بامقصد ہیں اور وہ بھی عالی ترین مقصد جو ہدایت ہے وہ اس سورہ میں بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ لیکن دوسری شرط یہ ہے کہ قصہ ایک جگہ بیان کیا جائے اسی لئے جو چاشنی ایک کمال ناول میں ہوتی ہے وہ قسط وار میں نہیں ہوتی۔ یہی وہ بہترین روش ہے جو اس سورے میں استعمال کی گئی ہے۔ اس سے قبل آپ نے ”سورہ یوسف کا رخ زیبا“ عنوان میں ملاحظہ فرمایا کہ دوسرے انبیاء کی داستان قرآن مجید کے مختلف سورتوں میں ملتی ہے لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ فقط اسی سورہ میں ہے وہ بھی اپنی خاص زیبائی و خوبصورتی کے ساتھ لہذا پورا قرآن احسن القصص ہے لیکن جناب یوسف کا قصہ، قصہ گوئی کے تمام فنون سے بہرہ مند ہے۔ (مترجم)

<sup>۲</sup> سورہ یوسف آیت ۳۔

<sup>۳</sup> سورہ ہود، آیت ۱۲۰۔

۴۔ علمی بنیاد پر ہے نہ کہ وہی و گمانی۔ اَلتَّقْوَىٰ عَلِيمٌ بِعِلْمٍ<sup>۱</sup>

۵۔ وسیلہ تفکر ہے نہ کہ ذریعہ بے حسی۔ اِنَّا قَصَصْنَا لَعَلَّكُمْ يَتَفَكَّرُونَ<sup>۲</sup>

۶۔ عبرت و نصیحت کا ذریعہ ہے نہ کہ تفریح و سرگرمی۔ کَانَ فِي قِصَّةِ عِبْرَةٍ<sup>۳</sup> وَ حَضْرَتِ يُوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامِ كَا قِصَّةِ ”اِحْسَنِ الْقِصَصِ

“ ہے، چونکہ: ۱۔ تمام قصوں میں معتبر ترین قصہ ہے۔ اِنَّمَا اَوْحَيْنَا

۲۔ اس داستان میں عظیم ترین جہاد (جسے جہاد بالنفس سے تعبیر کیا گیا ہے) کا تذکرہ ہے۔

۳۔ اس داستان کا مرکزی کردار ایک ایسا نوجوان ہے جو تمام انسانی کمالات کا حامل ہے (یعنی صبر، تقویٰ، پاکدامنی، ایمان، امانت،

حکمت، بخشش، احسان، وغیرہ)

۴۔ اس داستان کے تمام افراد آخر کار خوشبخت ہو گئے، مثلاً حضرت یوسف، بادشاہ ہو گئے جناب یوسف کے بھائیوں نے توبہ کر لی،

آپ کے پدر بزرگوار کی بینائی لوٹ آئی، قحط زدہ ملک کو نجات مل گئی، مایوسی اور حسادت، وصال اور محبت میں تبدل ہو گئی۔

۵۔ اس قصے میں تمام اعضاء کو ایک دوسرے کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً فراق و وصال، خوشی و غم، خشک سالی و سبز زاری،

وفاداری و جفاکاری، مالک و مملوک، کنواں اور محل، فقر و غنا، غلامی و بادشاہی، ناپنائی و بینائی، ناجائز تہمت اور پاکدامنی۔ وَ قِطْعَ الْاَلْمٰی

قصے ہی نہیں بلکہ خداوند عالم کے تمام کام ”عمدہ“ میں اس لئے کہ وہ: بہترین پیدا کرنے والا ہے۔ احسن الخالقین<sup>۴</sup>

بہترین کتاب کا نازل کرنے والا ہے۔ نَزَلَ اِحْسَانَ الْحَدِيثِ<sup>۵</sup>

<sup>۱</sup> سورہ کہف آیت ۱۳۔

<sup>۲</sup> سورہ اعراف آیت ۷۔

<sup>۳</sup> سورہ اعراف آیت ۱۷۶۔

<sup>۴</sup> سورہ یوسف آیت ۱۱۱۔

<sup>۵</sup> سورہ مومنون آیت ۱۴۔

<sup>۶</sup> سورہ زمر آیت ۲۳۔

بہترین صورت بنانے والا ہے۔ فاحسن صورکم<sup>۱</sup>

بہترین دین کا مالک ہے۔ ومن احسن دینا ممن اسلم وجهہ للہ<sup>۲</sup>

بہترین جزا دینے والا ہے۔ ليجز يحمم اللہ احسن ما علوا<sup>۳</sup> اور خداوند عالم ان تمام اچھائیوں کے مقابلے میں انسان سے بہترین عمل چاہتا ہے لیبلو کم انکم احسن علاء<sup>۴</sup> قرآن مجید میں غفلت کے تین معافی بیان ہوئے ہیں: الف۔ برمی غفلت: یا ان کثیرا من الناس عن ایاتنا لغافلون<sup>۵</sup> اگرچہ بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل رہتے ہیں۔

ب۔ اچھی غفلت: یا لذین یرمون المحصنات الغافلات المؤمنات لعنوا فی الدنیا والاخرۃ<sup>۶</sup> جو لوگ بے خبر پاک دامن مومنہ عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے۔

ج۔ طبعی غفلت: یعنی آگاہ نہ ہونا۔ وان کنت من قبل لمن الغافلین پیام:۱۔ قرآنی داستانوں میں قصہ گو، خود خداوند عالم ہے۔ نحن

نقص

۲۔ دوسروں کیلئے نمونہ پیش کرنے کیلئے بہترین افراد کا انتخاب اور تعارف کروائیں۔ احسن۔

۳۔ قرآن ”احسن الحدیث“ اور سورہ یوسف ”احسن القصص“ ہے۔ احسن القصص۔

۴۔ بہترین داستان وہ ہے جو وحی کی بنیاد پر ہو۔ احسن القصص یا او حینا۔

۵۔ قرآن شریف بہترین اور خوبصورت انداز میں داستان بیان کرنے والا ہے۔ احسن القصص۔

۱۔ سورہ غافر آیت ۶۴۔

۲۔ سورہ نساء آیت ۱۲۵۔

۳۔ سورہ نور آیت ۳۸۔

۴۔ سورہ ہود آیت ۷۔

۵۔ سورہ یونس آیت ۹۲۔

۶۔ سورہ نور آیت ۲۳۔

(۶) پیغمبر گرامی ﷺ وحی کے نازل ہونے سے پہلے ”گزشتہ تاریخ“ سے نا آشنا تھے۔ لمن الغافلین۔

(۴) إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كُوفًا وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ رَايْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ۔ ”(وہ وقت یاد کرو) جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا: اے بابا! میں نے (خواب میں) گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ یہ سب مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔“۔ نکات: حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان خواب سے شروع ہوتی ہے تفسیر المیزان میں علامہ طباطبائی فرماتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان ایک ایسے خواب سے شروع ہوتی ہے جو انہیں بشارت دیتا ہے اور مستقبل کے بارے میں روشن امید دلاتا ہے تاکہ انہیں تربیت الہی کی راہ میں صابر و بردبار بنائے۔

و جناب یوسف، حضرت یعقوب کے گیارہویں فرزند ہیں جو بنیامین کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ بنیامین کے علاوہ دوسرے بھائی دوسری ماں سے ہیں۔ حضرت یعقوب، حضرت اسحاق کے اور حضرت اسحاق، حضرت ابراہیم کے فرزند ہیں۔ اولیاء الہی کے خواب مختلف ہوتے ہیں۔ کبھی تعبیر کے محتاج ہوتے ہیں جیسے حضرت یوسف کا خواب اور کبھی تعبیر کی ضرورت نہیں ہوتی ہے جیسے حضرت ابراہیم کا خواب جس میں حضرت اسماعیل کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

خواب کے سلسلے میں ایک اور گفتگو

پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے ہیں: الرویا ثلاثہ: بشری من اللہ، تحزین من الشیطان والذی یحدث بہ الانسان نفسہ فیراہ فی منامہ یعنی خواب کی تین قسمیں ہیں: (الف) خدا کی طرف سے بشارت۔ (ب) شیطان کی طرف سے غم و غصہ (ج) وہ مشکلات جن سے انسان روزمرہ دچار ہوتا ہے پھر انہیں خواب میں دیکھتا ہے۔ بعض دانشمند اور علوم نفسیات کے ماہرین خواب دیکھنے کو شکست اور ناکامی کا نتیجہ سمجھتے ہیں وہ اپنی بات کو مستند کرنے کے لئے ایک پرانی ضرب المثل پیش کرتے ہیں ”شتر در خواب یمنذ پنبہ دانہ“

<sup>۱</sup> تفسیر مجمع البیان.

<sup>۲</sup> بحار الانوار ج ۱۴ صفحہ ۴۴۱.

جسے اردو میں ”بلی کے خواب میں چھپھڑے“ کہہ سکتے ہیں۔ بعض تو خواب کو خوف کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور اسکے لئے یہ ضرب المثل پیش کرتے ہیں ”دور از شتر بخواب تا خواب آشفته بینی“ (اونٹ سے دور سوتا کہ پریشان کندہ خواب نہ دیکھو) بعض، خواب کو غرائز اور ہوس کا آئینہ سمجھتے ہیں۔ اگرچہ خواب کے سلسلے میں مختلف نظریات ہیں لیکن کسی نے بھی خواب کی حقیقت و اصلیت سے انکار نہیں کیا ہے۔ ہاں اس بات کی طرف توجہ رکھنی چاہئے کہ تمام خواب ایک ہی تحلیل کے ذریعہ قابل حل نہیں ہیں۔

و علامہ طباطبائی تفسیر المیزان میں فرماتے ہیں: عالم وجود تین ہیں ۱۔ عالم طبیعت ۲۔ عالم مثال ۳۔ عالم عقل، چونکہ انسان کی روح مجرد ہے لہذا خواب میں ان دو عالم سے ارتباط پیدا کرتی ہے اور استعداد و امکان کے مطابق حقائق کو درک کرتی ہے اگر روح کامل ہو تو صاف فضا میں حقائق کو درک کر لیتی ہے اور اگر روح کمال کے آخری درجوں تک نہ پہنچی ہو تب بھی حقائق کو دوسرے سانچوں میں درک کر لیتی ہے۔

جس طرح عالم بیداری میں ہم شجاعت کو شیر کے سانچے میں، جیلہ و مکر کو لومڑی کے قالب میں اور بلندی کو پہاڑ کی صورت میں دیکھتے ہیں اسی طرح خواب میں علم کو نور، شادی بیاہ کو لباس اور جہل و نادانی کو سیاہ چہرہ کے قالب میں دیکھتے ہیں۔ اس بحث کے نتیجہ کو ہم چند مثالوں میں پیش کرتے ہیں۔ جو لوگ خواب دیکھتے ہیں ان کی متعدد قسمیں ہیں: پہلی قسم: ان لوگوں کا خواب جو کامل اور مجرد روح کے حامل ہیں وہ حواس کے خواب آلود ہونے کے بعد عالم عقل سے ارتباط پیدا کرتے ہوئے حقائق کو صاف و شفاف دوسری دنیا سے حاصل کر لیتے ہیں (جیسے ٹی۔ وی اپنے مخصوص اسٹینے کے ذریعہ کہ جو بلندی پر نصب ہوتا ہے دور دراز کی امواج کو بھی باآسانی پکڑ لیتا ہے) ایسے خواب جو حقائق کو براہ راست درک کر لیتے ہیں وہ تعبیر کے محتاج نہیں ہوتے ہیں۔

دوسری قسم: ان لوگوں کا خواب جو متوسط روح کے حامل ہوتے ہیں ایسے افراد حقائق کو دھندلا، اور تشبیہ و تخیل کے ساتھ دیکھتے ہیں (ایسے خواب کی تعبیر کے لئے ایسا مفسر درکار ہے جو مشاہدات کی دنیا سے دور رہ کر تعبیر کرے یعنی جو کہ خوابوں کی تعبیر جانتا ہو

اسے خواب کی تعبیر کرنی چاہیے) تیسری قسم: ایسے افراد کا خواب جن کی روح حد درجہ پریشان اور گونا گوں خیالات میں گم ہوتی ہے ایسے لوگوں کا خواب کوئی مفہوم ہی نہیں رکھتا یہ خواب کی وہ قسم ہے جو تعبیر کے قابل نہیں ہے ایسے ہی خواب کو قرآن نے ”اضغاث احلام“ (یعنی پریشان کرنے والے خواب) کے نام سے یاد فرمایا ہے۔

ڈابن سیرین نے خواب کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے۔ اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ جب کسی نے اس سے پوچھا کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہے کہ ایک شخص عالم خواب میں منہ اور شرمگاہ پر مہر لگا رہا ہے؟ تو ابن سیرین نے جواب دیا: وہ شخص ماہ مبارک رمضان کا موذن ہوگا جو اذان کے ذریعہ کھانے اور جماع کو ممنوع اعلان کرے گا (یعنی اذان سنتے ہی کھانا پینا اور جماع حرام ہے)

و قرآن نے کچھ ایسے خوابوں کا ذکر کیا ہے جو تحقق پذیر ہوئے ہیں۔ آپ حضرات مندرجہ ذیل خوابوں کو ملاحظہ فرمائیں:

الف۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب جس میں انہوں نے گیارہ تارے اور چاند و سورج کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ اس کی تعبیر یہ ہوئی کہ حضرت یوسف بادشاہ ہو گئے اور بھائیوں اور ماں باپ نے سر تسلیم خم کر دیا۔

ب۔ قید خانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کے دونوں ساتھیوں کا خواب جس کی تعبیر یہ ہوئی کہ ایک آزاد ہو گیا دوسرے کو سزائے موت سنائی گئی۔

ج۔ عزیز مصر کا خواب کہ لاغر اور کمزور گائے موٹی تازمی گائے کو کھا رہی ہے جس کی تعبیر یہ ہوئی کہ کھیتی، سرسبز و شادابی کے بعد خشک سالی میں تبدیل ہو گئی۔



د۔ جنگ بدر میں پیغمبر اسلام ﷺ کا خواب جس میں آپ نے مشرکین کی تعداد کو کم دیکھا جس کی تعبیر مشرکوں کی شکست ہوئی  
 ھ۔ حضرت پیغمبر اسلام ﷺ کا وہ خواب کہ مسلمین اپنا سر مٹوائے ہوئے مسجد الحرام میں داخل ہو رہے ہیں۔ جس کی تعبیر فتح  
 مکہ اور خانہ خدا کی زیارت ہوئی<sup>۲</sup>

و۔ حضرت موسیٰ کی مادر گرامی کا خواب جس میں انہیں جناب موسیٰ کو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل کے حوالے کرنے کا حکم دیا گیا  
 یا ذ او حینا الی انک ما یوحی ان اقدیہ فی التابوت<sup>۳</sup> ”جب ہم نے آپ کی والدہ کی طرف اس بات کا اہام کیا جو بات الہام کی جاتی  
 ہے (وہ یہ) کہ اس (بچے) کو صندوق میں رکھ دیں...“؛ روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہاں وحی سے مراد  
 وہی ”خواب“ ہے

ز۔ حضرت ابراہیم کا خواب کہ وہ اپنے فرزند اسماعیل کو فوج کر رہے ہیں ”قرآنی خوابوں سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم اپنی روزمرہ  
 زندگی میں ایسے افراد کو جانتے ہیں جنہوں نے خواب کے ذریعہ بعض ایسے امور سے آگاہی حاصل کی ہے کہ جہاں تک معمولاً انسان کی  
 رسائی نامکن ہوتی ہے۔

سید قطب فرماتے ہیں: میں نے امریکہ میں خواب دیکھا کہ میرے بھانجے کی آنکھ سے خون بہہ رہا ہے۔ میں نے مصر ایک خط لکھا  
 جواب ملا یہ بات صحیح ہے حالانکہ خونریزی ظاہراً آنکھوں سے نہیں ہو رہی تھی۔ ملا علی ہمدانی جو کہ مراجع تقلید میں سے تھے ان سے  
 حکایت ہوئی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے ایک عالم نے خواب میں پیغمبر اکرم کو دیکھا جنہوں نے اس سے فرمایا ”ابھی جو پیغام  
 ایران سے پہنچا ہے کہ اس سال وجہات سامرہ سے نہیں پہنچیں گی اس سے پریشان نہ ہوں، الماری میں سو تومان ہیں انہیں لے  
 لو“۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میرزائے شیرازی کے نمائندے نے دروازہ کھٹکھٹایا اور مجھے ان کے سامنے پیش کر دیا میں

<sup>۱</sup> سورہ انفال آیت ۴۳۔ (إِذْ يُرِيكُمُ اللَّهُ فِي مَنَاكِبِكُمْ لَقِيلًا وَلَوْ أَرَاكُمُ كَثِيرًا لَقَسَلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ...)

<sup>۲</sup> سورہ فتح آیت ۲۷۔ (لَقَدْ صَدَّقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ...)

<sup>۳</sup> سورہ طہ آیت ۳۸۔ ۳۹۔

<sup>۴</sup> سورہ صافات آیت ۱۰۲۔

جیسے ہی حاضر ہوا میرزائے شیرازی نے فرمایا: الماری میں سو تومان میں دروازہ کھول کر نکال لو اور مجھے سمجھایا کہ خواب کے موضوع کو ظاہر نہ کرو۔ (فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ لِبَنِيهِ اِنِّي اُرِي فِي الْمَنَامِ اَنِّي اُذْجَبُكُم...) صاحب مفتاح الجہان جناب شیخ عباس قمی نے اپنے بیٹے کو خواب میں آکر کہا: میرے پاس ایک کتاب امانت تھی اس کو اس کے مالک تک پہنچا دو تاکہ میں برزخ میں آرام سے رہ سکوں۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوئے تو اس کتاب کی تلاش میں لگ گئے جو علامتیں باپ نے بتائی تھیں ان کے مطابق کتاب کو لے کر چلے لیکن راتے میں وہ کتاب گر کر تھوڑی سی خراب ہو گئی۔ اسی کتاب کو انہوں نے مالک تک پہنچا دیا اور باپ کی طرف سے عذر خواہی بھی کر لی۔ رات کو محدث قمی دوبارہ اپنے فرزند کے خواب میں آئے اور فرمایا: تم نے اس کتاب کے مالک سے کیوں نہیں کہا کہ وہ کتاب تھوڑی سی خراب ہو گئی ہے تاکہ وہ اگر تاوان چاہتا تو تم سے اسکا مطالبہ کرتا یا اسی عیب پر راضی ہو جاتا۔

پیام: ۱۔ ماں باپ اپنے بچوں کی مشکلات کو حل کرنے کیا بہترین ذریعہ میں یا ابست۔

۲۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچے کے خواب کے بارے میں بھی متوجہ رہیں یا ابست۔

۳۔ خواب کی لنت میں ”اشیاء حقائق کی نمائندگی کرتی ہیں“ (مثلاً خورشید باپ کی اور چاند ماں کی اور ستارے بھائیوں کی علامت ہیں)۔ آیت احد عشر اکو کہا۔

۴۔ کبھی خواب دیکھنا حقائق کو دریافت کرنے کا ایک راستہ ہوتا ہے۔ انی راہت۔

۵۔ کبھی نوجوانوں میں ایسی صلاحیت ہوتی ہے جو بزرگوں کو سر جھکانے پر مجبور کر دیتی ہے ساجدین۔

۶۔ اولیائے خدا کا خواب سچا ہوتا ہے راہت اس آیت میں ”راہت“ کی تکرار اس بات کی علامت ہے کہ حتماً دیکھا ہے۔ واقعہ خیالی و تصویری نہیں ہے بلکہ خارجی حقیقت رکھتا ہے۔

۷۔ حضرت یوسف شروع میں خواب کی تعبیر نہیں جانتے تھے لہذا خواب کی تعبیر کے لئے اپنے باپ سے مدد طلب کی یا آیت [ قَالَ يَا بَنِيَّ لَا تَتَّبِعُوا ثَمَودًا إِذْ تَبْتَغُوا عَرَصَ ثَمَودَ إِذْ تَبْتَغُوا عَرَصَ ثَمَودَ إِذْ تَبْتَغُوا عَرَصَ ثَمَودَ ] (دیکھو خبردار) کہیں اپنا خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا (ورنہ) وہ لوگ تمہارے لئے مکاری کی تدبیر کرنے لگیں گے اس میں تو شک ہی نہیں ہے کہ شیطان آدمی کا کھلا ہوا دشمن ہے،“۔

نکات: و اصول زندگی میں سے ایک اصل ”رازداری“ ہے اگر مسلمانوں نے اس آیت کی روشنی میں عمل کیا ہوتا تو یہ سب استعداد و سرمایہ، خطی کتابیں، علمی آثار اور تمام آثار قدیمہ دوسرے مالک کے میوزیم میں نہ ہوتے اور محقق (Diplomate) و سیاح کے روپ میں دشمن ہمارے منافع، منابع اور امکانات سے باخبر نہ ہوتا اور سادہ لوحی و خیانت کی وجہ سے ہمارے اسرار ایسے لوگوں کے ہاتھ میں نہ جاتے جو ہمیشہ مکر و فریب کے ذریعہ ہماری تاک میں رہتے ہیں۔

۸۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے بھائیوں کے سامنے اپنے خواب کو اپنے باپ سے بیان نہ کرنا خود آپ کی عقل مندی کی علامت ہے۔

پیام: ۱۔ والدین کو چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کی خواہشات اور عادات سے آگاہ ہوں تاکہ صحیح راستہ کی رہنمائی کر سکیں۔ ایکید واک کیدا [

۲۔ معلومات اور اطلاعات کی تقسیم بندی کرتے ہوئے پوشیدہ اور آشکار چیزوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنا چاہئے [

۳۔ ہر بات کو ہر کس و ناکس سے نہیں کہنا چاہئے [

۴۔ حسادت کی راہوں کو نہ بھڑکائیں [

۵۔ اگر کچھ خواب بیان کرنے کے لائق نہیں ہوتے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ بیداری میں دیکھی جانے والی بہت ساری چیزوں کو بھی بیان نہیں کرنا چاہئے لائق۔

۶۔ انبیاء کے گھرانوں میں بھی مسائل اخلاقی مثلاً حد و حیلہ وغیرہ موجود ہیں یا بنی لائق۔ فیکید وا۔

۷۔ اہم مسائل کی صحیح پیش بینی کرتے ہوئے اگر سوء ظن کا اظہار کیا جائے یا بعض خصلتوں سے پردہ فاش کیا جائے تو کوئی برائی نہیں ہے۔ فیکید والک کیدا۔

۸۔ انسان کا مکرو فریب میں مبتلا ہونا شیطانی کام ہے فیکید وا۔ ان الشیطان۔

۹۔ شیطان ہماری اندرونی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم پر مسلط ہو جاتا ہے۔ بھائیوں کے درمیان حد و جلن کے ماحول نے شیطان کے لئے انسان سے دشمنی کرنے کی راہ کو ہموار کر دیا۔ فیکید وا۔ ان الشیطان للانسان عدو مبین۔

(۶) وَكَذَلِكَ يَنْشِئُ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيَتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّنَا عَلَىٰ أَبِيكَ مِنْ قَبْلُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ  
 (جو تم نے دیکھا ہے) ایسا ہی ہو گا تمہارا پروردگار تم کو برگزیدہ قرار دے گا اور تمہیں ان باتوں کے انجام کا علم (اور خوابوں کی تعبیر) سکھائے گا اور وہ اپنی نعمت کو تم پر اور خاندان یعقوب پر اسی طرح پوری کرے گا جس طرح اس سے پہلے تمہارے دادا و پردادا پر اپنی نعمتیں پوری کر چکا ہے بے شک تمہارا پروردگار بڑا واقف کار حکمت والا ہے۔“

نکات: وَاوْتِئِلْ خَوَابِ بَاطِنِ كُوْبِيَانِ كَرْنَا اَوْر خَوَابِ كَعِ وُقُوعِ كِي كَيْفِيَّتْ هِي ”اَحَادِيْث“ كَلِمَه ”حَدِيْث“ كِي جَمْعْ هِي يَه كَلِمَه ”مَاجِرَا بِيَانِ كَرْنِي“ كَعِ مَعْنِي مِي اِسْتِمَالِ هُوْتَا هِي چُونَكِه اِنْسَانِ اِنْفِي خَوَابِ كُو مَخْتَلَفِ لُوْغُوْنِ سِي بِيَانِ كَرْتَا هِي لَهَذَا خَوَابِ كُو بَحِي حَدِيْثِ كَمَا

جاتا ہے بنا بریں ”تاویل الاحادیث“ یعنی خوابوں کی تعبیر۔ و حضرت یعقوب۔ اس آیت میں اپنے فرزند جناب یوسف کو ان کے خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے ان کے مستقبل کی خبر دے رہے ہیں۔

پیام: ۱۔ اولیائے الہی خواب کے ذریعہ افراد کے مستقبل کا نظارہ کرتے ہیں پختیک ربک و یعلمک۔

۲۔ انبیاءِ علیم السلام، خداوند عالم کے برگزیدہ افراد ہیں پختیک۔

۳۔ انبیاء اللہ کے بلا واسطہ شاگرد ہیں یعلمک۔

۴۔ مقام نبوت و حکومت نعمتوں کا سرچشمہ ہے و یتیم نعمت۔

۵۔ انبیاء گرامی کا انتخاب علم و حکمت الہی کی بنیاد پر ہے پختیک۔۔۔ علیم حکیم۔

۶۔ اپنے برگزیدہ بندوں کے لئے خداوند عالم کا سب سے پہلا تحفہ ”علم“ ہے پختیک ربک و یعلمک۔

۷۔ تعبیر خواب ان امور میں سے ہے جسے خداوند متعال انسان کو عطا کرتا ہے۔ علمک من تاویل الاحادیث۔

۸۔ انتخاب میں لیاقت کے علاوہ اصل و نسب بھی اہمیت رکھتا ہے پختیک۔۔۔ و ابویک من قبل۔

۹۔ قرآن کی لغت میں اجداد باپ کے حکم میں ہیں: ابویک من قبل ابراہیم و اسحاق۔

(۷) لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٍ لِلنَّاسِ لِيُنْذَرُوا (کے قصہ) میں پوچھنے والوں کیلئے یقیناً بہت سی (ارادہ

خدا کے حاکم ہونے کی) نشانیاں ہیں۔“

نکات: و حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی کی داستان میں بہت سی ایسی علامتیں اور نشانیاں موجود ہیں جن سے خداوند عالم کی قدرت آشکار ہوتی ہے ان میں سے ہر ایک اہل تحقیق و جستجو کے لئے عبرت و نصیحت کا باعث ہے ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں: ۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا پُر اسرار خواب ۲. تعبیر خواب کا علم ۳. حضرت یعقوب کا اپنے فرزند کے مستقبل سے مکمل طور پر آگاہ ہونا ۴. کنویں میں رہنا اور کسی خطرے سے دوچار نہ ہونا ۵. اندھا ہونا اور دوبارہ بینائی کا لوٹنا ۶. کنویں کی گہرائی اور جاہ و جلال کی بلندی ۷. قید خانہ میں جانا اور حکومت تک پہنچنا ۸. پاک رہنا اور ناپاکی کی تہمت سنا ۹. فراق و وصال ۱۰. غلامی و بادشاہی ۱۱. گناہوں کی آلودگی کے بجائے زندان کو ترجیح دینا ۱۲. اپنی بزرگواری سے بھائیوں کی غلطیوں کو جلد معاف کر دینا۔

انہیں نشانوں کے ساتھ ساتھ بہت سے ایسے سوالات بھی ہیں جن میں سے ہر ایک کا جواب زندگی کی راہوں کو روشن کرنے والا ہے۔ و حداثت انسان کو بھائی کے قتل پر کیسے آمادہ کر دیتی ہے؟

و دس آدمی ایک خیانت میں کیسے متحد ہو جاتے ہیں؟ و حضرت یوسف علیہ السلام اپنی بزرگواری کی وجہ سے اپنے خیانت کار بھائیوں کو سزا دینے سے کیسے صرف نظر کر لیتے ہیں؟ و انسان آلودگی اور لذت گناہ پر یاد الہی کے ساتھ قید خانہ کو کیسے ترجیح دیتا ہے؟

و یہ سورہ اس وقت نازل ہوا جب پیغمبر اسلام ﷺ اقتصادی اور اجتماعی محاصرہ میں سخت گرفتار تھے۔ یہ داستان آنحضرت کی تسلی خاطر کا باعث ہوئی کہ اے پیغمبر اگر آپ کے بعض رشتہ دار ایمان نہیں لاتے ہیں تو آپ رنجیدہ نہ ہوں، جناب یوسف کے بھائیوں نے تو ان کو کنویں میں ڈال دیا تھا۔

و اس سورہ کی اہم آیتیں سازشوں پر خدا کے غلبہ کے بارے میں ہیں (بشری سازشیں ارادہ الہی کے سامنے بیکار ہو جاتی ہیں) حضرت یوسف کو کنویں میں ڈال دیا تاکہ باپ کے نزدیک محبوب ہو جائیں۔ لیکن مغضوب ہو گئے دروازوں کو بند کیا گیا تاکہ آپ شہوت

سے آلودہ ہو جائیں لیکن آپ کی پاکیزگی ثابت ہوگئی نہ کنواں، نہ غلامی نہ قید خانہ نہ قصر اور نہ سازشیں کوئی بھی ارادہ الہی پر غالب نہ آسکیں۔

پیام: ۱۔ قصہ بیان کرنے سے پہلے سننے والے کو داستان سننے اور عبرت آموزی کے لئے آمادہ کریں لہذا کان فی یوسف۔

۲۔ جب تک سننے اور سیکھنے کے عاشق نہ ہوں اس وقت تک قرآنی درسوں سے بطور کامل فائدہ نہیں اٹھا سکتے ہیں لہذا سنیں۔

۳۔ داستان ایک ہے لیکن اس واقعہ سے حاصل ہونے والے درس اور نکات بہت ہیں آیات۔

۴۔ قرآنی داستانیں زندگی میں پیش آنے والے بہت سے سوالوں کا جواب دہتی ہیں لہذا سنیں۔

۵۔ ”حسد“ خاندان اور رشتہ داری کے محکمہ تنوں کو بھی منہدم کر دیتا ہے لہذا کان فی یوسف۔

(۸) إِذْ قَالُوا لِيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِمَّا نَحْنُ غَضَبِيْنَ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

”جب (یوسف کے بھائیوں نے) کہا کہ باوجودیکہ ہماری جماعت بڑی طاقت ور ہے تاہم یوسف اور اس کا حقیقی بھائی (بنیامین

(ہمارے والد کے نزدیک ہم سے بہت زیادہ پیارے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے والد یقیناً صریح غلطی میں ہیں“۔

نکات: حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ لڑکے تھے ان میں سے دو (یوسف و بنیامین) ایک ماں سے تھے جبکہ باقی دو سری

ماں سے تھے۔ باپ کی محبت جناب یوسف سے (آپ کے چھوٹے ہونے یا کمالات کی وجہ سے تھی) بھائیوں کے لئے حد و

جلن کا سبب بنی اور حسادت کے علاوہ ”سخن عصبیہ“ کہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اندر خوںے تکبر اور غرور بھی موجود تھی

اور اسی غرور و تکبر کے نتیجے میں باپ کو بچوں سے محبت کرنے پر انحراف اور غلطی سے متہم کرنے لگے و معاشرے اور سماج میں

ایسے افراد بھی موجود ہیں جو خود کو بلندی پر لے جانے کے بجائے بلند افراد کو نیچے لے آتے ہیں۔ خود محبوب نہیں ہیں لہذا

محبوب افراد کو داغدار کرتے ہیں۔ و تبعض و تفاوت کے درمیان فرق: تبعض کسی کو بغیر دلیل کے برتری دینا۔ تفاوت: لیاقت و شرافت کی بنیاد پر برتری دینا۔ مثلاً ڈاکٹر کے نسخے اور معلم کے نمبر فرق کرتے ہیں لیکن یہ تفاوت حکیمانہ ہے ظالمانہ نہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت حکیمانہ تھی نہ ظالمانہ لیکن حضرت یوسف کے بھائی اس محبت کو تبعض اور بدون دلیل سمجھ رہے تھے۔

و کبھی زیادہ محبت مصیبتوں کا سبب بنتی ہے۔ حضرت یعقوب۔ حضرت یوسف۔ کو بہت چاہتے تھے یہی محبت بھائیوں کے کینہ اور ان کے کنوئیں میں ڈالے جانے کا سبب بنی اسی طرح ”زلینا کی حضرت یوسف سے محبت“ قید خانہ میں جانے کا سبب بنی لہذا جب حضرت کے اخلاق سے متاثر ہو کر زندان بان نے کہا کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں تو حضرت نے فرمایا: میں ڈرتا ہوں کہیں اس محبت و دوستی کے پیچھے بھی کوئی مصیبت پوشیدہ نہ ہو۔

پیام: ۱۔ اگر اولاد تبعض اور دوگانگی کا احساس کر لے تو ان کے درمیان حادث کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ احب اینا منا۔

۲۔ بچوں کے درمیان تفاوت کرنے سے باپ سے ان کا عشق و محبت کم ہو جاتا ہے ان ابانا لفی ضلال میں۔

۳۔ طاقت و قدرت محبت آور نہیں ہے احب الی اینا و نحن عصبت۔

۴۔ ”حسد“ بہوت اور پدری حدود کو بھی توڑ دیتا ہے اور بچے اپنے باپ کو جو پیغمبر بھی ہیں ”منحرف“ اور ”بے انصاف“ کہنے لگتے ہیں۔ ان ابانا لفی ضلال میں۔

۵۔ محبوب نظر ہونے کا عشق اور اسکی محبت ہر انسان کی فطرت میں موجود ہے اگر کوئی انسان سے محبت نہ کرے یا کم توجہی برتے تو انسان کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ احب الی اینا۔



(۹) اَقْتُلُوا يُوسُفَ اَوْ اَطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَبْعَلُ كَلِمٌ وَّجْهًا لِّكَلِمٍ وَّكَوْنُوْا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صٰحِحِيْنَ ۔ ” (بھائیوں نے ایک دوسرے سے کہا خیر تو اب مناسب یہ ہے کہ یا تو) یوسف کو مار ڈالو یا (کم از کم) اس کو کسی جگہ (پہل کر) پھینک آؤ تو البتہ تمہارے والد کی توجہ صرف تمہاری طرف ہو جائے گی اور اسکے بعد تم سب کے سب (باپ کی توجہ سے) اچھے آدمی بن جاؤ گے۔“

محکات: و جب انسان کو نعمتیں حاصل ہوتی ہیں تو اس کی چار حالتیں ہوتی ہیں۔ سادت، بخل، ایثار، غبطہ۔ جب یہ فکر ہو کہ اگر ہمارے پاس فلاں نعمت نہیں ہے تو دوسرے بھی اس نعمت سے محروم رہیں تو اسے ”سادت“ کہتے ہیں۔ اگر یہ فکر ہو کہ یہ نعمت فقط میرے پاس رہے دوسرے اس سے بہرہ مند نہ ہوں تو اسے ”بخل“ کہتے ہیں اگر یہ فکر ہو کہ دوسرے اس سے بہرہ مند ہوں اگرچہ ہم محروم رہیں تو اسے ”ایثار“ کہتے ہیں۔ اگر یہ کہے کہ دوسرے افراد نعمت سے بہرہ مند رہیں۔ اے کاش ہم بھی نعمت سے بہرہ مند ہوتے تو اسے غبطہ اور رشک کہتے ہیں۔

و امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: میں کبھی اپنے بچوں سے انہماک محبت کرتا ہوں اور انہیں اپنے زانوں پر بٹھاتا ہوں جبکہ وہ ان تمام محبتوں کے مستحق نہیں ہوتے (میں اس لئے ایسا کرتا ہوں کہ) کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے تمام فرزند ایک دوسرے سے حد و جلن کرنے لگیں اور حضرت یوسف کے ماجرے کی تکرار ہو جائے۔

پیام: ۱۔ بُری فکر انسان کو خطرناک عمل کی طرف لے جاتی ہے یوسف۔۔۔ احب۔۔۔ اقتلوا۔

۲۔ حد و جلن انسان کو بھائی کے قتل پر آمادہ کرتی ہے۔ اقتلوا یوسف۔

۳۔ انسان، محبت کا خواہاں ہے اور محبت کا کم ہونا بہت بڑے خطرات و انحرافات کا باعث ہوتا ہے۔ بخل کلم و جہ انیکلم۔

۴۔ اگرچہ قرآن ”محبوبیت کی راہ“ ایمان و عمل صالح کو قرار دیتا ہے ان الذین امنوا و عملوا الصالحات یجعل لهم الرحمن وذا لیکن شیطان محبوبیت کی راہ کو برادر کشی بتاتا ہے اقتلوا... یخیل کلم وجرہ انیکم۔

۵۔ حد کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ دوسروں کو نابود کرنے سے اسے نعمتیں مل جائیں گی۔ اقتلوا... یخیل کلم وجرہ انیکم۔

۶۔ شیطان کل توبہ کر لینے کا دھوکا دے کر آج گناہ کا راستہ دکھاتا ہے۔ وکلونوا من بعدہ قوماً صالحین۔

۷۔ علم و آگاہی ہمیشہ انحراف سے دوری کا سبب نہیں ہے۔ جناب یوسف کے بھائیوں نے قتل اور شہر بدر کرنے کو برا سمجھنے کے باوجود اسی کو انجام دیا وکلونوا من بعدہ قوماً صالحین۔

(۱۰) قَالَ قَاعِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِي غِيَابِ الْجُبِّ يَلْتَقِطُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِن كُنْتُمْ فَاعِلِينَ ”ان میں سے ایک کہنے والا بول اٹھا کہ یوسف کو جان سے تو نہ مارو (ہاں اگر تم کو ایسا ہی کرنا ہے) تو کسی اندھے کنویں میں (لے جا کر) ڈال دو کوئی راہ گیر اسے نکال کر لے جائے گا (اور تمہارا مطلب بھی حاصل ہو جائیگا)“

نجات: ”و“ ”جب“ اس کنویں کو کہتے ہیں جس میں پتھر نہ بچھائے گئے ہوں ”غیابت“ بھی ان طاقتوں کو کہتے ہیں جو کنویں کی دیوار میں پانی کے قریب ہوتے ہیں جو اوپر سے دکھائی نہیں دیتے ہیں۔

و نہی از منکر (برائیوں سے روکنا) ایسی برکتوں کا حامل ہے جو آئندہ روشن ہوتے ہیں۔ (لا تقتلوا) نے حضرت یوسف کو نجات دلائی اور اس کے بعد آپ نے ایک مملکت کو قحط سے نجات دلائی اسی طرح جس طرح ایک دن جناب آیہ نے فرعون سے ”لا تقتلوا“ کہہ کر جناب موسیٰ کو نجات دلائی اور اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دلائی در حقیقت یہ وعدہ الہی کا روشن نمونہ ہے خداوند عالم فرماتا ہے من احياء ما نكفانا احياء الناس جميعا جو بھی ایک شخص کو حیات دے گا گویا

<sup>۱</sup> سورہ مریم آیت ۹۶۔

<sup>۲</sup> سورہ مائدہ آیت ۳۲۔

اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔ پیام: ۱۔ اگر برائیوں کو بطور کامل نہیں روک سکتے تو جہاں تک ممکن ہو روکنا چاہئے۔ بلا تفتلوا... والتقوه۔

(۱۱) قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَأْتَمَنَّا عَلَى يُونُسَ وَإِنَّا لَهُ لَنَاصِحُونَ ”سب نے (یعقوب سے) کہا ابا جان آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہم پر اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم لوگ تو اس کے خیر خواہ ہیں۔“

پیام: ۱۔ جو لوگ کچھ نہیں ہوتے وہ زیادہ دعویٰ اور پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ انا لہ لنا صحن۔

۲۔ ہر بھائی قابل اطمینان نہیں ہے (گویا حضرت یعقوب نے جناب یوسف کو بارہا بھائیوں کیساتھ جانے سے روکا ہے اسی لئے بھائیوں نے یہ کہہ کر لٹا لٹا کر اعتراض کیا ہے۔

۳۔ نعرے بازی سے دھوکا نہ کھاؤ اور بے مسمیٰ اسم سے پرہیز کرو (خان اپنا نام واضح رکھتا ہے) لنا صحن۔

۴۔ دشمن بدگمانی کو دور کرنے کے لئے ہر قسم کا اطمینان دلاتا ہے۔ انا لہ لنا صحن۔

۵۔ خیانت کار اپنی غلطی کو دوسروں کی گردن پر ڈالتا ہے۔ مالک۔

۶۔ روز اول ہی سے انسان نے خیر خواہی کے نام پر دھوکا کھایا ہے، شیطان نے جناب آدم و حوا کو غفلت میں ڈالنے کے لئے یہی کہا تھا کہ میں آپ کا خیر خواہ ہوں (وقا سمحانی کما لمن الناصحین) انا لہ لنا صحن۔

۷۔ بعض و حسد، انسان کو مختلف گناہوں پر مجبور کرتا ہے (جیسے جھوٹ، دھوکہ دینا یہاں تک کہ اپنے محبوب ترین رشتہ دار کو بھی دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ انا لہ لنا صحن۔

(۱۲) اُرْسَلَهُ مَعًا غَدَا يَرْتَعُ وَيَلْعَبُ وَإِنَّا لَهُ كَا فُحُونٌ ”آپ اس کو کل ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ ذرا (جھگل) سے پھل پھلاری کھائے اور کھیلے کودے اور ہم لوگ تو اس کے نگہبان ہی ہیں۔“

نکات: و انسان تفریح و ورزش کا محتاج ہے جیسا کہ اس آیت میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ وہ قوی ترین منطق و دلیل جس کی بنیاد پر حضرت یعقوب کو اپنے بیٹوں کی خواہش کو تسلیم کرنا پڑا وہی تفریح ہے کہ یوسف کو تفریح کی ضرورت ہے، بعض روایتوں میں آیا ہے کہ مومن کو اپنا کچھ وقت تفریح و لذات کے لئے مخصوص کرنا چاہیئے تاکہ اس کے وسیلہ سے تمام کام بخوبی انجام دے و لفظ کل ہی نہیں بلکہ آج بھی اور آئندہ بھی اس کھیل اور ورزش کے بہانے جوانوں کو سرگرم کیا جا رہا ہے اور کیا جاتا رہے گا ہمارے جوانوں کو حقیقی ہدف سے دور اور غفلت میں رکھا جا رہا ہے کھیلوں کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں تاکہ اہم چیزیں کھیل شمار ہونے لگیں۔ اسٹنبار اور سازشی لوگ صرف کھیل کود سے سوء استفادہ نہیں کرتے بلکہ ہر پسندیدہ و مقبول نام سے اپنے برے اہداف کی ترویج کرتے ہیں، ڈپلومیٹ (diplomate) کے روپ میں خطرناک ترین جاسوسوں کو دوسرے مالک میں روانہ کرتے ہیں فورس اور دفاعی امور کے میسر ہونے کے نتیجے سازش کرتے ہیں اور اس کے راز حاصل کر لیتے ہیں۔

حقوق بشر کے بہانے کر کے اپنے نوکروں کی حمایت کرتے ہیں، دوا کے نام پر اپنے نوکروں کے لئے اسلحہ روانہ کرتے ہیں، اقتصادی ماہرین کے بہانے مالک کو کمزور تر بنا دیتے ہیں، سم پاشی کے بہانے باغات اور کھیتوں کو برباد کر دیتے ہیں۔ حتیٰ اسلامی ماہرین کے روپ میں غیر اسلامی چیزوں کو اسلامی لباس میں پیش کرتے ہیں۔

پیام: ۱۔ بچے کی تفریح باپ کی اجازت سے ہونی چاہیئے۔ ارسلہ۔

۲۔ ورزش و تفریح، کھیل کود شیطانی جالوں میں سے ایک جال ہے اور غافل کرنے کا ذریعہ ہے ارسلہ معنا غدا یرتع و یلعب۔

۳۔ بھائیوں نے دھوکہ دینے کے لئے مباح اور منطقی وسیلہ سے سوء استفادہ کیا اور سلہ سے تیرت و یلعب۔

(۱۳) قَالَ إِنِّي لِيَحْزُنِي أَنْ تَذُوبُوا بِرَأْخَافِ أَنْ يَأْكُلَهُ الذَّعْبُ وَأَنْتُمْ عَنْهُ غَافِلُونَ (يعقوب نے) کہا تمہارا اس کو لے جانا مجھے صدمہ

پہنچاتا ہے اور میں تو اس سے ڈرتا ہوں کہ تم سب کے سب اس سے بے خبر ہو جاؤ اور (مبادا) اسے بھیرٹا کھا جائے۔

نکات: حضرت یعقوب نے بظاہر بھیرٹے کے حملے سے خوف کا اظہار کیا۔ مصلحتوں کی بنیاد پر سادت کا ذکر نہیں فرمایا ہمارا حال

بھی یہی ہے کہ ہمیں جس چیز سے ڈرنا چاہیے اس سے نہیں ڈرتے۔ ہمیں سب و کتاب دوزخ سے ڈرنا چاہیے لیکن نہیں ڈرتے۔

رزق و روزی، مقام و دولت جو پہلے سے مقدر میں اس سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے لیکن ہم پھر بھی ڈرتے ہیں!!۔

پیام: ۱۔ راز فاش نہ کریں! آخاف ان یا کله الذب! حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کی سادت سے واقف تھے اسی لئے حضرت

یوسف سے فرمایا تھا کہ بھائیوں سے اپنا خواب بیان نہ کرنا، لیکن یہاں پر ان کی سادت کا ذکر نہیں کرتے بلکہ بھیرٹے اور غفلت کا

بہانہ کر رہے ہیں۔

۲۔ اپنے بچوں کی نسبت احساس ذمہ داری پیغمبروں کی ایک نصلت ہے۔ یحزنی! آخاف۔

۳۔ اپنے بچوں کو مستقل بنائیں، عشق پدری اور اپنے بچے کو آنے والے احتمالی خطرہ سے بچانا دو حقیقتیں ہیں، لیکن اپنے بچے کو

مستقل بنانا بھی ایک حقیقت ہے حضرت یعقوب نے جناب یوسف کو تمام بھائیوں کیساتھ روانہ کر دیا اس لئے کہ نوجوان کو آہستہ آہستہ باپ

سے جدا ہو کر اپنے لئے دوست بنانا چاہیے اسے فکر کر کے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہیے چاہے کتنی ہی مشکلات اور غم و الم کا سامنا

کرنا پڑے۔

۴۔ جھوٹے کو راستہ نہ دکھاؤ (روایتوں میں آیا ہے کہ بھیڑیے کا موضوع جناب یوسف کے بھائیوں کے ذہن میں نہیں تھا بلکہ حضرت یعقوب کے بیان نے انہیں اس طرف متوجہ کیا<sup>۱</sup>)

(۱۴) قَالُوا لِمَنْ أَكَلْتَ الذَّعْبَ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّا إِذًا نَكَا سُرُونَ ”وہ لوگ (یعقوب کے بیٹے) کہنے لگے جبکہ ہماری جماعت قوی ہے (اس پر بھی) اگر اس کو بھیڑیا کھا جائے تو ہم لوگ یقیناً بڑے گھانا اٹھانے والے (نکمے) ٹھہریں گے۔“

نکات: ”عصبتہ“ متحد و قوی گروہ و جماعت کو کہتے ہیں اس لئے کہ وحدت و یکبہتی میں اعصاب بدن کی طرح ایک دوسرے کی حمایت کرتے ہیں۔ پیام: ۱۔ کبھی بزرگ اپنے تجربہ اور آگاہی کی بنیاد پر خطرے کا احساس کر لیتے ہیں لیکن جوان اپنی طاقت و قدرت پر مغرور ہوتے ہیں اور خطرہ کو مذاق سمجھتے ہیں۔ سخن عصبتہ اب پریشان ہے لیکن بچے اپنی طاقت و قدرت پر نازاں ہیں۔

۲۔ اگر کوئی ذمہ داری کو قبول کر لے اور اسے نہ بھاسکے تو وہ اپنا سرمایہ، شخصیت، آبرو اور ضمیر کو خطرے میں ڈال دیتا ہے اور آخر کار نقصان اٹھاتا ہے۔ مخاسرون۔

۳۔ ظاہری فریب اور جھوٹے احساسات کا اظہار جناب یوسف کے بھائیوں کا ایک دوسرا حربہ تھا۔ اِنَّا إِذًا نَكَا سُرُونَ۔

(۱۵) فَلَمَّا ذُهِبُوا بِهِ وَاجْتَمَعُوا أَن يَجْعَلُوهُ فِي غِيَابَةِ النُّجُبِ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ هَذَا وَهُمْ لَلْغٰثِرُونَ۔ ”فرض یوسف کو جب یہ لوگ

لے گئے اور اس پر اتفاق کر لیا کہ اسکو اندھے کنویں میں ڈال دیں اور (آخر کار یہ لوگ گزرے تو) ہم نے یوسف کی طرف وحی

بھیجی کہ (تم گھبراؤ نہیں) ہم عنقریب تمہیں بڑے مرتبہ پر پہنچائیں گے (تب آپ انکے) اس فعل (بد) کے بارے میں انہیں

ضرور بتائیں گے جبکہ انہیں اس بات کا شعور تک نہیں ہوگا۔“ نکات: ”و جب سے خدا نے حضرت یوسف کو حاکم بنانے کا ارادہ

کیا اسی وقت سے ضروری ہو گیا کہ جناب یوسف چند مراحل سے گزریں غلام بنیں تاکہ غلاموں پر رحم کریں، کنویں اور قید خانہ میں رہیں

تاکہ قیدیوں پر رحم کریں۔ اسی طرح خداوند متعال اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ سے فرماتا ہے کہ آپ فقیر و یتیم تھے پس یتیم و فقیر کو اپنے پاس سے نہ بھگائیں۔ اَلَمْ یَجِدْکَ یتیمًا فَاوَسٰی.. فَاَمَّا الیتیم فَلَاتَقْصِرْ!..

پیام: ۱۔ کنویں کے اندر جناب یوسف کے اطمینان کا بہترین وسیلہ روشن مستقبل اور نجات کے بارے میں ”خدا کی طرف سے الام ہے“ اوجینا الیہ۔

۲۔ مخالفین کا اتفاق نظر اور اجتماع تمام مقامات پر کارساز اور حقانیت کی دلیل نہیں ہے بلکہ قانون خداوندی ہی حق ہونے کی دلیل ہے۔ اجمعوا... و اوجینا الیہ۔

۳۔ حساس موقع پر امداد الہی، اولیاء خدا کی طرف آتی ہے اپنی غیابت الجب... و اوجینا الیہ۔

۴۔ جناب یوسف جوانی میں بھی وحی الہی کو حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے اوجینا الیہ۔

سازش اور عمل کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے (بھائیوں نے کنویں میں پھینکنے کی سازش کی) (القصہ) لیکن جب عمل کا مرحلہ آیا تو جناب یوسف کو کنویں میں چھوڑ دیا بچلوہ۔

(۱۶) وَجَاعُوا اَبَانُہُمْ عِشَاءً یَبْکُونُ ”اور یہ لوگ (اپنی سازش کو عملی جامہ پہنانے کے بعد) رات کی ابتدا میں اپنے باپ کے پاس (بناوٹی رونا) روتے ہوئے آئے“۔

پیام: ۱۔ سازش کرنے والے احساسات اور مناسب موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ [عشاء]

۲۔ گریہ ہمیشہ صداقت کی علامت نہیں ہے لہذا ہر آنسو پر بھروسہ نہ کریں۔ یبکون!۔

(۱۷) قَالُوا يَا أَبَانَا إِنَّا ذَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَالْكَذِبُ وَمَا نُبَيِّنُ لَنَا وَكَانُوا صَادِقِينَ ۝ اور کہنے لگے: اے بابا! ہم لوگ تو جا کر دوڑ لگانے لگے اور یوسف کو (تھا) اپنے اسباب کے پاس چھوڑ دیا اتنے میں بھیڑنا آکر اسے کھا گیا اور ہم لوگ سچے

نکات: ۱۔ بھائیوں نے اپنی خفا کی توجیہ کے لئے پے در پے تین جھوٹ کا سہارہ لیا: ۱۔ کھیلنے گئے تھے۔

۲۔ یوسف کو سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا۔

۳۔ یوسف کو بھیڑنا کھا گیا۔

پیام: ۱۔ خیانت کار، ڈرپوک اور جھوٹا ہوتا ہے، راز فاش ہونے سے ڈرتا ہے۔ مانت بمومن لنا ولو كنا صادقين۔

۲۔ مقابلہ و مسابقہ کا رواج گزشتہ ادیان میں بھی تھا۔ سبق۔

(۱۸) وَجَاءُوا عَلَىٰ قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ آبَاؤُكُمْ أَنِفْتَكُمُ أَمْزَا فَبَصُرُ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الشَّعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ۝ یہ لوگ یوسف کے کرتے

پر جھوٹ موٹ (بھیڑ) کا خون بھی (لگا کے باپ کے پاس) لے آئے۔ یعقوب نے کہا (بھیڑیے نے نہیں کھایا ہے) بلکہ

تمہارے دل نے تمہارے بچاؤ کے لئے ایک بات گڑھی ہے پھر (تو مجھ کو) صبر جمیل (کرنا) ہے اور جو تم لوگ کہتے ہو اس پر

خدا ہی سے مدد مانگی جاتی ہے۔“

نکات: مقدرات الہی پر صبر کرنا اچھی بات ہے لیکن ایک بچے پر جو ظلم ہوا ہے اس پر صبر کرنا کون سی ایسی بات ہے جسے

حضرت یعقوب ”صبر جمیل“ سے یاد فرما رہے ہیں؟ جواب: سب سے پہلی بات تو یہ کہ حضرت یعقوب وحی کے ذریعے جانتے

<sup>۱</sup> قرآن مجید میں گریہ اور آنسو کی چار قسمیں ہیں: ۱. شوق و محبت کے آنسو۔ عیسائیوں کا ایک گروہ قرآن مجید کی آیتیں سن کر آنسو بہاتا تھا... تری اعینہم تفيض من الدمع مما عرفوا من الحق (سورہ مائدہ آیت ۸۳) ۲. حزن و حسرت کے آنسو۔ عشق و محبت سے سرشار مسلمان جیسے ہی رسول اکرم ﷺ سے سنتے تھے کہ جنگ میں جانے کی جگہ نہیں ہے تو رونے لگتے تھے۔ (تفيض من الدمع حزنا الا يجدوا ما ينفقون۔) (سورہ توبہ آیت ۹۲) ۳. خوف و پر اس کے آنسو: اولياء الہی کے سامنے جیسے ہی آیات کی تلاوت ہوتی ہے روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے ہیں: (خزوا سجدا و بکیا) (سورہ مریم آیت ۵۸) (و یخرون للانقان ببکون و یزیدہم خشوعا۔) (سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۰۹) ۴۔ مگر مچھ کے آنسو: سورہ یوسف کی یہی سولہویں آیت جس میں برادران یوسف اپنے باپ کی خدمت میں روتے ہوئے آئے کہ یوسف کو بھیڑنا کھا گیا۔ (ببکون)



تھے کہ جناب یوسف زندہ ہیں۔ دوسری بات یہ کہ جناب یعقوب کی ذرا سی ایسی حرکت جس سے بھائیوں کو گمان ہو جاتا کہ حضرت یوسف زندہ ہیں تو وہ کنویں پر جا کر انہیں نیت و نابود کر دیتے تیسری بات یہ کہ ایسا کام نہیں کرنا چاہیے کہ حتی ظالموں پر بھی مکمل طور پر توبہ کی راہیں بند ہو جائیں۔

پیام: ۱۔ مظلوم نائی کے دھوکے میں نہ آؤ (جناب یعقوب، خون بھرے کرتے اور آنسو کے فریب میں نہ آئے بلکہ فرمایا یہ تم نے اپنے بچاؤ کے لئے گڑھا ہے) اہل سولت کلم انفسکم۔

۲۔ سازشوں سے بچتے رہو۔ بدم کذب۔

۳۔ نفس اور شیطان، انسان کے نزدیک گناہ کو اچھا کر کے پیش کرتے ہیں اور گناہگاروں کے لئے طرح طرح کے بہانے بناتے ہیں۔ اہل سولت کلم انفسکم۔

۴۔ بہترین صبر وہ ہے جہاں دل جل رہا ہو آنسو نہ تھمتے ہوں پھر بھی خدا فراموش نہ ہو۔ واللہ المتعان۔

۵۔ باطنی طاقت اور صبر کے علاوہ حوادث میں انسان کو اللہ سے بھی مدد حاصل کرنی چاہیے۔ فصبر جمیل واللہ المتعان۔

(۱۹) وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَى دَلْوَةً قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَذَا غُلَامٌ وَأَسْرُوهُ بِضَاعَتَهُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ۔ (خدا کی شان دیکھو یوسف کنویں میں تھے کہ) ایک قافلہ (وہاں) آکر اترا ان لوگوں نے اپنے تے کو (پانی بھرنے) بھیجا اس نے اپنا ڈول ڈالا ہی تھا (کہ یوسف اس میں ہو بیٹھے اور اس نے کھینچنا تو باہر نکل آئے) وہ پکارا! آہا یہ تو لڑکا ہے اور قافلہ والوں نے یوسف کو قیمتی سرمایہ سمجھ کر چھپا رکھا حالانکہ جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں خدا اس سے خوب واقف ہے، نکات: و خداوند متعال اپنے مخلص بندوں کو ان کے حال پر نہیں چھوڑتا بلکہ مصیبتوں اور مشکلات سے نجات دیتا ہے۔ جیسا کہ جناب نوح کو پانی کے اوپر، جناب یونس کو پانی کے اندر اور جناب یوسف کو پانی کے کنارے نجات دی۔ اسی طرح جناب ابراہیم کو آگ سے جناب موسیٰ کو وسط دریا میں اور

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو غار کے اندر، حضرت علی علیہ السلام کو شب ہجرت رسول اکرم کے بستر پر سوتے ہوئے نجات دی۔ جب بھی خدا ارادہ کرتا ہے تو انسانی درخواست اور خواہش کے بغیر وہ جامہ عمل سے آراستہ ہو جاتا ہے۔ جناب موسیٰ آگ لانے گئے تھے لیکن وحی اور پیغمبری کے ساتھ لوٹے، یہ قافلہ پانی لانے کے لئے گیا تھا لیکن وہ جناب یوسف کو نجات دے کر لوٹا۔

و ارادہ الہی سے کنویں کی رسی ویلہ قرار پائی کہ جناب یوسف کنویں کی گہرائی سے نکل کر تخت و تاج اور حکومت تک پہنچیں تو ذرا غور کریں کہ ”جبل اللہ“ (اللہ کی رسی) سے کیا کیا کارنامے انجام پذیر ہو سکتے ہیں اور انسان بلندیوں کی کن منازل تک پہنچ سکتا ہے۔

پیام: ۱۔ جب اپنے حمایت نہیں کرتے تو خدا غیروں کے ذریعہ سے مدد کرتا ہے جناب یوسف کے بھائی انہیں کنویں میں ڈال کر چلے گئے لیکن نا آشنا قافلہ نے انہیں نجات دی۔ جانت یار۔

۲۔ کام کا آپس میں تقسیم کرنا معاشرتی زندگی کے اصولوں میں سے ایک اصل ہے [وارد ہم] (پانی لانے کے ذمہ دار شخص کا ذکر ہے)

۳۔ کچھ لوگ انسان کو بھی بصاعت اور پونجی سمجھنے لگتے ہیں۔ بصاعت۔

۴۔ حقیقت دوسروں سے پوشیدہ ہو سکتی ہے لیکن عالم الغیب خدا سے کیسے پوشیدہ ہوا سر وہ... واللہ علیم۔

(۲۰) وَ شَرُّهُ بَشَرٌ نَجَّسَ دَرَاهِمَ مَخْدُودَةً وَ كَانُوا فِيهِ مِنَ الرَّاهِدِينَ ”(قافلہ والوں نے) یوسف کو بڑی کم قیمت پر چند گنتی کے کھوٹے درہم کے عوض بیچ ڈالا اور وہ لوگ اس میں زیادہ طمع بھی نہیں رکھتے تھے“۔

<sup>۱</sup> واقعہ یوسف میں ہر گروہ نے کچھ نہ کچھ چھپانا چاہا لیکن خداوند عالم نے سب کچھ آشکار کر دیا بھائیوں نے کنویں میں ڈالنے کو چھپایا، زلیخا نے اپنے عشق کو چھپایا۔ لیکن خدا نے ظاہر کر دیا۔

نجات: وہ ہر آدمی اپنے وجود کے یوسف کو سستا بچ کر پشیمان ہوتا ہے کیونکہ، عمر، جوانی، عزت و استقلال اور انسان کی پاکیزگی ان میں سے ہر ایک یوسف ہے جسے سستا نہیں بچنا چاہیئے۔

پیام: ۱۔ وہ مال جو آسانی سے آتا ہے وہ آسانی سے چلا بھی جاتا ہے۔ شروہ۔

۲۔ جو شخص کسی چیز کی اہمیت اور قیمت کو نہیں پہچانتا اسے سستا بچ دیتا ہے، بٹمن بٹس (قافلہ والے حضرت یوسف کی حقیقت و اہمیت سے نا آشنا تھے)

۳۔ انسان پہلے گرایا جاتا ہے پھر غلام بنایا جاتا ہے اس کے بعد سستا بچ دیا جاتا ہے۔

۴۔ پیسوں کی تاریخ، اسلام سے ہزاروں سال پرانی ہے۔ ذرا ہم۔

۵۔ نظام غلامی اور غلام فروشی کا سابقہ طولانی ہے۔ شروہ۔

۶۔ قانون طلب و رسد (بازار میں مال کی آمد اور خریدار کی کثرت) قیمت کی تعیین میں موثر ہے (چونکہ قافلے والے بیزار تھے اس لئے یوسف کو ارزاں بچ دیا)

۷۔ بے معرفت مردوں نے جناب یوسف کو کم قیمت میں بچ دیا لیکن با معرفت عورتوں نے جناب یوسف کو ایک کریم فرشتہ کہا۔ روایت میں آیا ہے ”رب امرءة افقه من الرجل“، کتنی ہی ایسی عورتیں ہیں جو مردوں سے زیادہ سمجھ دار ہوتی ہیں۔

(۲۱) وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِصْرَ لَامْرَأَتِهِ أَكْرَمِي مِثْوَاهُ عَمِي أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَنَدَّا وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ۔ ”اور مصر کے لوگوں میں سے جس نے ان کو خریدا تھا اس نے اپنی بیوی سے کہا: اس کو عزت و آبرو سے رکھو (غلام نہ سمجھو) عجب نہیں یہ ہمیں کچھ نفع پہنچائے یا (شاید) اسکو اپنا بیٹا ہی بنا لیں۔ اور

یوں ہم نے یوسف کو اس سرزمین میں (جگہ دے کر) قابض بنایا اور غرض یہ تھی کہ ہم اسے خواب کی باتوں کی تعبیر سکھائیں اور خدا تو اپنے کام پر ہر طرح سے غالب و قادر ہے مگر بہتیرے لوگ اسے نہیں جانتے ہیں۔“

نکات: و اگر انسان کا خریدار عزیز ہو تو تلخ حوادث میں بھی انجام اچھا ہوتا ہے لہذا اگر ہم خود کو واقعی عزیز (یعنی خدائے متعال) کے ہاتھوں بچ ڈالیں تو آخرت میں خسارت و حسرت میں گرفتار نہ ہوں گے۔

پیام: ۱۔ بزرگواری جناب یوسف کے چہرہ سے نمایاں تھی یہاں تک کہ جس نے آپ کو خریدا اس نے بھی اپنی بیوی سے تاکید کر دی کہ ان کو غلام کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ اکرمی مشواہ۔

۲۔ دل، اللہ کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں۔ لہذا حضرت یوسف کی محبت خریدار کے دل میں بیٹھ گئی عسیٰ اُن یُنْفَعْنَا اَوْ نَتَّخِذْهُ وُلْدًا۔

۳۔ لوگوں کا احترام کر کے ان سے مدد کی امید رکھ سکتے ہیں اکرمی۔ یُنْفَعْنَا۔

۴۔ بچے کو گود لینا تاریخی سابقہ رکھتا ہے نَتَّخِذْهُ وُلْدًا۔

۵۔ علم و قدرت بذمہ داری کو قبول کرنے کی دو شرطیں اور نعمت الہی ہیں مَلْنَا یُنْفَعْنَا۔

۶۔ تنجیوں برداشت کرنے کا نتیجہ شیرینی ہے بَشْنِ بَشْنِ مَلْنَا یُونُف۔

۷۔ خدا کا غالب ارادہ جناب یوسف کو چاہ سے جاہ تک لے گیا مَلْنَا یُونُف۔

۸۔ جس کو ہم حادثہ سمجھتے ہیں درحقیقت خداوند عالم اس کے ذریعہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کی راہ ہموار کرتا ہے۔ غَالِب عَلٰی اَمْرِهِ۔

۹۔ لوگ ظاہری حوادث کو دیکھتے ہیں لیکن الہی اہداف سے بے خبر ہوتے ہیں لَا یَعْلَمُونَ۔

(۲۲) وَلَمَّا بَلَغَ أَفْئِدَهُ آيَاتَهُ عَلَّمْنَا وَعَلَّمْنَا وَكَذَلِكَ نُخْرِجُ الْمُحْسِنِينَ“۔ اور جب یوسف اپنی جوانی کو پہنچے تو ہم نے ان کو حکم (نبوت یا حکمت) اور علم عطا کیا اور نیکو کاروں کو ہم ایسے ہی جزا دیا کرتے ہیں۔“

نکات: وکلمہ ”أَفْئِدَهُ“ کا ریشہ ”أَفَدَ“ ہے جو مضبوط گرہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یہاں بطور استعارہ ”روحی و جسمی استحکام“ کے لئے آیا ہے۔ یہ کلمہ قرآن مجید میں کبھی بلوغ کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسے سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوا ہے ”حتی یبلغ اشدہ“<sup>۱</sup> یعنی مال یتیم کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ سن بلوغ تک پہنچ جائے۔ اور کبھی ”دیہی“ اشد چالیس سال کے سن کے لئے استعمال ہوا ہے جیسے سورہ احقاف میں ارشاد ہوا ہے ”بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنہ“<sup>۲</sup> اور کبھی بڑھاپے سے پہلی والی زندگی کے لئے استعمال ہوا ہے جیسے سورہ غافر میں ارشاد ہوا ”ثم ینخر حکم طفلاً ثم لتبلغوا اشدکم ثم لکنونوا شیوخاً“<sup>۳</sup>

پیام: ۱۔ ایک قوم و معاشرے کی رہبری کے لئے علم و حکمت کے علاوہ جسمی طاقت بھی ضروری ہے۔ [بَلِّغْ أَفْئِدَهُ] ۲۔ علوم انبیاء اکتسابی نہیں ہیں آیتناہِ عَلَّمْنَا۔

۳۔ الطافِ الہی انسان کی لیاقت اور قانون کی بنیاد پر ہیں۔ نُخْرِجُ الْمُحْسِنِينَ۔

۴۔ پہلے نیکی اور احسان کرنا چاہئے تاکہ انعام الہی کے لائق ہو سکیں نُخْرِجُ الْمُحْسِنِينَ۔

۵۔ نیک کام کرنے والے اس دنیا میں بھی کامیاب ہو جاتے ہیں کَذَلِکَ نُخْرِجُ الْمُحْسِنِينَ۔

۶۔ ہر وہ شخص جو علمی اور جہانی طاقت رکھتا ہے لطف الہی اس کے شامل حال نہیں ہوتا بلکہ محسن ہونا بھی ضروری ہے۔ نُخْرِجُ

الْمُحْسِنِينَ۔

<sup>۱</sup> استعارہ علم معانی بیان کی ایک اصطلاح ہے جو در حقیقت تشبیہ ہے لیکن فرق یہ ہے کہ تشبیہ میں مشبہ و مشبہ بہ مذکور ہوتا ہے لیکن جب یہ حذف ہو جاتے ہیں تو اسے ”استعارہ“ کہتے ہیں۔ مترجم

<sup>۲</sup> سورہ انعام آیت ۱۵۲،

<sup>۳</sup> سورہ احقاف آیت ۱۵،

<sup>۴</sup> سورہ غافر آیت ۶۲۔

(۲۳) وَرَأَوْدَتْهُ اُنْتِ بُوْنِي بِئْتَهَا عَنْ نَفْسِهِ وَفَلَقَتْ اَلْاَبْوَابَ وَقَالَتْ يَتِ كَكَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّ رَبِّيْ اَحْسَنُ مِمَّا مِثْلِيْ اِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ .  
 ”اور جس عورت کے گھر میں حضرت یوسف رہتے تھے اس نے (اپنا مطلب حاصل کرنے کے لئے) خود ان سے آرزو کی اور  
 تمام دروازے بند کر دیئے اور (بے تابانہ) کہنے لگی: لو آؤ میں تمہارے لئے آمادہ ہو یوسف نے کہا: معاذ اللہ (اللہ کی پناہ) وہ میرا  
 پروردگار ہے اس نے مجھے اچھا مقام دیا ہے (میں ایسا ظلم کیونکر کر سکتا ہوں) بے شک (ایسا) ظلم کرنے والے فلاح نہیں پاتے  
 “۔

نکات: وَاٰیٰتِ كَعِ اِسْ جملہ ”اِنَّ رَبِّيْ اَحْسَنُ مِمَّا مِثْلِيْ“ کی تفسیر میں دو احتمال پائے جاتے ہیں: ۱۔ خداوند متعال میرا پروردگار ہے  
 جس نے مجھے عزت دی ہے اور میں نے اسی کی طرف پناہ لی ہے۔

۲۔ عزیز مصر میرا مالک ہے اور میں نے اس کے دسترخوان پر زندگی گزار رہی ہے، اس نے تم سے میرے بارے میں ”اکرمی  
 مشواہ“ کہا ہے لہذا میں اس سے خیانت نہیں کر سکتا۔ یہ دونوں احتمال اپنے لئے دلائل رکھتے ہیں اور شواہد کی بنیاد پر استناد بھی کیا  
 جاتا ہے۔ لیکن ہماری نظر میں پہلا احتمال بہتر ہے کیونکہ حضرت یوسف نے تقویٰ الہی کی بنیاد پر خود کو گناہ سے آلودہ نہ کیا۔ نہ یہ کہ  
 اس بنیاد پر پرہیز کیا کہ چونکہ میں عزیز مصر کے گھر میں رہتا ہوں اور اس کے مجھ پر حق ہیں لہذا اس کی بیوی کے ساتھ برا قصد نہیں  
 کروں گا۔ کیونکہ یہ کام تقویٰ سے کم تر ہے۔ یقیناً اس سورہ میں چند جگہوں پر کلمہ (ربک) سے مراد ”عزیز مصر“ ہے لیکن کلمہ  
 ”ربی“ جو استعمال ہوا ہے اس سے مراد خداوند متعال ہے۔ دوسری طرف جناب یوسف کی شان سے بعید ہے کہ وہ خود کو اتنا  
 حقیر بنا لیں کہ عزیز مصر کو ”ربی“ کہنے لگیں۔

پیام: ۱۔ جہاں کم تقویٰ اور نامحرم عورتیں رہتی ہیں وہاں جوان لڑکوں کو نہیں چھوڑنا چاہیئے کیونکہ وہاں غلط آرزوں کے دروازے کھول  
 دیئے جاتے ہیں۔ وَرَأَوْدَتْهُ... فی بئْتَهَا۔

۲۔ بڑے گناہ نرم لطیف انداز سے شروع ہوتے ہیں۔ وراؤڈٹھ۔

۳۔ غلط کام کرنے والوں کا نام لینے سے پرہیز کرنا چلیئے ان کے سلسلے میں فقط اشارہ کنایہ سے بات کرنی چاہیے۔ ائٹی۔

۴۔ مرد کا پاک ہونا کافی نہیں ہے کیونکہ کبھی کبھی عورتیں بھی مردوں کے لئے پریشانی کا باعث ہوتی ہیں وراؤڈٹھ۔

۵۔ نامحرم مرد و عورت کا کسی ایسی جگہ جمع ہونا جہاں کوئی نہ ہو، گناہ کی راہ ہموار کرتا ہے غَلَقَتْ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ يَتْ لَكَ۔

۶۔ ہمیشہ تاریخ میں ”زنا کا گناہ ایک ثابت شدہ جرم ہے“ اسی وجہ سے عزیز مصر کی بیوی نے تمام دروازوں کو مضبوطی سے بند کر دیا

تھا۔ غَلَقَتْ الْأَبْوَابَ۔

۷۔ رسوائی سے بچنے کے لئے بذات خود اقدامات کیئے۔ غَلَقَتْ۔

۸۔ عشق بطور دفعی اور یک بارگی نہیں ہوتا بلکہ دل لہجانے کے نتیجے میں تدریجاً پیدا ہوتا ہے یوسف کا مسلسل گھر میں رہنا عشق کا

باعث ہوا۔ فی بیئنا۔

۹۔ شہوت کی طاقت اس حد تک ہے کہ بادشاہ کی بیوی بھی اپنے غلام کی اسیر ہو جاتی ہے۔ وراؤڈٹھ ائٹی۔

۱۰۔ تقویٰ کی بہترین قسم یہ ہے کہ خدا سے محبت کی بنیاد پر گناہ نہ کریں نہ کہ دنیا میں رسوائی اور آخرت کے خوف سے گناہ ترک کریں

۔ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّ رَبِّي أَحْسَنُ مَثْوًى۔

۱۱۔ تمام دروازے بند ہیں لیکن خدا کی پناہ کا دروازہ کھلا ہے۔ غَلَقَتْ الْأَبْوَابَ... مَعَاذَ اللَّهِ۔

۱۲۔ تقویٰ اور انسانی ارادہ انحراف اور غلطیوں کی راہ پر غالب آسکتا ہے مَعَاذَ اللَّهِ۔

۱۳۔ خدا سے لو لگانا گناہ اور لغزش سے دور رہنے کا سبب ہے۔ مَعَاذَ اللَّهِ۔





اس کی کوئی محکمہ سند نہیں ہے۔ وقرآن مجید میں کئی مرتبہ اولیائے خدا کے بارے میں دشمنان دین کی سازشوں اور ارادوں کا ذکر آیا ہے لیکن ان تمام موارد میں خداوند عالم نے ان کی سازشوں پر پانی پھیر دیا مثلاً جنگ تبوک سے واپسی پر منافقین نے چاہا کہ پیغمبر اسلام کے اونٹ کو بھڑکا کر آنحضرتؐ کو شہید کر دیں لیکن وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکے، (وہمو با لم یالوا) نیز کچھ لوگوں نے پیغمبر اسلام کو منحرف کرنے کا ارادہ کیا (فحمت طائفة منهم ان یضلوا) (۲) یا دست درازی کا ارادہ کیا لیکن کامیاب نہیں ہوئے (حمم قوم ان یطوا ایکم ایدیم کف ایدیم حکم پیام: ۱۔ اگر امداد الہی نہ ہو تو ہر شخص کے پیر پھسل جائیں لو ہم بہا لولا ان رأی بزبان ربّہ۔

۲۔ خداوند متعال اپنے مخلص بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔ لِنُصْرَفَ عَنْهُ السُّوءُ ۱۱۳ اِنَّ مِنْ عِبَادِنَا الْمُتْلِصِينَ۔

۳۔ انبیاء میں عام انسانوں کی طرح غریزہ شہوت موجود ہے لیکن خدا پر قوی ایمان ہونے کی بنیاد پر گناہ نہیں کرتے ۱۱۴ اِنَّهُمْ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَأَى بَزْبَانَ رَبِّہ۔

۱۔ خداوند عالم نے فرمایا: لِنُصْرَفَ عَنْهُ السُّوءُ وَالْفِئْءَا ۱۱۳ اِنَّ مِنْ عِبَادِنَا الْمُتْلِصِينَ۔

۲۔ خود حضرت یوسفؑ نے فرمایا: رَبِّ السُّجُنِ احب الیّ ما یدعوننی الیہ۔ پروردگارا! قید خانہ میرے لئے اس سے بہتر ہے جسکی طرف یہ لوگ مجھے بلا رہے ہیں۔ دوسری جگہ پھر فرمایا: انی لم اخذ بالغب۔ میں نے صاحب خانہ کے پیچھے خیانت نہیں کی ہے ۱۱۴ اِنَّهُمْ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَأَى بَزْبَانَ رَبِّہ۔

۱۔ سورہ توبہ آیت ۷۴

۲۔ سورہ نساء آیت ۱۱۳۔

۳۔ سورہ مائدہ آیت ۱۱۔

۴۔ حضرت یوسفؑ پاکدامن اور معصوم تھے۔ اسکی دلیل ان لوگوں کا بیان ہے جو کسی نہ کسی طرح آپ سے متعلق تھے۔ بطور نمونہ کچھ دلیلیں ملاحظہ ہوں۔

(۲۵) وَاسْتَبَقْنَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَيْصَةَ مِنْ دُبُرِ وَأَلْفِيَا سَيْدَهَا لُدَى الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَنْفِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُبْجِنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ.  
 ”اور دونوں دروازے کی طرف جھپٹ پڑے اور زلیخا نے پیچھے سے ان کا کرتہ (پکڑ کر کھینچا) اور پھاڑ ڈالا ناگمانی دونوں نے زلیخا کے شوہر کو دروازے کے پاس کھڑا پایا، زلیخا (یوسف سے انتقام لینے یا اپنی پاکدامنی ثابت کرنے کے لئے) جھٹ (اپنے شوہر) سے کہنے لگی کہ جو تمہاری بیوی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے اسکی سزا اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ یا تو قید کر دیا جائے یا دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا جائے“۔۹۔

F لقد روادته عن نفسه فاستحسَمَ۔ یقیناً میں نے یوسف کو لہجایا تھا لیکن وہ معصوم ہیں۔

۲۔ عزیز مصر نے کہا: یوسف اعرض عن هذا واستغفر لي ذنبي۔ اے یوسف تم اس ماجرا سے صرف نظر کر لو۔ اور زلیخا سے کہا: تم اپنے گناہ سے توبہ کرو۔ ۵۔ شاہد جس نے گواہی دی کہ اگر کرتہ پیچھے سے پھٹتا ہے تو معلوم ہو گا کہ یوسف پاکدامن ہیں۔ (ان کا ن قیصہ...)۔ ۶۔ مصر کی عورتوں نے گواہی دی کہ ہم جناب یوسف کے بارے میں کوئی گناہ نہیں جانتیں، (ما علنا عليه من سوء)۔ ۷۔ ابلیس کہ جس نے تمام لوگوں کو فریب دینے کا وعدہ کیا ہے اس نے کہا: الاعدادك منم المخلصين۔ میں تیرے مخلص بندوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا، اور یہ آیت جناب یوسف کو ”مخلص“ کہہ رہی ہے۔

نکات: ”استباق“ کے معنی یہ ہیں کہ دو یا چند آدمی ایک دوسرے سے سبقت و پہل کریں ”قد“ لمبائی میں پھٹ جانے کو کہتے ہیں۔ ”لفاء“ یعنی ناگہاں پالینا۔

پیام: ۱۔ صرف معاذ اللہ کہنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ گناہ سے فرار بھی ضروری ہے۔ واستبقنا۔

۲۔ کبھی ظاہری عمل ایک ہوتا ہے لیکن اہداف مختلف ہوتے ہیں ایک دوڑتا ہے تاکہ گناہ میں ملوث نہ ہو دوسرا دوڑتا ہے تاکہ گناہ سے آلودہ کر دے۔ استبقنا۔

۳۔ گناہ کی جگہ سے فرار کرنا اور ہجرت ضروری ہے۔ استَبَقْنَا الْبَابَ۔

۴۔ دروازے بند ہونے کا بہانہ کرنا کافی نہیں ہے بلکہ بند دروازے کی طرف بھاگنا چاہیے شاید کھل جائے۔ استَبَقْنَا الْبَابَ۔

۵۔ عزیز مصر کی بیوی نے اپنے شوہر کے احساس اور اس کی محبت سے خوب خوب فائدہ اٹھانا چاہا۔ بَأْتَلُكَ۔

۶۔ مجرم خود کو بری الذمہ کرنے کیلئے دوسروں پر تہمت لگاتا ہے۔ أَرَادَ بَأْتَلُكَ نَوْعَ۔

۷۔ شکایت کرنے والا کبھی کبھی خود مجرم ہوتا ہے۔ قَالَتْ مَا جَزَاءُ۔

۸۔ ہمیشہ سے شوہر دار عورت پر دست درازی کو جرم شمار کیا گیا ہے۔ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بَأْتَلُكَ نَوْعَ۔

۹۔ قید خانہ اور مجرموں کو قید کرنا تاریخی سابقہ رکھتا ہے۔ يُنَجِّنُ۔

۱۰۔ عزیز مصر کی طرف سے سزا کا اعلان کرنا بیوی کی قدرت و طاقت کی علامت ہے۔ يُنَجِّنُ أَوْ عَذَابُ أَلِيمٍ۔

۱۱۔ ہوس آلود عشق، ایک پہل میں عاشق کو قاتل بنا دیتا ہے۔ يُنَجِّنُ أَوْ عَذَابُ أَلِيمٍ،۔

(۲۶) قَالَ هِيَ رَاوَدْتَنِي عَنْ نَفْسِي وَشَهِدْتُهَا مِنْ أُمَّهَا إِنَّهَا كَانَتْ قَمِيصَهُ قَدَّ مِنْ قَبْلِ فَصَدَّقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ”یوسف نے کہا: اس نے

خود مجھ سے (میری خواہش کے برخلاف) میری آرزو کی تھی اور زلیخا ہی کے کنبہ والوں میں سے ایک گواہی دینے والے نے

گواہی دی کہ اگر ان کا کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہے تو یہ سچی ہے اور وہ جھوٹے (کیونکہ ایسی صورت میں یوسف اور عزیز مصر کی بیوی

آگے سے ایک دوسرے سے درگیر ہوتے اور کرتا آگے سے پھٹتا)۔“

نکات: بعض روایتوں میں آیا ہے کہ وہ گواہ ایک بچہ تھا جس نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کی طرح گوارے میں گواہی دی لیکن چونکہ

اس کی سند محکم نہیں ہے لہذا اس پر اعتبار نہیں کر سکتے ہیں، بہتر یہی ہے کہ عزیز مصر کے مشاوروں میں سے ایک مشورہ دینے

والے کو مانیں جو اس کی زوجہ کے خاندان سے تھا اور ذہین و ہوشمند تھا اور وہ عزیز مصر ہی کی طرح واقعہ کا گواہ ہو گیا۔ کیونکہ اگر وہ ماجرے کا عینی گواہ ہوتا تو جملہ شرطیہ کے ساتھ واقعہ کی گواہی دینا بے معنی ہو جائے گا۔ (ان کان...) (اگر ایسا...)

پیام: ۱۔ جناب یوسف نے بات شروع نہیں کی۔ اگر عزیز کی زوجہ آپ پر تہمت نہ لگاتی تو شاید آپ اس کی آبروریزی نہ کرتے اور یہ نہ کہتے: ہی راودشتی۔

۲۔ جس پر تہمت لگائی جا رہی ہے اس کو اپنا دفاع کرنا چاہیے اور اصلی مجرم کو پہنچوانا چاہیے۔ ہی راودشتی۔

۳۔ جن راہوں کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا خدائے متعال ان راہوں سے مدد فرماتا ہے۔ شہد شاہد من اہلنا۔

۴۔ جرم شناسی میں باریک نکات سے مسائل کو کشف کیا جاتا ہے۔ ان کان قیصہ۔

۵۔ قاضی قرآن کی بنیاد پر فیصلہ کر سکتا ہے۔ من قبل۔

۶۔ بے گناہ کا دفاع واجب ہے، خاموشی ہر جگہ اچھی نہیں ہوتی۔ شہد شاہد۔

۷۔ جب خدا چاہتا ہے تو مجرم کے رشتہ دار بھی اس کے خلاف گواہی دیتے ہیں۔ شہد شاہد من اہلنا۔

۸۔ گواہی میں حب و نسب، موقعیت اور رشتہ داری نہیں دیکھنی چاہیے۔ شہد شاہد من اہلنا۔

(۲۷) وَإِنْ كَانَ قِيسَةُ قَدْ مِنْ ذُبْرِ كَلْبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ "اور اگر ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہو تو یہ جھوٹی اور وہ سچے ہیں"۔

نکات: و جناب یوسف کی داستان میں آپ کا کرنا بڑا کار ساز ہے۔ ایک جگہ کرتہ کا پیچھے سے پھٹا ہونا آپ کی بے گناہی اور زلیخا کا جرم ثابت کر گیا۔ دوسری جگہ کرتہ کا نہ پھٹنا بھائیوں کے جرم کا گواہ بن گیا کیونکہ جب انہوں نے جناب یوسف کو کنویں میں ڈالنے

<sup>۱</sup> مقدسات پر تہمت لگانے کا مسئلہ قرآن مجید میں بہت جگہوں پر موجود ہے مثلاً حضرت مریم پر زنا کی تہمت لگائی گئی لیکن خداوند نے نجات دی۔ پیغمبر اسلام کی بیوی پر بھی تہمت لگائی گئی اور یہاں جناب یوسف کی طرف بدکاری کی نسبت دی گئی۔

کے بعد آپ کے پیراہن کو خون آلود کر کے باپ کی خدمت میں دکھایا اور کہا کہ جناب یوسف کو بھیرٹا کھا گیا ہے تو جناب یعقوب نے پوچھا: پھر کرتے کیوں نہیں پھٹا؟ اور قصہ کے آخر میں بھی کرتہ باپ کی مینائی کا سبب بنا۔

پیام: ۱۔ جرم اور مجرم کی تشخیص کے لئے جرم شناسی کے طریقوں کا اپنانا ضروری ہے۔ اِن كَان قَيْصَةَ قَدْ مَن ذُبْر۔

(۲۸) فَلَمَّا رَأَى قَيْصَةَ قَدْ مَن ذُبْرَ قَالَ اِنَّ مَن كَيْدٍ كُنْ اِنَّ كَيْدَ كُنْ عَظِيْمٌ۔ ”پھر جب عزیز مصر نے ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا دکھا (تو اپنی بیوی سے) کہنے لگا: یہ تم ہی لوگوں کے چلتر میں اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہارے چلتر بڑے (غضب کے) ہوتے ہیں۔“

نکات: وکیدکن سے مراد یہ ہے کہ پاک لوگوں پر تہمت لگانا اور خود سے بغیر پریشانی کے جلد از جلد تہمت کو دور کر دینا۔ و اگرچہ قرآن مجید نے شیطان کے کید اور فریب کو کمزور ٹھارا کیا ہے۔ ان کید الشیطان کان ضعیفا۔ لیکن اس آیت میں عورتوں کے چلتر کو بڑا بتایا گیا ہے۔ صاحب تفسیر صافی فرماتے ہیں شیطان کا وسوسہ تھوڑی دیر کے لئے پیچھے سے، غائبانہ اور چوری چھپے ہوتا ہے لیکن عورت کا فریب لطائف و محبت کے ساتھ، سامنے سے اور دائمی ہوتا ہے۔

و کبھی کبھی خدا بڑے بڑے کام چھوٹی چھوٹی چیزوں کے ذریعہ انجام دیتا ہے۔ ابرہہ کو ابابیل کے ذریعہ سرنگوں کرتا ہے، مکڑی کے جالے سے پینہمبر اسلام کی حفاظت کرتا ہے، کوسے کے ذریعہ نسل بشر کو تعلیم دی جاتی ہے، گود کے بچے کے ذریعہ جناب مریم کی عفت اور پاکدامنی ثابت ہوتی ہے، پیچھے سے پھٹے ہوئے کرتے سے جناب یوسف کی پاکدامنی ثابت کرتا ہے، ہدہد کی خبر ایک ملک کو باایمان بنا دیتی ہے اور اصحاب کنف کا انکشاف پمے کے نمونے کے ذریعہ فرماتا ہے۔

پیام: ۱۔ حق نہیں چھپتا لیکن مجرم رسوا ہو جاتا ہے اِنَّ مَن كَيْدٍ كُنْ۔

۲۔ ناپاک عورتوں کے مکر و فریب سے بچنا چاہیئے کیونکہ ان کا چلتر بڑے غضب کا ہوتا ہے۔ اِن کِنْدِکُن عَظِيمٍ۔

(۲۹) یُونُفُ اَعْرَضُ عَن ہَذَا وَاسْتَغْفِرُ لِذَنْبِکَ اِنَّکَ کُنْتَ مِنَ النَّحَّاطِیْنِ۔ (اور عزیز مصر نے یوسف سے کہا: اے یوسف اس کو جانے دو (اے کہیں اور بیان نہ کرنا) اور (اپنی بیوی سے کہا: تو اپنے گناہ کی معافی مانگ، کیونکہ بے شک تم ہی از سر تاپا خطاکاروں میں سے ہو۔“۔

پیام: ۱۔ عزیز مصر چاہتا تھا کہ یہ بات محفی رہ جائے لیکن سارا جہاں اس واقعہ سے مطلع ہو گیا تاکہ جناب یوسف کی پاکدامنی ثابت ہو جائے۔ یُونُفُ اَعْرَضُ عَن ہَذَا۔

۲۔ عزیز مصر نے بھی دوسرے کاخ نشینوں کی طرح ناموس اور غیرت کے سلسلے میں کاہلی کی اور اپنی بیوی کی سرزنش و توبیخ بخیدگی سے نہیں کی۔ اِنَّا اسْتَغْفِرُ۔

۳۔ غیر الہی نامندے اپنی بیویوں کی غیر اخلاقی حرکات پر ان کے خلاف کوئی سنجیدہ اور فیصلہ کن اقدام کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اِنَّا اسْتَغْفِرُ۔

۴۔ عورت کا اپنے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے سے جنسی رابطہ نامشروع و ناجائز ہے۔ اِنَّا اسْتَغْفِرُ لِذَنْبِکَ۔

(۳۰) وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاةٌ الْعَرِيْزُ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ نَفْسِهِ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا اِنَّا لَنَرٰهَا فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ (اور شہر (مصر) میں عورتیں چرچا

کرنے لگیں کہ عزیز (مصر) کی بیوی اپنے غلام سے (ناجائز) مطلب حاصل کرنے کی آرزو مند ہے بیشک غلام نے اسے اپنی الفت میں لہجایا ہے ہم لوگ تو اسے صریح غلطی میں مبتلا دیکھتے ہیں۔“۔

نکات: ”ثغاف“ ”دل کے اوپر پچیدگی کو یا دل کے اوپر نازک جلد جو دل کو اپنے گھیرے میں لئے رہتی ہے“ اسے کہتے ہیں اس جملہ میں ثغفنا ثغاب کے معنی یہ ہیں کہ دل میں محبت رچ بس گئی ہے اور عشق شدید ہو گیا ہے تو ہر شخص جناب یوسف کو اپنانا چاہتا ہے جناب یعقوب اپنا فرزند جانتے ہیں (یا بنی) قافلے والے آپ کو اپنا سرمایہ سمجھتے ہیں (شروہ بٹمن بخش) عزیز مصر آپ کو اپنا گود لیا ہوا فرزند سمجھتا ہے (نخده ودا) زلیخا آپ کو اپنا معشوق سمجھتی ہے (ثغفنا ثغاب) قیدی آپ کو خواب کی تعبیر کرنے والا سمجھتے ہیں (بننا بتا وبلہ) لیکن خدا آپ کو اپنا برگزیدہ بندہ اور رسول سمجھتا ہے (بچبیک ربک) اور جو کچھ جناب یوسف کے لئے رہ گیا تھا وہ مقام رسالت تھا (واللہ غالب علی امرہ)

پیام: ۱۔ حکومتی افراد اور ان کے خاندان کی خبریں جنکل کی آگ کی طرح پھیل جاتی ہیں۔ قال نؤة... امرأة الغریز۔

۲۔ جب خدا چاہتا ہے تو دروازہ بند کرنے کے بعد بھی رسوائی کا داغ دامن کردار پر لگ ہی جاتا ہے۔ قال نؤة... امرأة الغریز  
ثراؤڈ۔

(۳۱) فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَرِّهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مَتَاعًا وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْتَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَذَا بَشَرًا إِنْ هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ”تو جب زلیخا نے ان کے طعنے (اور بد گوئی) سنے تو اس نے عورتوں کو بلا بھیجا اور ان کیلئے ایک تکیہ گاہ آمادہ کی اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک چھری دے دی (تاکہ پھل وغیرہ کاٹ سکیں) اور یوسف سے کہا: اب ان کے سامنے سے نکل تو جاؤ، پس جب عورتوں نے انہیں دیکھا تو انہیں بڑا حسین پایا اور وہ سب کی سب (بیخودی) میں اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں اور کہنے لگیں پاک ہے اللہ یہ آدمی نہیں ہے یہ تو (ہونہ ہو بس) ایک معزز فرشتہ ہے۔“

نکات: وکلمہ ”حاشا“ اور ”تجاشی“ کنارے اور الگ تھلگ رہنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے پرانے زمانے میں یہ رسم تھی کہ لوگ کسی کو بے عیب بتانا چاہتے تھے تو سب سے پہلے خداوند عالم کے بے عیب ہونے کو بیان کرتے پھر اس شخص کی بے عیبی کو بیان کرتے تھے۔

پیام: ۱۔ کبھی کبھی دوسروں کے مسائل پیش کرنے کا ہدف دلسوزی نہیں ہوتی بلکہ حد و جلن، سازش اور ان کے خلاف نقشہ کشی مد نظر ہوتی ہے۔ مگر ہن۔

۲۔ جب عشق ہو جاتا ہے تو انسان ہاتھ کٹنے پر بھی متوجہ نہیں ہوتا۔ اَلْقَلْبُنْ اَیْدِیْہُنْ (اب اگر آپ نے سنا کہ نماز کے وقت حضرت علی علیہ السلام کے پیروں سے تیر نکال لیا گیا لیکن آپ متوجہ نہ ہوئے تو اس پر تعجب نہ کیجئے، اس لئے کہ اگر ظاہری حن اور سطحی عشق ہاتھ کٹنے کی حد تک بڑھ سکتا ہے تو جمال واقعی سے گہرا عشق و محبت انسان کو کس کمال تک پہنچا سکتا ہے؟)

۳۔ فوراً کسی پر تنقید نہیں کرنی چلیئے اس لئے کہ اگر اس کی جگہ پر آپ ہوتے تو شاید وہی کام کرتے۔ اَلْقَلْبُنْ اَیْدِیْہُنْ (تنقید کرنے والیوں نے جب ایک لحظہ کے لئے جناب یوسف کو دیکھا تو عزیز مصر کی بیوی کی طرح یوسف کی محبت میں گرفتار ہو گئیں۔)

۴۔ کبھی کبھی مکر کا جواب مکر سے دیا جاتا ہے (عورتوں نے عزیز مصر کی بیوی کا راز فاش کرنے کی سازش کی تھی لیکن اس نے مہمان بلا کر تمام سازشوں سے پردہ فاش کر دیا۔ اَأَرْسَلْتُ اِلَیْہِمْ۔

۵۔ بزرگ اور بزرگوار سی کے مقابلہ میں انسان فطری طور پر انکساری و تواضع سے پیش آتا ہے۔ اَلْکِبْرَہُ۔

۶۔ اہل مصر اس زمانے میں خدا اور فرشتوں پر ایمان رکھتے تھے۔ حَاشَ لِلّٰہِ... مَلِکُ کَرِیْمٌ۔



(۳۲) قَالَتْ فَاذْ لٰكُنِ الْاَذَىٰ لِنَفْسِي فِيهِ وَلَقَدْ رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ وَلَئِن لَّمْ يَفْعَلْ مَا آَمَرَهُ لَيَحْبَطَنَّ وَّلِيكُلُوْنَا مِنَ الصَّاغِرِيْنَ۔ ” (تب زلیخا ان عورتوں سے بولی جو اپنے ہاتھ کاٹ چکیں تھیں) بس یہ وہی تو ہے جس کے بارے تم سمجھے ملامت کرتی تھیں اور ہاں بے شک میں اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی خود اس سے آرزو مند تھی مگر اس نے اپنی عصمت قائم رکھی اور جس کام کا میں حکم دیتی ہوں اگر یہ نہ کرے گا تو ضرور قید بھی کیا جائے گا اور خوار بھی ہوگا۔“

نکات: وُنفیاتی اور معاشرتی شرائط انسان کے عکس العمل میں اثر انداز ہوتے ہیں جب زلیخا اپنے برے کام کے آشکار ہونے سے ڈری تو ”غفلت الابواب“ دروازے بند کر ڈالے، لیکن جب مصر کی عورتوں کو اپنی طرح دیکھتی ہے تو علی الاعلان کہتی ہے ”انا راودتہ“ میں اس کی آرزو مند تھی۔ اسی طرح جب کسی معاشرے میں برائی کا احساس ختم ہو جاتا ہے تو ان کے لئے گناہ بڑے آسان ہو جاتے ہیں۔ شاید اسی کو روکنے کے لئے ہم دعائے کیمیل میں پڑھتے ہیں ”اللهم اغفر لی الذنوب الّتی تحتک المصم“ پروردگار! میرے ان گناہوں کو بخش دے جو جیا کے پردے کو چاک کر دیتے ہیں۔ کیونکہ شروع میں انسان کے لئے گناہ کرنا سخت ہوتا ہے لیکن جب جیا و شرم ختم ہو جاتی ہے تو پھر گناہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

پیام: ۱۔ دوسروں پر ایسی ملامت نہ کرو جس میں خود ہی گرفتار ہو جاؤ اَفْذٰ لٰكُنِ الْاَذَىٰ لِنَفْسِي فِيْهَا

۲۔ گناہ سے آلودہ عشق، رسوائی کا سبب ہوتا ہے۔ اَرَاوَدْتٰا

۳۔ جھوٹا رسوا ہوتا ہے۔ جس نے کل کہا تھا کہ یوسف بدکاری کرنا چاہتے تھے (اراد باھلک سوء) وہی آج کہہ رہی ہے۔ ا  
لقد رَاوَدْتٰا میں نے آرزو کی تھی۔

۴۔ کبھی دشمن بھی اپنے مد مقابل کی پاکدامنی کی گواہی دیتا ہے۔ اَفَا سْتَعْصَمُ اَلْکٰبِی کبھی مجرم کا ضمیر بھی بیدار ہو جاتا ہے۔

۵۔ پاکدامنی نبوت کا لازمہ ہے۔ فَا سْتَعْصَمُ۔

۶۔ بہت سے پاکدامن افراد اپنے ارادے اور قہد سے زندان میں جاتے ہیں لِنَجْنِ اٰجِنَابِ يُوْسُفِ اٰهِنِ پاكدامنى كے باوجود قید خانہ میں ڈال دئے جاتے ہیں۔

۷۔ قدرت و طاقت سے غلط فائدہ اٹھانا اہل طاغوت کا طریقہ کار ہے۔ لِنَجْنِ۔

۸۔ قید اور رسوائی کی دھمکی، اہل طاغوت کا وطیرہ و حربہ ہے۔ لِنَجْنِ... الصَّاعِرِينَ۔

۹۔ ناکام عاشق دشمن ہو جاتا ہے۔ اَقَالَتْ... لِنَجْنِ وَ لِيَكُونَا مِنَ الصَّاعِرِينَ۔

۱۰۔ محل میں رہنے والوں میں غیرت کی حس ختم ہو جاتی ہے (عزیز مصر نے اپنی بیوی کی خیانت کو سمجھ لیا تھا اور اس سے توبہ کرنے کے لئے بھی کہا تھا لیکن اس کے باوجود جناب یوسف اور زلیخا کے درمیان جدائی نہ ڈالی)

(۳۳) قَالَ رَبِّ النَّجْنِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونِي إِلَيْهِ وَإِلَّا تَصْرَفْ عَنِّي كَيْدُ هُنَّ أَضْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ ” (یہ سب باتیں سن کر یوسف نے) عرض کی اے میرے پالنے والے جس بات کی یہ عورتیں مجھ سے خواہش رکھتی ہیں اس کی نسبت مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے اور اگر تو ان عورتوں کا فریب مجھ سے دفع نہ فرمائے گا تو (مبادا) میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں اور جاہلوں سے شمار کیا جاؤں۔“

نکات: وُجُنَابِ يُوْسُفِ، سہراپا جواں مرد تھے۔ ایک بار بھائیوں کی سادت کے نتیجے میں فدا ہوئے لیکن دشمنی نہیں کی۔ دوسری مرتبہ زلیخا کی شہوت کی وجہ سے قربان ہوئے لیکن گناہ نہیں کیا۔

تیسری دفعہ قدرت کے وقت آپ نے اپنے بھائیوں سے انتقام نہیں لیا۔ چوتھی مرتبہ جیسے ہی ملک کو خطرے میں دیکھا تو وطن لوٹنے کی خواہش کے بجائے ملک کی نجات اور اقتصادی امور کی تدبیر میں لگ گئے۔

و ہر شخص کے لئے کوئی نہ کوئی چیز محبوب ہوتی ہے جناب یوسف کو اپنی پاکدامنی، عورتوں کی آرزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ ایک گروہ کیلئے دنیا زیادہ محبوب ہے یتجون الخیوة الدنیا اور مومنین کے لئے اللہ محبوب تر ہے۔ والذین آمنوا اشد حباً للہ ۳۲

پیام: ۱۔ خدا کی ربوبیت کی طرف متوجہ ہونا آداب دعا میں سے ایک ادب ہے۔ رب۔

۲۔ اولیائے خدا شریفانہ زندگی کی پریشانیوں کو گناہوں میں ملوث آرام دہ زندگی سے بہتر سمجھتے ہیں۔ ارب التجن اُحِبُّ اِلٰی۔

۳۔ ہر آزادی کی اہمیت و عظمت نہیں ہے اور ہر قید خانہ عیب کا باعث نہیں ہے ارب التجن اُحِبُّ اِلٰی۔

۴۔ انسان، خدا کی مدد کی بنیاد پر ہر قسم کے حالات اور شرائط میں گناہ سے کنارہ کشی کر سکتا ہے۔ ارب التجن اُحِبُّ اِلٰی گناہ کے ماحول سے ہجرت ضروری ہے)

۵۔ رنج و محن گناہ کے مرتکب ہونے کا جواز نہیں ہو سکتے۔ ارب التجن اُحِبُّ۔

۶۔ گناہ اور جنسی انحرافات سے محفوظ رہنے کیلئے خدا سے دعا اور مدد مانگنی چاہئے ارب التجن۔

۷۔ انسان کی شخصیت اسکی روح سے وابستہ ہے نہ کہ اسکے جسم سے اگر روح آزاد ہو تو زندان بھی بہشت ہے اور اگر روح تکلیف میں ہو تو محل سرا بھی قید خانہ ہوتا ہے ارب التجن اُحِبُّ۔

۸۔ یا تو تمام عورتیں جناب یوسف کی عاشق ہو گئیں اور ان تک پیغام بھجوایا یا پھر انہوں نے جناب یوسف کو عزیز مصر کی بیوی کی درخواست قبول کرنے کے لئے کہا کیندن، ید غوثی۔

۱ سورہ ابراہیم آیت ۳۔

۲ سورہ بقرہ آیت ۱۶۵۔

۳ واضح ہے کہ جناب یوسف کامرتبہ اس سے بھی بلند و بالا ہے۔ مترجم۔

۹۔ کوئی بھی انسان لطف خدا کے بغیر گناہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا ہے۔ **لَوْ اَلَّا تَصْرَفْ عَنِّي... البحرانی** موقع میں تمہارا راہ نجات خدا پر بھروسہ ہے۔

۱۰۔ الہی امتحانِ محظ بہ محظ سخت سے سخت تر ہوتا جاتا ہے جناب یوسف پہلے ایک عورت کے مکر میں گرفتار تھے اب کئی عورتوں کے مکر میں گرفتار ہو گئے کیڈہن، ایلمین۔

۱۱۔ خدا کی ناراضگی مول لے کر لوگوں کو راضی کرنا، جہالت اور نادانی ہے۔ **لَمَّا يَدْعُونَ... وَأَكْن مِن انجالیین۔**

۱۲۔ گناہ، وہی اور خدا دادی علم کے سلب ہونے کا باعث بنتا ہے۔ **آتیناہ علما و حکما... اکن من ابجالیین۔**

۱۳۔ صرف علم کا نہ ہونا جہالت نہیں ہے بلکہ ایک محظ کی لذت کا انتخاب کرنا اور رضائے الہی سے چشم پوشی بھی سب سے بڑی نادانی ہے۔ **اکن من ابجالیین۔**

(۳۴) **فانتجاب لدرتہ فصرف عتہ کیڈہن اذہ ہوا السمیج العلیم**۔ ”تو ان کے پروردگار نے ان کی سن لی اور ان سے عورتوں کے مکر کو دفع کر دیا اس میں شک نہیں کہ وہ بڑا سننے والا واقف کار ہے۔“

پیام: ۱۔ اللہ والے متجرب الدعوات ہوتے ہیں۔ **أفانتجاب لدرتہ۔**

۲۔ جو شخص بھی خدا کی پناہ گاہ میں چلا جائے وہ ہر چیز سے محفوظ رہتا ہے۔ **فانتجاب لدرتہ فصرف عتہ کیڈہن۔**

۳۔ استجاب دعا خدا کے سمیع و بصیر اور علیم ہونے کی دلیل ہے۔ **فانتجاب... ہوا السمیج العلیم۔**

(۳۵) **ثم بدأ النعم من بعد ما رأوا الآيات لیجئہن حتی حین۔** ”پھر (عزیز مصر اور اس کے لوگوں نے) (باوجودیکہ (یوسف کی پاکدامنی

کی) نشانیاں دیکھ لی تھیں اسکے بعد بھی ان کو یہی مناسب معلوم ہوا کہ کچھ مدت کے لئے ان کو قید ہی کر دیں۔“

پیام: ۱۔ حسن و خوبصورتی ہمیشہ خوش بختی نہیں ہے بلکہ کبھی کبھی آدرد سر بھی بن جاتا ہے۔ اثمٌ بذا لثمٌ... لیجنتہ۔

۲۔ ایک دیوانہ اگر کنویں میں ایک سوئی ڈال دے تو سو (۱۰۰) عقلمند مل کر بھی باہر نہیں نکال سکتے ایک عورت عاشق ہو گئی لیکن اتنے مرد اور حکومتی افراد مل کر بھی اس رسوائی سے بچنے کے لئے کوئی فکر اور تدبیر نہ کر سکے۔ لثمٌ من بعد ما رآوا۔

۳۔ اہل طاغوت کے درباروں اور محلوں میں عدالت کا نفاذ اور محکمہ دکھاوے کے لئے ہوتا ہے تاکہ بے گناہ لوگوں کو محکوم کیا جا سکے۔ لیجنتہ۔

۴۔ کاخ نشین عام طور پر لا پرواہ اور بے شرم ہوتے ہیں۔ آمن بعد ما رآوا الآيات لیجنتہ [جناب یوسف کی پاکدامنی کی ان تمام دلیلوں کے باوجود آپ کو قید خانہ میں ڈال دیتے ہیں۔

(۳۶) وَ دَخَلَ مَعَهُ التَّجْنِ فَتَيَانِ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا قَالَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّبْتَ عَابَتْهُمُ رَبِّهِمْ

إِنَّا نُرَاكُم مِّنَ الْمُحْسِنِينَ۔ ”اور قید خانے میں یوسف کے ساتھ دو جوان بھی داخل ہوئے (چند دن کے بعد) ان میں سے ایک نے

کہا کہ میں نے (خواب) دیکھا ہے کہ میں شراب (بنانے کے واسطے انگور) چھوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا (میں نے بھی

خواب میں) اپنے کو دیکھا کہ میں اپنے سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں اور پرندے اس میں سے کھا رہے ہیں (یوسف) ہمیں اس

کی تاویل بتاؤ یقیناً آپ ہمیں ایک نیک انسان نظر آتے ہیں۔“

نکات: ایک حدیث میں آیا ہے کہ جناب یوسف کو نیک انسان کہنے کی وجہ یہ تھی آپ قید خانہ میں مریضوں کی خدمت کرتے تھے

اور محتاجوں کی مشکلات کو دور کرنے نیز تمام لوگوں کی مشکل حل کرنے کی سعی فرماتے تھے۔

پیام: ۱۔ تاریخی طور پر قیدی اور قید خانہ کا سابقہ بہت قدیمی ہے۔ اودخل معاً التجن



دوسری چیزوں کی بھی خبر دی ہے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام گھروں میں جو کچھ غذاؤں کا ذخیرہ ہوتا تھا اور جو لوگ جو کچھ کھاتے تھے سب کی خبر دے دیتے تھے۔

۱۔ سوال: جناب یوسف نے ان کے خواب کی تعبیر فوراً کیوں نہیں بتائی بلکہ اس کو کچھ دیر کے لئے مؤخر کیوں کر دیا؟ اس سوال کے جواب کو فخر رازی کی زبان سے ملاحظہ فرمائیے: ۱۔ جناب یوسف ان کو انتظار میں رکھنا چاہتے تھے تاکہ اس مدت میں ان کو نصیحت اور تبلیغ کر سکیں تاکہ شاید وہ شخص جس کو پھانسی دی جانے والی ہے وہ ایمان لے آئے اور با ایمان اور عاقبت بخیر اس دنیا سے کوچ کرے۔

۲۔ جناب یوسف اس غذا کی قسم کو بیان کر کے جو ابھی نہیں آئی تھی انکا اعتماد حاصل کرنا چاہتے تھے۔

۳۔ جناب یوسف ان کو زیادہ تشنہ کرنا چاہتے تھے تاکہ وہ اچھی طرح سنیں۔

۴۔ چونکہ ان میں سے ایک کے خواب کی تعبیر پھانسی تھی لہذا دھرا دھر کی باتیں کر رہے تھے تاکہ یہ بات سنتے ہی اس کی روح پرواز نہ کر جائے۔

پیام: ۱۔ کبھی کبھی زیادہ متاثر کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ انسان علمی قدرت اور کمالات کو دوسروں سے بیان کرے۔  
- بِنَاكَلْمَا بِنَاوِيلَه -

۲۔ فرصت سے خوب فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ بِنَاكَلْمَا بِنَاوِيلَه... اِنِّي تَرَكْتُ لَكُمْ... جناب یوسف نے تعبیر خواب سے پہلے انکی تربیت اور عقیدہ کی اصلاح شروع کی۔

۳۔ اپنی معلومات اور علم کو خدا کی عطا قرار دینا چاہیئے۔ عَلَيَّ رَبِّي -

۴۔ تعلیم کا ہدف تربیت بھی ہے اعلیٰ ربی۔

۵۔ خداوند عالم حکیم ہے لہذا بغیر کسی وجہ کے اپنے علم کے دروازے ہر کس و ناکس پر نہیں کھولتا اعلیٰ ربی اس لئے کہ میں نے اترکٹ ملے قوم لایؤمنون اس قوم کے عقیدہ کو چھوڑ دیا جو ایمان دار نہیں ہے۔

۶۔ جو کفر کی ظلمتوں سے فرار کرتا ہے اسکی نور علم تک رسائی ہوتی ہے اعلیٰ ربی... اپنی اترکٹ میرے علم کا سبب کفر کو ترک کرنا ہے

۷۔ تمام ادیان آسمانی میں توحید اور معاد کا عقیدہ ایک دوسرے کے ساتھ لازم ہے۔ اقوم لایؤمنون باللہ و ہم بالآخرة ہم کافرون۔

۸۔ ایمان کی بنیاد توحید اور تبرا ہے لہذا اس آیت میں کفار سے برائت اور بعد والی آیت میں اولیاء الہی سے توحید کا تذکرہ ہے۔ اپنی اترکٹ... واتبع۔

(۳۸) وَ اثْبَتْنَا لَمْذَابِ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْحٰقَ وَاِیْقُوْبَ مَا کَانَ لَنَا اَنْ نُّشْرَکَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ذٰلِکَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَ عَلٰی النَّاسِ وَاٰلِہٖمُ السَّلٰمُ  
الناس لایشکرون۔ اور میں تو اپنے باپ دادا ابراہیم و اسحاق و یعقوب کے مذہب کا پیرو ہوں ہمارے لئے مناسب نہیں ہے کہ ہم خدا کے ساتھ کسی چیز کو (اس کا) شریک بنائیں یہ بھی خدا کی ایک بڑی مہربانی ہے ہم پر بھی اور تمام لوگوں پر، مگر بہترے لوگ (اس کا) شکر (بھی) ادا نہیں کرتے۔

نکات: و خاندانی شرافت جس طرح لوگوں کی شخصیت سازی میں موثر ہے اسی طرح قبول کرنے میں بھی اثر انداز ہے لہذا حضرت یوسف علیہ السلام خود کو پھخوانے کیلئے نہ صرف اپنے باپ دادا کے انبیاء ہونے پر انحصار کر رہے ہیں بلکہ اپنی خاندانی شرافت و عظمت کو پیش کرنے کیساتھ ہی ساتھ اپنی دعوت حق کی اہمیت کو بھی اجاگر کر رہے ہیں یہ وہی روش ہے جسے اپنا تعارف کروانے کیلئے ہمارے پیغمبر ﷺ نے اختیار فرمایا: میں وہی نبی امی ہوں جسکا نام و تعارف تو رحمت و انجیل میں موجود ہے۔ نیز امام حسین علیہ



السلام اور امام زین العابدین علیہ السلام نے بھی کربلا و شام میں اپنی معرفت کروانے کیلئے اسی روش سے استفادہ فرمایا تھا: (انا بن فاطمة الزهراء<sup>۱</sup>)۔

و کلمہ ”ملت“ قرآن مجید میں دین و مذہب کے معنی میں استعمال ہوا ہے سورہ حج کی ۸۷ ویں آیت میں ملتہ ابراہیم کی تصویر کشی اس طرح کی گئی ہے ”اور خدا کی راہ میں ایسے جہاد کرو جیسے جہاد کرنے کا حق ہے اس (خدا) نے تمہیں منتخب کیا اور دین کے معاملہ میں تمہیں کسی مشکل سے دوچار نہیں کیا یہ تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔۔۔ لہذا نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ کے ساتھ متمک رہو۔۔۔“

پیام: ۱۔ حق تک پہنچنے کے لئے باطل کی شناخت اور اسے ترک کرنا ضروری ہے اَلْكَتٰمُ لِقَوْمٍ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَاَتَبَعْتُ مِلَّةً۔

۲۔ دادا، باپ کے حکم میں ہے لہذا دادا کو بھی ”اب“ کہا گیا ہے۔ اَلْمِلَّةُ اَبَاعِيْ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَاِبْرٰهِيْمَ۔

۳۔ انبیاء کو پاک اور شریف خاندان سے ہونا چاہیئے اَبَاعِيْ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ۔

۴۔ تمام انبیاء الہی کا ہدف ایک ہے اَلْمِلَّةُ اَبَاعِيْ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ۔

۵۔ نبوت اور ہدایت تمام بشریت کیلئے توفیق اور فضل الہی ہے اَعْلَيْنَا وَاَعْلَى النَّاسِ۔

۶۔ منفی راہوں کے ساتھ مثبت راستوں کی نشاندہی کرنا بھی ضروری ہے۔ اَلْكَتٰمُ لِقَوْمٍ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَاَتَبَعْتُ مِلَّةً۔

۷۔ توحید کی طرف رجحان اور شرک سے پرہیز کے لئے ”توفیق الہی“ ضروری ہے۔ اَلْكَتٰمُ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔

۸۔ شرک تمام صورتوں میں قابل مذمت ہے (ذات، صفات، افعال اور عبادات) اَمِنْ شَيْءٍ۔

<sup>۱</sup> میں فرزند فاطمہ الزہرا ہوں۔

۹۔ ”کثرت افراد“ شناخت کے لئے صحیح معیار نہیں ہے اکثر الناس لا یفکرون۔

۱۰۔ انبیاء کی راہ سے روگردانی بہت بڑی کفرانِ نعمت ہے۔ [الایفکرون۔

۱۱۔ شرک کرنا، خدا تعالیٰ کی ناشکری ہے [الایفکرون۔

(۳۹) یا صاجی التجن آرزباب متفرقون خیر أم اللہ الواحد القہار ”اے میرے قید خانہ کے دونوں رفیقو! (ذرا غور تو کرو کہ) بھلا

جدا جدا معبود اچھے میں یا خدا نے یکتا زبردست“۔

و انسانوں کی تین قسمیں ہیں: ۱۔ ”قالب پذیر“ یعنی جن کی اپنی کوئی شکل نہ ہو جیسے پانی اور ہوا، جس قالب میں ڈالیں وہی شکل اختیار کر لیں گے۔

۲۔ نفوذ ناپذیر اور مقاومت کرنے والے جیسے لوہا جو بیرونی طاقت کے مقابلے میں سختی سے مقابلہ کرتا ہے۔

۳۔ لیکن تیسری قسم ان افراد کی ہے جو دوسروں پر اثر انداز ہوتے ہیں جیسے ”امام اور رہبر“ جو دوسروں کو خدائی رنگ میں رنگ دیتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام انسانوں کی اس تیسری قسم سے تعلق رکھتے ہیں جن کا ایک نمونہ یہ ہے کہ قید خانہ میں مشرک کو موحد بنا رہے ہیں۔

و قرآن مجید میں مختلف مقامات پر سوالات اور تقابلی جائزہ لینے کی روش سے استفادہ کیا گیا ہے خداوند عالم کے سلسلے میں اس کے بعض نمونے قابل توجہ ہیں۔ (حل من شرکاکم من یبدؤا خلق ثم یعیدہ<sup>۱</sup>) کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو خلقت کی ابتدا بھی کرتا ہو اور پھر اسے دوبارہ بھی پیدا کرے؟ (حل من شرکاکم من یحدی الی الحق<sup>۲</sup>) کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی

<sup>۱</sup> سورہ یونس آیت ۳۴۔

<sup>۲</sup> سورہ یونس آیت ۳۵۔



۲۔ بہت ساری طاقتیں، کمیٹیاں، انجمنیں، ادارے، سینار، قراردادیں، ملاقاتیں، جائیں، اطاعتیں اور دوسرے عناوین و القاب ”بے مسمیٰ“ اسم اور ہمارے جدید دور کے بت میں جن کو ہم نے خود بنایا ہے اور خدا کے بجائے ان کے گرویدہ ہو گئے ہیں۔  
 - مَا تَعْبُدُونَ إِلَّا الْأَنْعَامَ مِمَّنْ تَمَثَّلُوا -

۳۔ انسان کے عقائد عقلی اور شرعی دلائل پر استوار ہونے چاہئیں۔ من سلطان۔

۴۔ خدا کے علاوہ کسی دوسرے کے حکم پر فروتنی کا مظاہرہ نہ کیجئے کیونکہ حکم صادر کرنے کا حق فقط خدا کو ہے۔ اِنَّا نَحْكُمُ بِاللّٰهِ -

۵۔ خدا کے قانون کے علاوہ ہر قانون مترزل ہے۔ اُولٰٓئِكَ الدِّينَ الْقَتِيْمَ -

۶۔ جہالت و نادانی شرک کا باعث بنتی ہے۔ لَا يَعْلَمُونَ -

۷۔ اکثر و بیشتر لوگ جاہل ہیں۔ اَآكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (یا تو جاہل بیٹھ میں یعنی اپنی نادانی سے واقف میں یا جہل مرکب میں یعنی اپنے گمان میں عالم ہے حالانکہ حقیقت میں جاہل میں)

(۴۱) يَا صَاحِبِ النَّجْمِ اَنَا اُحْدُكُمَا فَيَتَى رَبِّهِمْ خَمْرًا وَاَنَا الْآخَرُ فَيَصْلُبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَأْسِهِ قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ ”اے میرے قید خانہ کے دونوں رفیقو! (اچھا اب تعییر خواب سو) تم میں سے ایک (جس نے انگور دیکھے ہیں، رہا ہو کر) اپنے مالک کو شراب پلانے گا اور دوسرا (جس نے روٹیاں سر پر دیکھی ہیں) سولی پر چڑھایا جائیگا اور پرندے اس کا سر (نوچ نوچ کر) کھائیں گے جس امر کو تم دونوں دریافت کرتے ہو (وہ یہ ہے اور) اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔“

نکات: ”رب“ ”حاکم، مالک اور ارباب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ بطور مثال ”رب الدار“ یعنی مکان کا مالک۔ پس اس جملہ ”فَيَتَى رَبِّهِمْ خَمْرًا“ کا معنی ”اپنے حاکم کو شراب پلانے گا“ ہوگا۔

پیام: ۱۔ لوگوں کا احترام کرنا چاہیئے اگرچہ وہ آپ کے ہم فکر نہ ہوں۔ یا صاحبی۔

۲۔ نوبت اور باری کی رعایت کرنی چاہیئے [أَنَا أَخَذُكُمْ... (پہلے وہ جس نے پہلے خواب کا تذکرہ کیا تھا)

۳۔ بعض خوابوں کی تعبیر بہت اہم ہو سکتی ہے اگرچہ اس کا دیکھنے والا مشرک ہی کیوں نہ ہو۔ اَفْتَحْتُمِي رَبِّهِ خُمْرًا۔

۴۔ حضرت یوسف کا خواب کی تعبیر بیان کرنا قیاس یا پیش بینی نہیں ہے، بلکہ خدا کی طرف سے قطعی خبر ہے۔ قَضَى الْأَمْرَ۔

(۴۲) وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهَا اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّبْطِ بَعْضَ سِنِينَ .” اور ان دونوں میں سے جس کی

نسبت یوسف نے سمجھا تھا کہ وہ رہا ہو جائے گا اس سے کہا: اپنے مالک (عزیز مصر) کے پاس میرا تذکرہ کرنا مگر شیطان نے اسے اپنے آقا سے (یوسف کا) ذکر کرنا بھلا دیا یوں یوسف قید خانہ میں کئی برس رہے۔“

نجات: ”ظن“، علم و اعتقاد کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے چونکہ حضرت یوسف نے گذشتہ آیت میں یقین و صراحت کے ساتھ ایک قیدی کی آزادی اور دوسرے کو سزائے موت کی خبر دی ہے لہذا یہاں پر ”ظن“ کے معنی گمان اور شک و تردید کے نہیں ہیں۔

و کلمہ ”بضع“ دس سے کم عدد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور اکثر مفسرین نے حضرت یوسف کی قید کی مدت سات سال ذکر کی

ہے۔ (واللہ اعلم) و بعض تفسیروں میں اس جملہ ”فأنساه الشيطان“ کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے: ”شیطان نے پروردگار کی یاد کو

جناب یوسف کے ذہن سے بھلا دیا اور آپ نے خدا سے مدد طلب کرنے کے بجائے بادشاہ کے ساتھی سے مدد چاہی،“ یہ حضرت

یوسف کا ترک اولی تھا لہذا چند سال مزید آپ زندان میں رہے مگر صاحب تفسیر المیزان علامہ طباطبائی تحریر فرماتے ہیں کہ ایسی

روایات قرآن مجید کے خلاف ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید نے حضرت یوسف کو مخلصین میں شمار کیا ہے اور مخلصین تک شیطان کی رسائی

نہیں ہے اس کے علاوہ ۴۵ ویں آیت میں آیا ہے کہ ”قَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهَا وَادَّكَرْ بَعْدَ أُمَّةٍ“ ان دو قیدیوں میں سے جس (قیدی) نے

رہائی پائی تھی اسے بڑی مدت کے بعد وہ بات یاد آگئی۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ فراموشی، ساقی سے مربوط ہے حضرت یوسف سے نہیں۔

پیام: ۱۔ انبیاء بھی معمولی راستوں سے اپنی مشکلات حل کرنے کے لئے اقدامات کرتے ہیں اور یہ توحید و توکل الہی کے منافی بھی نہیں ہے۔ اذکرنی عند ربک۔

۲۔ ہر تقاضا رشوت نہیں ہے اذکرنی عند ربک ناب حضرت یوسف نے ہدایت اور تعمیر خواب کے لئے کوئی اجرت اور رشوت کی درخواست نہیں کی، بلکہ فرمایا کہ میری مطلوبیت کی خبر بادشاہ تک پہنچا دو۔

۳۔ عام طور پر لوگ کسی مرتبے، مقام اور آسائش کے بعد پرانے دوستوں کو بھول جاتے ہیں۔ فأنساء الشیطان۔

۴۔ حضرت یوسف کا قید خانہ سے نکلنا اور تہمت سے بری ہونا، شیطان کے اہداف کے خلاف تھا لہذا اس نے جناب یوسف کی یاد کو ساقی کے ذہن سے محو کرنے کی سازش کی فأنساء الشیطان۔

(۴۳) وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أُرَى سَحَابَ بَقَرَاتٍ حَمَانٍ يَأْكُلْنَ سَحَابَ عَجَافٍ وَسَحَابَ مَنَابِلٍ خُضْرٍ وَأَخْرِيَابَاتٍ يَأْتِينَنَا الْمَلَأُ الْقُحُونِي فِي رُؤْيَايَ إِنْ كُنْتُمْ

بَلرؤيا تعبرون۔ ”اور (ایک دن) بادشاہ نے (بھی خواب دیکھا اور) کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں انکو

ساتھ دہلی پتلی گائیں کھائے جاتی ہیں اور سات تازی سبز بالیاں اور (سات) سوکھی خشک بالیاں خواب میں دیکھی ہیں اسے

(میرے دربار کے) سردارو! اگر تمہیں خواب کی تعبیر آتی ہے تو میرے (اس) خواب کے بارے میں نظریہ پیش کرو۔“

نکات: ۱۔ ابھی تک اس سورہ میں تین خواب ذکر ہوئے ہیں۔ ۱۔ خود حضرت یوسف کا خواب ۲۔ قید خانہ کے رفیقوں کا خواب ۳۔

## بادشاہ مصر کا خواب

پہلا خواب آپ کے لئے پریشانی کا سبب بنا لیکن دوسروں کے خوابوں کی تعبیر کا بتانا آپ کیلئے عزت و شرف کا باعث بنا۔ تودیت میں آیا ہے کہ ایک بار بادشاہ نے دیکھا کہ لاغر اور کمزور گائیں موٹی تازی گائیوں کو کھائے جا رہی ہیں اور دوسری مرتبہ دیکھا کہ سبز بالیاں خشک بالیوں کیساتھ ہیں اور آیا عزیز مصر وہی بادشاہ مصر ہے یا دو الگ الگ شخصیات ہیں؟ اس سلسلے میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے چونکہ اس بحث کا کوئی عملی فائدہ نہیں ہے لہذا ہم اس بحث سے چشم پوشی کرتے ہیں۔

وکتب ”روضہ کافی“ میں ہے کہ خواب کی تین قسمیں ہیں: ۱۔ خدا کی طرف سے خوشخبری۔

۲۔ شیطان کی طرف سے وحشت زدہ کرنا۔

۳۔ بے سرو پا اور پریشان کرنے والے خواب۔

پیام: ۱۔ ایک ظالم بادشاہ کے خواب دیکھنے سے خدا ایک قوم کو خشک سالی سے نجات دیتا ہے (بشرطیکہ تعبیر بتانے والا یوسف ہو)۔ قال الملک انی اری۔

۲۔ بادشاہ مصر نے اپنے تعجب آور خواب کو کئی بار دیکھا تھا۔ اری

۳۔ رؤسا اور صاحب قدرت افراد تھوڑی سی ناگواری سے خطرے کا احساس کرنے لگتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم سے قدرت چھین لی جائے۔ قال الملک انی اری... ائقونی فی رؤیا۔

۴۔ تعبیر خواب کے لئے اہل کی طرف رجوع کرنا چاہیئے ہر کس و ناکس کی تعبیر پر اعتماد اور توجہ نہیں کرنی چاہیئے۔ ائقونی... ان کننم  
للرؤیا تعبرون۔

(۴۴) قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالَمِينَ۔ ”ان لوگوں نے عرض کی یہ تو پریشان خوابوں میں سے ہے اور ہم لوگ اس قسم کے پریشان خوابوں کی تفسیر نہیں جانتے۔“

نکات: و لفظ ”اضغاث“ ضغث کی جمع ہے جو ”مخلوط کرنے“ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور ”ضغث“ لکڑی کے گٹھڑ کو بھی کہتے ہیں، لفظ ”احلام“ حلم کی جمع ہے جو پریشان خواب کے معنی میں ہے ”اضغاث احلام“ یعنی وہ پراکندہ اور پریشان خواب جس کا سرا تعمیر کرنے والوں کی سمجھ سے باہر ہو۔

پیام: ۱۔ اپنی جہالت اور نادانی کی توجیہ نہیں کرنی چاہئے چونکہ اہل دربار خواب کی صحیح تفسیر سے ناواقف تھے لہذا بادشاہ کے خواب کو پریشان خواب کہہ دیا۔ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامِ

۲۔ ہر کام کو اس کے اہل کے سپرد کرنا چاہئے (ماہر محقق اور دانشمند، تفسیر خواب کرتا ہے لیکن جو اس سے نابلد ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ خواب پریشان ہے جو قابل تفسیر نہیں ہے)۔ مَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالَمِينَ۔

(۴۵) وَقَالَ الَّذِي نَجَّا مِنْهَا وَأَذْكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ ”اور جس (قیدی) نے ان دونوں (قیدیوں) میں سے رہائی پائی تھی اور اسے ایک زمانہ کے بعد (یوسف کا قصہ) یاد آیا یوں اٹھا کہ مجھے (قید خانہ تک) جانے دیجئے تو میں اس کی تفسیر بتائے دیتا ہوں۔“

نکات: و ”امۃ“ اگرچہ انسانوں کے اجتماع کو کہا جاتا ہے لیکن یہاں پر ایام (مدتوں) کے اجتماع کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔  
پیام: ۱۔ اچھائیاں اپنے اثرات کو دیر یا سویر اٹھار کر ہی دیتی ہیں۔ اَذْكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ۔

۲۔ صاحبان علم کو معاشرے کے سامنے پہنچوائیں تاکہ لوگ ان سے بہرہ مند ہو سکیں۔ فَأَرْسِلُونِ۔



۳۔ بعض محققین بڑی سخت زندگی گزار رہے ہیں ان سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ فاضل سلون۔

(۴۶) یوسف اٰیۃ الصّدیق اٰفۃنا فی سبۃ بقرات بان یا کلّٰن سبۃ عجاف و سبۃ سنبلات خضر و اخر یا بسات لعلی اُرۃج اِلٰی الناس لعلّٰنم یَعْلَمُوۡنَ۔ ”(غرض وہ گیا اور یوسف سے کہنے لگا) اے یوسف اے بڑے سچے (یوسف) ذرا ہمیں یہ تو بتائیے کہ سات موٹی تازمی گائیوں کو سات دہلی پتلی گائیں کھائے جاتی ہیں اور سات تازمی ہری بالیاں اور پھر سات سوکھی مرجھائی ہوئی (اس کی تعمیر کیا ہے) تاکہ میں لوگوں کے پاس پلٹ کر جاؤں (اور بیان کروں) تاکہ ان کو بھی (تمہاری قدر اور اس خواب کی حقیقت) معلوم ہو جائے۔“

نکات: ’و صدیق‘ اس شخص کو کہتے ہیں جس کی رفتار و گفتار اور عقیدہ سب ایک دوسرے کی تصدیق کریں۔ چونکہ حضرت یوسف کے دوست ان کی رفتار و گفتار کا قید خانہ میں مشاہدہ کر چکے تھے اور دوسری طرف اس شخص نے اپنے اور اپنے ساتھی کے خواب کی تعمیر کو واقع کے مطابق پایا تھا لہذا حضرت یوسف کو صدیق کہہ کر پکارا۔

و خداوند عالم نے حضرت ابراہیم کو صدیق کہا تو انہیں اپنا خلیل بنا لیا (واتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً) حضرت مریم کو صدیقہ کہا تو انہیں برگزیدہ بنا دیا (ان اللہ صفاک<sup>۱</sup>) اور حضرت یوسف کو صدیق کہا تو ان کو ہر طرح کی قدرت عطا کر دی (وکذلک مکنا یوسف<sup>۲</sup>) حضرت ادریس کو صدیق کہا تو بلند مقام تک پہنچا دیا (ورفعناہ مکاناً علیاً<sup>۳</sup>) اور جو لوگ اس درجہ کے لائق نہیں ہیں انہیں صدیقین اور سچوں کے ساتھ رہنا چاہیئے (فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین<sup>۴</sup>)۔

و ’صدیق‘ ان القاب میں سے ایک لقب ہے جسے پیغمبر اسلام (ص) نے حضرت علی علیہ السلام کو عطا فرمایا ہے<sup>۵</sup>۔

<sup>۱</sup> سورہ نساء آیت ۱۲۵۔

<sup>۲</sup> سورہ آل عمران آیت ۴۲۔

<sup>۳</sup> سورہ یوسف آیت ۵۶۔

<sup>۴</sup> سورہ مریم آیت ۵۷۔

<sup>۵</sup> سورہ نساء آیت ۶۹۔

<sup>۶</sup> تفسیر اطیب البیان و تفسیر الکبیر سورہ مومن آیت ۲۸ کے ذیل میں۔

و ایک احتمال یہ ہے کہ جملہ ”العلم یعلمون“ کا مقصود لوگوں کو حضرت یوسف کی ارزش و اہمیت سے واقف کرنا ہو یعنی میں لوگوں کی طرف پلٹوں تاکہ ان کو معلوم ہو سکے کہ آپ کیسے گواہر نایاب ہیں۔

پیام: ۱۔ درخواست سے پہلے مناسب ہے کہ شخص کے ذاتی کمالات کو بیان کریں۔ اِنَّمَا الصَّٰدِقُ۔

۲۔ اپنے سوالات اور مشکلات کو ایسے لوگوں کے سامنے پیش کریں جن کا سابقہ اچھا ہو اور وہ سچے ہوں۔ اِنَّمَا الصَّٰدِقُ اَفْتِنَا۔

(۴۷) قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَابًا فَاَصْحَدْتُمْ فَذَرَوْهُ فِي سُنْبُلٍ اِلَّا قَلِيْلًا مَا تَأْكُلُوْنَ (یوسف نے جواب میں کہا) اسکی تعمیر یہ ہے کہ تم لوگ متواتر سات برس کا شکاری کرتے رہو گے تو جو (فصل) تم کاٹو اس (کے دانے) کو بالیوں ہی میں رہنے دو (چھڑانا نہیں) مگر وہ تھوڑا (بہت) جو تم خود کھاؤ۔“

نکات: و حضرت یوسف نے اپنے قیدی ساتھی سے بغیر کسی گلے شکوے کے کہ مجھے کیوں بھول گئے؟ بادشاہ کے خواب کی تعمیر فوراً بتادی کیونکہ علم و حکمت کا چھپانا بالخصوص ایسے موقع پر کہ جب لوگ (بلکہ معاشرہ) اس کے بہت زیادہ محتاج ہوں ایک پاک اور نیک نصل انسان کی شان کے خلاف ہے۔

و حضرت یوسف تعمیر خواب کے بجائے اس خشک سالی سے مقابلہ کرنے کے طریقے تفصیلی طور پر بیان فرما رہے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ میں خوابوں کی تعمیر کے علاوہ منصوبہ بندی اور انتظامی صلاحیتوں سے بھی مالا مال ہوں۔ و زراعت کا علم، ذخیرہ سازی کی سیاست اور خرچ کرنے میں صرفہ جوئی سے کام لینے کے حکمت آمیز پیغامات اس آیت میں واضح طور پر بیان کیے گئے ہیں۔

پیام: ۱۔ خدائی افراد کو لوگوں کی فلاح و بہبود اور آرام و آسائش کے متعلق ہمیشہ غور و فکر کرنا چاہیئے نیز طویل مدت اور کم مدت کے پروگرام بھی پیش کرنے چاہئیں۔ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ۔

۲۔ اگر گیہوں اپنی بالیوں کے ساتھ ہو تو اسکی زندگی بٹھ جاتی ہے فذروہ فی سنبلہ۔

۳۔ منظم پروگرام بنانے کے بعد قدرتی حوادث مثلاً زلزلہ، سیلاب، اور خشک سالی کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ فذروہ فی سنبلہ۔

۴۔ منصوبہ بندی اور مستقبل کے لئے تدبیر کرنا۔ خدا پر توکل اور اس کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے منافی نہیں ہفذروہ فی سنبلہ  
(تدبیر کے ساتھ تقدیر کا استقبال کرنا چاہئے)

۵۔ تمام پروگرام عملی صلاحیت کے حامل ہونے چاہئیں۔ فذروہ فی سنبلہ اس زمانے میں چونکہ گندم کو محفوظ کرنے کے لئے مخصوص برج ناگودام یا کوئی جدید ٹیکنالوجی نہیں تھی لہذا گندم کو محفوظ رکھنے کا بہترین طریقہ یہی تھا کہ گیہوں کو اس کی بالیوں میں رسنے دیا جائے

۶۔ ہر مصیبت اور سختی، بُری نہیں ہوتی۔ یہی خشک سالی جناب یوسف کی حاکمیت کا پیش خیمہ بنی۔ اسی طرح یہ قحط صرفہ جوئی اور لوگوں کے درمیان زیادہ کام کرنے کا رجحان پیدا کرنے کا باعث بنا۔ تَزْرَعُونَ... فذروہ، إِلَّا قَلِيلًا۔

۷۔ آج کی کفایت شعاری، کل کی خود کفائی ہے اور آج کی فضول خرچی کل کے لئے باعث پریشانی ہے۔ قَلِيلًا مَا تَأْكُلُونَ۔

۸۔ مستقبل کے بارے میں فکر کرنا اور معاشرے کی اقتصادی مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کے لئے طویل مدت کے پروگرام بنانا

مکملی نظام کے لئے ضروری ہے۔ تَزْرَعُونَ... فذروہ... إِلَّا قَلِيلًا۔

۹۔ بحرانی حالات اور شرائط میں تولید و توزیع پر حکومت کا کنٹرول ضروری ہے۔ تَزْرَعُونَ... فذروہ...

۱۰۔ کافروں کے خواب بھی حقائق کو بیان کر سکتے ہیں اور معاشرے کی حفاظت کے لئے دستور العمل بھی ہو سکتے ہیں۔

(۴۸) ثُمَّ يَأْتِي مِنَ بَعْدِ ذَلِكَ سَنَةٌ يُنَالُ فِيهَا كُنُوزٌ مِمَّا قَدَّمْتُمْ لِنَسِئِ الْأَقْلِيَّةِ مَا تَحْتَضِرُونَ“۔ پھر اسکے بعد بڑے سخت سات برس آئیں گے جو کچھ تم لوگوں نے ان سات سالوں کے واسطے پہلے سے جمع کر رکھا ہوگا لوگ سب کھا جائیں گے مگر قدرِ قلیل جو تم (بچ کے طور پر) بچا رکھو گے۔“

(۴۹) ثُمَّ يَأْتِي مِنَ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَارِبُ الشَّمْسُ فِي بَنَاتِ النَّاسِ وَفِيهِ يُضَرُّونَ“۔ (بس) پھر اس کے بعد ایک سال آئے گا جس میں لوگوں کے لئے بارش ہوگی (اور خشک سالی کی مشکل حل ہو جائیگی) اور لوگ اس سال (پھلوں اور روغن دار دانوں کی فراوانی کی وجہ سے ان کا رس) پھوڑیں گے۔“

نکات: و ”يُنَالُ الشَّمْسُ“ یا تو ”غوث“ سے ہے یعنی لوگوں کو خداوند عالم کی طرف سے مدد حاصل ہوگی اور ۱۴ سالہ مشکلات حل ہو جائیں گی یا ”غیث“ سے ہے یعنی بارش ہوگی اور تلخ حوادث ختم ہو جائیں گے۔

و حضرت یوسف نے سات موٹی گائیں اور سات دہلی ہتھی گائیوں اور سبز و خشک بایوں کی تعمیر یہ فرمائی کہ ۱۴ چودہ سال نعمت اور خشک سالی کے ہوں گے لیکن پندرہواں سال جو بارانِ رحمت اور نعمت کی فراوانی کا ہوگا اس کا تذکرہ بادشاہ کے خواب میں نہیں ہے درحقیقت یہ غیب کی خبر تھی جسے حضرت یوسف نے بیان فرمایا تاکہ آپ اعلانِ نبوت کے لئے راہ ہموار کر سکیں۔ (ثُمَّ يَأْتِي مِنَ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ) (یہ سماج میں ایک کارآمد اور کامیاب تنظیم اور انتظامیہ کیلئے درج ذیل شرائط کا حامل ہونا ضروری ہے۔

۱۔ لوگوں کا اعتماد۔ (انا لئراک من المحسنین)

۲۔ صداقت۔ (یوسف ایحا الصدیق)

۳۔ علم و دانائی۔ (علنی ربی)

۴۔ صحیح پشین گوئی۔ (فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ)

۵۔ قوم کی اطاعت۔ کیونکہ لوگوں نے حضرت یوسف کی بیان کردہ تجاویز پر عمل کیا۔

پیام: ۱۔ مستقبل کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے بچت کرنا اور منظم طریقے سے خرچ کرنا نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ سُبْحَ إِذَا دُيَا كُنَّ مَا قَدَّمْتُمْ.

۲۔ خرچ کرتے وقت تھوڑا سا بچ اور سرمایہ ذخیرہ کر لیں۔ إِلَّا قَلِيلًا مَا تَحْصِنُونَ<sup>۱</sup>۔

۳۔ خواب نہ صرف آئندہ کے حوادث کو بتا سکتے ہیں بلکہ انسان کے لئے مشکلات سے رہائی اور پھر خوشحالی کا ذریعہ اور اشارہ بھی ہو سکتے ہیں۔ يَنَاطُ النَّاسُ وَفِيهِ يُغْضَرُونَ۔

(۵۰) وَقَالَ الْمَلِكُ اءِتُونِي بِهِ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاخْبُرْهُ مَا بَالُ النَّسْوَةِ الَّتِي قَطَعْنَا أَيَدِنَا إِنَّ رَبَّنَا بِكَيْدِنَا عَلِيمٌ.  
 ”(یہ تعبیر سنتے ہی) بادشاہ نے حکم دیا کہ یوسف کو میرے حضور میں لے آؤ اور پھر جب (شاہی) چوہدار (یہ حکم لے کر) یوسف کے پاس آیا تو یوسف نے کہا تم اپنے بادشاہ کے پاس لوٹ جاؤ اور اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا مسئلہ کیا تھا جنہوں نے (مجھے دیکھ کر) اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے؟ آیا میں ان کا طالب تھا یا وہ (میری) اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ میرا پروردگار ہی ان کے مکرو فریب سے خوب واقف ہے۔“

نکات: ۱۔ و جناب یوسف نے بادشاہ کے خواب کی تعبیر اور سنجیدہ و منظم پروگرام، بغیر کسی شرط و قید کے بیان کر کے ثابت کر دیا کہ وہ کوئی معمولی قیدی نہیں بلکہ ایک غیر معمولی اور دانا انسان ہیں۔

<sup>۱</sup> مِمَّا تَحْصِنُونَ یعنی محفوظ جگہ پر ذخیرہ کر لیں۔

و جب بادشاہ کا فرستادہ حضرت یوسف کی خدمت میں آیا تو آپ نے آزادی کی خبر کا خیر مقدم نہیں کیا بلکہ سابقہ فائل پر دوبارہ تحقیق کی درخواست کی، اس لئے کہ آپ نہیں چاہتے تھے کہ بادشاہ کا غصہ آپ کے شامل حال ہو بلکہ یہ چاہتے تھے کہ آپ کی بے گناہی اور پاکدامنی ثابت ہو جائے تاکہ بادشاہ کو سمجھا سکیں کہ تمہاری حکومت میں کس قدر فساد اور ناانصافی کا رفرما ہے۔

و شاید حضرت یوسف نے عزیز مصر کے احترام میں اس کی بیوی کا نام نہیں لیا بلکہ اس معان نوازی والے واقعہ کی طرف اشارہ کیا۔ (قطصن ایدھن) و حدیث میں موجود ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا مجھے حضرت یوسف کے صبر پر تعجب ہے اس لئے کہ جب عزیز مصر نے خواب کی تعبیر چاہی تو نہیں فرمایا کہ جب تک قید خانہ سے آزاد نہیں ہو جاتا خواب کی تعبیر بیان نہیں کروں گا۔ لیکن جب حضرت یوسف کو آزاد کرنا چاہا تو آپ قید خانہ سے اس وقت تک باہر تشریف نہ لائے جب تک تہمت کا بالکل خاتمہ نہ ہو گیا۔

پیام: ۱۔ وہ متفکر ذہن جن کی ملک کو ضرورت ہو اگر وہ کسی جرم کے مرتکب نہیں ہوئے تو حکومت کی مدد سے انہیں آزاد کر دینا چاہئے۔ قال الملک اءثوئی بہ۔

۲۔ ہر طرح کی آزادی قابل اہمیت نہیں ہے بلکہ بے گناہی کا ثابت کرنا آزادی سے اہم ہے۔ ارجح ای ربک فاعالہ۔

۳۔ جو قیدی آزادی کے بجائے فائل کی تحقیق کا مشورہ دیتا ہے وہ یقیناً بے گناہ ہے۔ فاعالہ۔

۴۔ حضرت یوسف نے پہلے لوگوں کے ذہن کو پاک کیا پھر مؤلیت قبول فرمائی ما بال النوء۔

۵۔ آبرو اور عزت کا دفاع واجب ہے۔ ما بال النوء۔

۶۔ حضرت یوسف کو قید خانہ میں ڈالنے کی سازش میں تمام عورتیں شریک تھیں۔ کیندہن۔

۷۔ حضرت یوسف نے اپنے پیغام میں بادشاہ کو یہ بھی بتا دیا کہ آزادی کے بعد آپ بادشاہ کو اپنا مالک نہیں سمجھیں گے اور نہ ہی وہ جناب یوسف کو اپنا غلام سمجھنے کا اختیار رکھتا ہے۔ بلکہ خدا کو اپنا مالک سمجھتے ہیں۔ اِن رَبِّیْ بَلِیْدٌ هِن عَلِیْمٌ۔

(۵۱) قَالَ مَا نَخْبَلُكَ اِذْ رَاوَدْتَن یُوْسُفَ عَنِ نَفْسِهٖ فَمَنْ حَاشَ لِلّٰہِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْہِ مِنْ سُوْءِ قَاٰلٍ اِمْرَاۃِ الْعَزِیْزِ الْاٰلَانَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُهُ عَنِ نَفْسِهٖ وَاِنَّ لِمَنْ الصّٰدِقِیْنَ ”چنانچہ بادشاہ نے ان عورتوں (کو طلب کیا اور) ان سے پوچھا کہ جس وقت تم لوگوں نے یوسف سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی خود ان سے تمنا کی تھی تو تمہیں کیا معاملہ پیش آیا تھا وہ سب کی سب عرض کرنے لگیں پاکیزہ ہے اللہ ہم نے یوسف میں کسی طرح کی کوئی برائی نہیں دیکھی (تب) عزیز (مصر) کی بیوی (زلیخا) بول اٹھی اب تو حق سب پر ظاہر ہو ہی گیا ہے (اصل بات یہ ہے کہ) میں نے خود اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی تمنا کی تھی اور بے شک وہ یقیناً سچوں میں سے ہے۔“

نجات: وکسی اہم کام کے سلسلے میں دعوت دینے کو ”خطب“ کہتے ہیں۔ ”خطیب“ اس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں کو کسی اہم اور بڑے ہدف و مقصد کی دعوت دے ”حصص“ یعنی حق کا باطل سے جدا ہو کر آشکار ہو جانا۔

و اس داستان میں خداوند عالم کی سنتوں میں سے ایک سنت یہ جلوہ نما ہوئی ہے کہ تقویٰ الہی اور پرہیزگاری کی وجہ سے مشکل کام آسان ہو جاتے ہیں<sup>۲</sup>۔

پیام: ۱۔ جب کوئی مسئلہ بہت سنگین ہو جائے اور کسی سے بھی حل نہ ہو پارہا ہو تو سربراہ مملکت کو اس میں مداخلت کرنی چاہیے اور تحقیق کے بعد مشکل کو حل کرنا چاہیے۔ قال ما نخبلكن۔

<sup>۱</sup> تفسیر اطیب البیان۔

<sup>۲</sup> (من یتق الله یجعل له مخرجا و یرزقه من حیث لا یحتسب) اور جو تقویٰ الہی اختیار کرتا ہے اللہ اس کے لئے مشکلات سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ سوچ بھی نہ سکتا ہو۔ (سورہ طلاق آیت ۲ و ۳)

۲۔ متم کو عدالت میں حاضر کرنا چاہیے تاکہ وہ اپنا دفاع کر سکے۔ اَقَالَ مَا ظَنَنْتُمْ... یہاں تک کہ زلیخا بھی عدالت میں حاضر تھی  
قَالَتِ امْرَأَةُ الْعَزِيزِ۔

۳۔ پردہ شانی کے ساتھ آسانی اور تلخی کے ساتھ شیرینی ہے کیونکہ جہاں (اراد باحکام سوء) ہے وہاں اسی زبان پر مَا عَلَيْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوءٍ بھی  
جاری ہے۔

۴۔ حق ہمیشہ کے لئے مٹھی نہیں رہ سکتا۔ اَلْآنَ خُصَّصَ الْحَقَّ۔

۵۔ ضمیر کبھی نہ کبھی بیدار ہو کر حقیقت کا اعتراف کرتا ہے۔ اَنَا زَاوِدُتُّ۔

معاشرے اور ماحول کا دباؤ ضمیر فروشوں کو حق کا اعتراف کرنے پر مجبور کر دیتا ہے (عزیز مصر کی بیوی نے جب دیکھا کہ تمام  
عورتوں نے یوسف کی پاک دامنی کا اقرار کر لیا ہے تو اس نے بھی حقیقت کا اعتراف کر لیا)

(۵۲) ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنْى لَمْ اُخْرِ بِالْغَيْبِ وَاَنْ اللّٰهَ لَلْبَصِيْرُ كَيْدِ الْاِنْعَامِيْنَ۔ ”(یوسف نے کہا) یہ قصہ میں نے اس لئے چھیڑا  
تاکہ (تمہارے) بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں اس کی (امانت میں) خیانت نہیں کی اور خدا خیانت  
کاروں کے مکر و فریب کو کامیابی سے بھگتا نہیں کرتا۔“

نکات: وؤ یہ کلام حضرت یوسف علیہ السلام کی گفتگو ہے یا عزیز مصر کی بیوی کے کلام کا حصہ ہے؟ اس سلسلے میں مفسرین کے دو  
نظریے ہیں بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا کلام ہے جب کہ بعض مفسرین اسے عزیز مصر کی بیوی کا بیان  
قرار دیتے ہیں<sup>۲</sup> لیکن آیت کے مضمون کو مد نظر رکھتے ہوئے پہلا نظریہ صحیح ہے لہذا یہ جملہ عزیز مصر کی بیوی کا کلام نہیں ہو سکتا کیونکہ  
ایک بے گناہ کو ساہا سال قید خانے میں قیدی بنا کر رکھنے سے بڑی خیانت اور کیا ہو سکتی ہے؟ وؤ یوسف علیہ السلام اپنے اس جملے

<sup>۱</sup> تفسیر مجمع البیان، تفسیر المیزان  
<sup>۲</sup> تفسیر نمونہ۔



سے قید خانہ سے دیر سے آزاد ہونے کی وجہ بیان فرما رہے ہیں: دوبارہ ان کے بارے میں تحقیق کی گئی ہے اور وہ اپنی حقیقی حیثیت و فضیلت پر فائز ہوئے ہیں۔

پیام: ۱۔ کریم انسان انتقام لینے کے درپے نہیں ہوتا بلکہ حیثیت اور کشف حقیقت کی تلاش میں رہتا ہے۔ ذلک لیعلم۔

۲۔ حقیقی ایمان کی علامت یہ ہے کہ انسان تنہائی میں خیانت نہ کرے لَمْ أَخْذْ بِالْعَيْبِ۔

۳۔ دوسروں کی ناموس پر بڑی نگاہ ڈالنا گویا اس شخص کیساتھ خیانت کرنا ہے لَمْ أَخْذْ۔

۴۔ خیانت کار اپنے کام یا برے کام کی توجیہ بیان کرنے کیلئے سازش کرتا ہے کَيْدِ الْخَائِعِينَ۔

۵۔ خیانت کار نہ صرف اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتا بلکہ اس کی عاقبت بھی بخیر نہیں ہوتی، حقیقت میں اگر ہم پاک ہوں لَمْ أَخْذْ بِالْعَيْبِ تو خداوند عالم اجازت نہیں دیتا کہ ناپاک افراد ہماری آبرو برباد کر سکیں۔ ان اللہ لایہدی کید الخائعیین۔

۶۔ حضرت یوسف علیہ السلام اس کوشش میں تھے کہ بادشاہ کو آگاہ کر دیں کہ تمام حوادث اور واقعات میں ارادۂ خداوندی اور سنت الہی کار فرما ہوتی ہے۔ ان اللہ لایہدی۔

(۵۳) وَمَا أَزْرِي نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَنفَرَةٌ بِالشُّعْرِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ اور میں اپنے نفس کی صفائی پیش نہیں کرتا کیونکہ (انسانی) نفس برائی پر اکتاتا ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے بے شک میرا پروردگار بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

نکات: وقرآن مجید میں نفس کی مختلف حالتیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں: ۱۔ نفس امارہ: یہ نفس انسان کو برائی کی طرف لے جاتا ہے اگر عقل و ایمان کے ذریعہ لگام نہ لگائی جائے تو انسان ایک بارگی ذلت و ہلاکت میں گر جائے گا۔

۲۔ نفس لزامہ: یہ وہ نفسانی حالت ہے جس کی بنیاد پر برائی کرنے والا انسان خود اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے، توبہ اور عذر خواہی کی طرف قدم بڑھاتا ہے، سورہ قیامت میں اس نفس کا تذکرہ ہے۔

۳۔ نفس مطمئنہ: یہ وہ نفسانی حالت ہے کہ جو انبیاء و اولیائے الہی اور ان کے حقیقی تربیت یافتہ افراد کو حاصل ہوتی ہے جس کی بنیاد پر وہ ہر وسوسے اور حادثے سے کامیاب و کامران ملتے ہیں ایسے افراد فقط خدا سے لو لگائے رہتے ہیں۔

و حضرت یوسف علیہ السلام اس امتحان میں اپنی سر بلندی اور عدم خیانت کو خداوند عالم کے لطف کرم کا نتیجہ قرار دے رہے ہیں اور ایک انسان ہونے کی بنیاد پر جس میں انسانی خصلت موجود ہے خود کو اس سے الگ نہیں سمجھ رہے ہیں۔

و متعدد روایات میں نفس کے خطرات اور خود کو بری الذمہ قرار دینے نیز نفس سے راضی ہونے کا تذکرہ موجود ہے اپنے نفس سے راضی ہونے کو روایات میں عقل کا دیوانہ پن اور شیطان کا سب سے بڑا پھندہ قرار دیا گیا ہے۔

پیام: ۱۔ کبھی بھی اپنے آپ کو پاکباز اور خواہشات نفسانی سے محفوظ قرار نہیں دینا چاہیئے۔ لوما اَبْرٰی نَفْسٰی۔

۲۔ شرط کمال یہ ہے کہ اگرچہ ساری دنیا اسے کمال سمجھ رہی ہو لیکن وہ شخص کبھی خود کو کمال نہ سمجھے۔ حضرت یوسف کی داستان میں برادران یوسف، عزیز مصر کی بیوی، گواہ، بادشاہ، شیطان، قیدی، سب کے سب آپکی پاکدامنی کی گواہی دے رہے ہیں لیکن آپ خود فرما رہے تھے کہ۔ مَا اَبْرٰی نَفْسٰی۔

۳۔ ہوا و ہوس اور نفس کا خطرہ بہت ہی خطرناک ہے اسے کھیل نہیں سمجھنا چاہیئے۔ اِن النَّفْسِ لَآ تَاْرَةُ بِالسُّوءِ ۲۔

۴۔ انبیاء، معصوم ہونے کے باوجود انسانی فطری غرائز کے حامل ہیں۔ اِن النَّفْسِ لَآ تَاْرَةُ بِالسُّوءِ۔

<sup>۱</sup> غرر الحکم.

<sup>۲</sup> آیہ شریفہ میں چار طریقوں سے تاکید کی گئی ہے۔ اِنّ - لام تاکید - صیغہ مبالغہ - جملہ اسمیہ.

۵۔ نفس اپنی خواہشات کی بار بار تکرار کرتا ہے تاکہ تمہیں مصیبت میں گرفتار کر دے۔ لَآ تَارَةَ۔

۶۔ اگر خداوند عالم کا لطف و کرم نہ ہو تو فطرت انسانی منفی امور کی طرف زیادہ میلان رکھتی ہے۔ لَآ تَارَةَ بِالشَّوْعِ۔

۷۔ فقط رحمت خداوندی ہی سرمایہ نجات ہے اگر انسان کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو وہ قعر ضلالت و گمراہی میں گر پڑے گا۔ إِلَّا مَا رَحِمَ۔

۸۔ جناب یوسف خداوند عالم کی خاص تربیت کے زیر سایہ تھے لہذا کلمہ (ربی الکی تکرار ہوئی ہے۔

۹۔ مہربانی اور مہربانی سے کام لینا چاہیے۔ اِن رَّبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ۔

۱۰۔ غفور و درگزر رحمت الہی تک پہنچنے کا مقدمہ ہے پہلے غفور فرمایا ہے بعد میں رحیم کا ذکر ہے۔

۱۱۔ تمام خطرات کے باوجود رحمت الہی سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔

(۵۴) وَقَالَ الْمَلِكُ اِعْتُوْنِيْ بِ اِسْتِخْلَاصِ نَفْسِيْ فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ اٰمِيْنٌ۔ ”اور بادشاہ نے کہا یوسف کو میرے پاس لے آؤ، میں ان کو خاص طور سے (بطور مشاور) اپنے لئے رکھوں گا اس نے یوسف سے باتیں کیں تو (یوسف کی اعلیٰ قابلیت ثابت ہوئی اور) اس نے کہا بے شک آج سے آپ ہمارے با اختیار امانت دار ہیں۔“

نکات: وکتاب ”لسان العرب“ میں ہے: جب بھی انسان کسی کو اپنا محرم راز اور اسے اپنے امور میں دخل قرار دیتا ہے تو ایسی صورت میں (استخلصہ) کہا جاتا ہے۔

<sup>۱</sup> امام سجاد علیہ السلام نے مناجات شاکین میں نفس کے لئے ۱۵ پندرہ خطرے ذکر کئے ہیں جن کی طرف توجہ رکھنا ضروری ہے۔

و جناب یوسف نے قید خانہ سے نکلتے وقت زندان کے دروازے پر چند جھلکھے تھے جن میں آپ نے قید خانہ کی تصویر کشی کی ہے۔ ہذا قبور الاحیاء بیت الاحزان، تجزیۃ الاصدقاء و ثباتہ الاعداء۔ زندان؛ زندہ لوگوں کا قبرستان، غم و الم کا گھر، دوستوں کو پرکھنے کی جگہ اور دشمنوں کے لئے خذہ زنی کا مقام ہے<sup>۱</sup> و بادشاہ کو جب حضرت یوسف کی امانت و صداقت پر یقین ہو جاتا ہے اور آپ میں شہ برابر بھی خیانت نہیں پاتا تو آپ کو اپنے لئے چن لیتا ہے (غور کیجئے کہ) اگر خدا اپنے بندوں میں خیانت نہ پائے گا تو وہ کیا کرے گا؟!

یقیناً ایسے افراد کو خدا اپنے لئے چن لے گا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں انبیاء کے لئے یہ جملے مذکور ہیں۔ (وانا اخترتک فاستمع لما یوحی<sup>۲</sup>) ترجمہ: اور میں نے آپ (حضرت موسیٰ) کو منتخب کر لیا ہے لہذا جو وحی کی جا رہی ہے اسے سنیں۔ (واصطغتک لنفسی<sup>۳</sup>) ترجمہ: اور میں نے آپ (حضرت موسیٰ) کو اپنے لئے اختیار کیا ہے۔

و بادشاہ نے کلمہ ”لدینا“ سے یہ اعلان کیا کہ یوسف ہماری حکومت میں قدر و منزلت کے حامل ہیں، نہ کہ فقط ہمارے دل میں۔ لہذا تمام عمدہ دار افراد پر ان کی اطاعت ضروری ہے۔

و چونکہ حضرت یوسف کے لئے حکومت تقدیر الہی میں تھی، لہذا خداوند عالم نے آپ کو چند امتحانات میں مبتلا کیا تاکہ آپ کو تجربہ حاصل ہو جائے۔ بھائیوں کے مکر و فریب میں گرفتار کیا تاکہ صبر کریں۔ آپ کو کنویں اور قید خانے میں ڈلوا یا تاکہ کسی (بے گناہ) کو کنویں اور قید خانے میں نہ ڈالیں۔ غلامی کی طرف کھینچا تاکہ غلاموں پر رحم کریں۔ زلیخا کے دام میں گرفتار کیا تاکہ جنسی مسائل کی اہمیت کو سمجھیں۔ بادشاہ کی مصاحبت میں رکھا تاکہ آپ کی تدبیر جلوہ نما ہو۔

پیام: ۱۔ اگر خدا چاہے تو گل کے قیدی کو آج کا بادشاہ بنا سکتا ہے۔ قال الملک اعثونی بہ اُنْتخِضْتُ لِنَفْسِی۔

<sup>۱</sup> شماتت، کسی کی تباہی و بربادی پر خوش ہونے کو کہتے ہیں۔

<sup>۲</sup> تفسیر مجمع البیان۔

<sup>۳</sup> سورہ طہ آیت ۱۳۔

<sup>۴</sup> سورہ طہ آیت ۴۱۔

۲۔ سربراہ مملکت کے خاص مشیروں کو باتقویٰ، باتدبیر، قوم کی فلاح و بہبودی کے لئے صحیح پروگرام بنانے کی صلاحیت رکھنے والے، اور امانت دار ہونا چاہئے۔ اَسْتَحْلِضُ لِنَفْسِي... مَلِكِينَ اٰمِيْنَ (حضرت یوسف میں یہ تمام صفات موجود تھیں۔

۳۔ جب تک انسان خاموش رہے اس وقت تک اس کے عیوب و کمالات مخفی رہتے ہیں۔ فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ۔

۴۔ انتخاب کرتے وقت حضوری گفتگو مفید ہے فَلَمَّا كَلَّمَهُ۔

۵۔ اگر کسی پر اطمینان حاصل ہو جائے تو اسے اختیارات دے دینا چاہئے۔ لَدَيْنَا مَلِكِيْنَ اٰمِيْنَ۔

۶۔ کافر و مشرک بھی معنوی کمالات سے لذت محسوس کرتے ہیں ”کمال“ کو پسند کرنا ہر انسان کی فطرت میں موجود ہے۔ اَسْتَحْلِضُ لِنَفْسِي۔

۷۔ باختیار اور امانت دار ہونا دونوں ایک وقت ضروری ہیں اَمِيْنَ اَمِيْنَ اَمِيْنَ اَمِيْنَ اَمِيْنَ ہو لیکن باختیار نہ ہو تو بہت سے امور کو انجام دینے کی قدرت نہیں رکھتا اور اگر باختیار ہو اور اَمِيْنَ نہ ہو تو بیت المال کو بے دریغ خرچ کر دے گا۔

(۵۵) قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خِزَاْنِ الْاَرْضِ اِنِّيْ خَافُ عَلٰيْكَ ”یوسف نے کہا (جب آپ نے میری قدر دانی کی ہے تو) مجھے ملکی خزانوں پر مقرر کیجئے کیونکہ میں (اس کا) امانت دار خزانچی (اور اس کے حساب کتاب سے بھی) واقف ہوں۔“

نکات: و سوال: حضرت یوسف علیہ السلام نے عہدہ کیوں مانگا؟ بزبان دیگر جناب یوسف علیہ السلام نے ریاست طلبی کیوں کی؟

جواب: چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر کے خواب سے لوگوں کے لئے خطرے کو محسوس کر لیا اور خود کو اس

اقتصادی بحران سے نجات دلانے کے لائق سمجھ رہے تھے لہذا اس نقصان سے بچانے کے لئے انہوں نے ایسے عہدے کو قبول

<sup>۱</sup> اسی بنا پر حضرت علی علیہ السلام نے نہج البلاغہ کے ایک خط میں مصر کے گورنر مالک اشتر کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: لوگوں کو پہچاننے اور کام کرنے والوں کا انتخاب کرنے کے بعد انہیں کافی مقدار میں حقوق دو۔ (اسبغ علیہم الارزاق)، نہج البلاغہ مکتوب نمبر ۵۳۔

کرنے کا اعلان کر دیا۔ سوال: حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی تعریف و توصیف کیوں کی؟ جبکہ قرآن کا فرمان ہے کہ اپنی تعریف و تعجید نہ کروا۔

جواب: حضرت یوسف علیہ السلام اپنی ستائش کر کے اپنی قابلیت اور استعداد کی یاد دہانی کروا رہے تھے کہ میں عمدہ کو قبول کرنے کی قابلیت و صلاحیت رکھتا ہوں جس کی بنیاد پر قحط اور خشک سالی سے نجات دلائی جاسکتی ہے یہ ستائش تفاخر اور غلط فائدہ اٹھانے کے لئے نہ تھی۔

سوال: حضرت یوسف علیہ السلام نے کافر حکومت کا کیوں ہاتھ بٹایا؟ جبکہ خداوند عالم نے اس سے روکا ہے<sup>۱</sup>۔

جواب: حضرت یوسف علیہ السلام نے ظالم کی حمایت کرنے کے لئے اس عمدہ کو قبول نہیں فرمایا تھا بلکہ مخلوق خدا کو خشک سالی کی مصیبت سے نجات دلانے کے لئے ایسا قدم اٹھایا تھا حضرت یوسف نے ذرہ برابر بھی چاپلوسی نہیں کی۔

تفسیر ”فی ظلال القرآن“ کے بیان کے مطابق یا ستمدار افراد ایسے خطرات کے وقت قوم کو چھوڑ کر راہ فرار اختیار کر لیتے ہیں لیکن حضرت یوسف پر ایسے وقت میں مخلوق کی حفاظت لازم ہے۔ علاوہ ازیں اگر ظالم حکومت کو سرنگوں کرنا اور اسکے نظام میں تغیر و تبدل لانا ممکن نہ ہو تو جہاں تک ممکن ہو وہاں تک ظلم و انحرافات کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔

اگرچہ کچھ امور مملکت کو قبول کرنا پڑے۔ تفسیر نمونہ میں ملتا ہے کہ ”قانون اہم و مهم کی رعایت“ عقل اور شرع میں ایک بنیادی چیز ہے، مشرک حکومت کی حمایت کرنا جائز نہیں ہے لیکن ایک قوم کو قحط سے نجات دلانا ایک اہم کام ہے۔ اس دلیل کی بنیاد پر ”تفسیر تیان میں“ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے سیاسی عمدہ قبول نہیں کیا تاکہ ظالم کی مدد نہ ہو سکے اور نہ ہی کوئی دفاعی و نظامی ذمہ داری قبول فرمائی تاکہ کسی کا ناحق خون نہ بہنے پائے قحط اور قحط اقتصادی ذمہ داری کو قبول فرمایا۔ وہ بھی اس لئے کہ خلق

<sup>۱</sup> فلا تزکوا انفسکم سورہ نجم آیت ۳۲۔

<sup>۲</sup> لا ترکوا الی الذین ظلموا... سورہ بود آیت ۱۱۳۔

خدا قحط سے محفوظ رہ سکے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا جب ضرورت نے اس بات کا تقاضا کیا کہ یوسف مصر کے خزانوں کے سرپرست ہوں تو انہوں نے خود اس بات کا مشورہ دیا اعلیٰ بن یثعین امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بتائی ہوئی نصیحتوں کے بعد عباسی حکومت کے وزیر بنے تھے، اسی قسم کے افراد مظلوموں کے لئے پناہ گاہ ہو سکتے ہیں۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

کفارة عمل السلطان قضاء حوائج الاخوان۔ یعنی حکومتی نظام میں کام کرنے کا کفارہ برادر مومن کی مدد کرنا ہے<sup>۱</sup>۔

حضرت امام رضا علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا: آپ نے مامون کی ولی عہدی کیوں قبول کی؟ آپ نے جواب دیا: یوسف باوجودیکہ پیامبر تھے لیکن مشرک کی حکومت میں چلے گئے میں تو وصی پیامبر ہوں۔ میں ایسے شخص کی حکومت میں داخل ہوا ہوں جو مسلمان ہونے کا اظہار کرتا ہے۔ علاوہ ازیں مجھے عہدہ قبول کرنے پر مجبور کیا گیا ہے جبکہ یوسف نے حالات کی اہمیت کے پیش نظر بذات خود عہدہ کو قبول کیا تھا<sup>۲</sup>۔

حضرت یوسف نے مقام و منزلت حاصل کرتے ہی فوراً اپنے والدین سے ملاقات کی خواہش نہیں کی بلکہ خزانے کی مسؤلیت کا تقاضا کیا کیونکہ والدین کے دیدار میں عاطفی پہلو تھے جب کہ لوگوں کو خشک سالی سے نجات دلانا ان کی اجتماعی و معاشرتی رسالت اور اجتماعی ذمہ داریوں کا تقاضا تھا۔

امام صادق علیہ السلام نے ایسے افراد کو خطاب کرتے ہوئے کہ جو زہد اختیار کرنے اور دنیا سے کنارہ کشی کا اظہار کر رہے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دے رہے تھے کہ اپنی زندگی کس پمپری میں گزر بسر کرو، فرمایا: مجھے ذرا بتاؤ کہ تم لوگ یوسف پیامبر کے بارے میں کیا نظریہ رکھتے ہو جنہوں نے بادشاہ مصر سے خود فرمائش کی کہ (اجعلنی علی خزائن الارض) اسکے بعد حضرت یوسف

<sup>۱</sup> تفسیر نور الثقلین.

<sup>۲</sup> وسائل الشیعہ ج ۱۲ ص ۱۳۹.

<sup>۳</sup> تفسیر نور الثقلین.

کے امور یہاں تک پہنچ گئے کہ پوری مملکت اور اس کے اطراف یمن کی سرحدوں تک اپنے ماتحت لے لئے تھے اسکے باوجود مجھے کوئی شخص نہیں ملتا کہ کسی نے اس کام کو حضرت یوسف کے لئے معیوب بنا دیا ہو۔

و ایک روایت میں امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے: حضرت یوسف نے پہلے سات سال گیہوں کو جمع اور ذخیرہ کیا، دوسرے سات سال میں کہ جب خشک سالی شروع ہوگئی تو آہستہ آہستہ بہت دقت کے ساتھ اسے لوگوں کے حوالے کیا تاکہ وہ اپنے روز مرہ کے مصارف میں اسے خرچ کر سکیں اور بڑی ہی امانت داری اور دقت نظر کے ساتھ مملکت مصر کو بد بختی سے نجات دلائی۔  
 و حضرت یوسف نے سات سالہ قحط کے زمانے میں پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بھوکے افراد کو فراموش کر دیں۔<sup>۱</sup>

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر المیزان میں حضرت یوسف کی انداز حکمرانی کو اس طرح ذکر کیا گیا ہے: جب خشک سالی شروع ہوئی تو حضرت یوسف نے پہلے سات گیہوں سونے چاندی کے بدلے، دوسرے سات جواہر اور زیورات کے بدلے تیسرے سات چارپایوں کے بدلے، چوتھے سات غلام کے بدلے پانچویں سات گھروں کے عوض میں۔ چھٹے سات گندم کھیتوں کے عوض میں اور ساتویں سات خود لوگوں کو غلام بنانے کے عوض میں گندم فروخت کی۔ جب ساتواں سال ختم ہو گیا تو آپ نے بادشاہ مصر سے کہا: تمام افراد اور ان کا تمام سرمایہ میرے پاس ہے لیکن خدا شاہد ہے اور تو بھی گواہ رہ کہ تمام لوگوں کو آزاد کر کے ان کے تمام اموال ان کو لوٹا دوں گا اور تمہارا محل، تخت، اور مہر و انگوٹھی بھی تمہیں لوٹا دوں گا حکومت میرے لئے خلائق کو نجات دینے کے علاوہ کچھ نہیں تھی۔ تم ان کے ساتھ عدالت کے ساتھ پیش آؤ بادشاہ ان باتوں کو سننے کے بعد ایسا مسحور ہوا اور خود کو یوسف کی معنوی عظمتوں کے مقابلے میں اس طرح حقیر سمجھنے لگا کہ یک بارگی بول اٹھا: شہدان لا الہ الا اللہ و انک رسولہ میں بھی ایمان لے آیا لیکن تم کو حاکم رہنا پڑے گا۔ فانک لدینا مکین امین۔

<sup>۱</sup> تفسیر نور الثقلین  
<sup>۲</sup> تفسیر مجمع البیان.



و افراد کی تشخیص اور ان کے انتخاب میں قرآنی معیار کی طرف توجہ کرنی چاہیے ”حفظ و علیم“ کے علاوہ قرآن مجید میں دوسرے معیار بھی ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں: بتایاں: ا فمن كان مومنا لمن كان فاسقا لا يتوون<sup>۱</sup>۔ کیا جو مومن ہو وہ فاسق کی طرح ہو سکتا ہے؟ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ تہمت: والسائقون السائقون اولئك المقربون<sup>۲</sup> اور سبقت لے جانے والے تو آگے بڑھنے والے ہی میں یہی مقرب لوگ ہیں۔

تہجرت: والذین آمنوا ولم یحاجروا ما لکم من ولایتہ من شی<sup>۳</sup> اور جو لوگ ایمان تو لائے مگر انہوں نے ہجرت نہیں کی انکی ولایت سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔

تعلیمی و جسمی قوت: وزادہ بطہ فی العلم و البجم<sup>۴</sup> اور اے (طالوت کو) اللہ نے علم اور جہانی طاقت کی فراوانی سے نوازا ہے۔  
تجاندانی فضیلت: ماکان ابوک امرأ سوء ۵ تیرا باپ برا آدمی نہ تھا۔

جہاد و مبارزت: فضل اللہ المجاہدین علی القاعدین اجرأ عظیما<sup>۶</sup> اللہ تعالیٰ نے بیٹھنے والوں کی نسبت جہاد کرنے والوں کو اجر عظیم کی فضیلت بخشی ہے۔

پیام: ۱۔ جب ضرورت پڑے تو حساس عہدوں کی فرمائش کرنی چاہیے اجعلنی۔

۲۔ نبوت؛ حکومت اور سیاست سے جدا نہیں ہے جس طرح دیانت سیاست سے جدا نہیں ہے۔ اجعلنی علی خزائن الأرض۔

۱ سورہ سجدہ آیت ۱۸۔  
۲ سورہ واقعہ آیت ۱۰-۱۱۔  
۳ سورہ انفال آیت ۷۲۔  
۴ سورہ بقرہ آیت ۲۴۷۔  
۵ سورہ مریم آیت ۲۸۔  
۶ سورہ نساء آیت ۹۵۔

۳۔ اسلامی حاکم کیلئے کسی خاص مملکت کا باشندہ ہونا ضروری نہیں ہے حضرت یوسف مصری نہیں تھے لیکن حکومت مصر میں عمدہ دار ہوئے (بجارت دیگر قوم پرستی Nationalism) (منوع ہے)

۴۔ بوقت ضرورت اپنی لیاقت و شانگلی کا بیان توکل، زہد، اور اخلاص سے منافات نہیں رکھتا۔ اپنی حفظِ عظیم۔

۵۔ دو صفات جو بادشاہ نے حضرت یوسف کے لئے بیان کئے ”مکین، امین“ اور دو صفات جو حضرت یوسف نے خود اپنے لئے بیان فرمائے ”حفظ، عظیم“ میں، ان بیانات سے بہترین اور شائستہ عمدیداروں کے اوصاف سمجھ میں آتے ہیں کہ ان کے اوصاف قدرت، امانت، حفاظت اور اپنے متعلقہ کام میں مہارت عمدیداروں کے لئے ضروری ہے۔

۶۔ منصوبہ بندی اور مصارف و اخراجات کی نگرانی کرتے وقت آئندہ آنی والی نسلوں کا حصہ بھی ملحوظ خاطر ہونا چاہیئے حفظِ عظیم۔

(۵۶) وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَّبِعُوا مِنَّا حَيْثُ يَشَاءُ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَن نَّشَاءُ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ۔

”اور ہم نے یوسف کو اس ملک میں اقتدار دیا کہ اس میں جہاں چاہیں اپنا مسکن بنالیں ہم جس پر چاہتے ہیں اپنا فضل کرتے ہیں اور ہم نیکوکاروں کے اجر کو اکارت نہیں کرتے“۔

(۵۷) وَلَا جُزْءَ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ۔ ”اور جو لوگ ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے ان کیلئے آخرت کا اجر اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے“۔

نکات: وَا ان دو آیتوں میں حضرت یوسف کی توصیف محسن، مومن اور متقی کہہ کر کی گئی ہے اس پورے سورہ میں خداوند عالم کے ارادے کا مخلوق کے ارادہ سے تقابل کیا جاسکتا ہے (یعنی اس سورہ میں مختلف لوگوں کے مختلف ارادے تھے لیکن خدا کا ارادہ

<sup>۱</sup> خداوند عالم نے آیہ شریفہ میں یوسف علیہ السلام کو محسنین کے مصادیق میں سے ایک مصادیق قرار دیا ہے قرآن مجید میں محسنین کے لئے دس سے زیادہ الطاف خاصہ خداوندی مذکور ہیں۔

سب پر مسلط ہو کر رہا) برادران یوسف نے ارادہ کیا تھا کہ حضرت یوسف کو کنویں میں ڈال کر انکو غلام بنا کر ذلیل و رسوا کریں لیکن عزیز مصر نے سفارش کرتے ہوئے کہا تھا ”اکرمی مشواہ“ یعنی انکی عزت کرو۔ عزیز مصر کی بیوی نے ارادہ کیا تھا کہ آپ کے دامن کردار کو آلودہ کر دے لیکن خداوند عالم نے اس سے بچا لیا۔ زلیخا نے چاہا تھا کہ حضرت یوسف کو زندان میں بھیج کر ان کی مقاومت کو درہم برہم کر دے اور ان کی تحقیر کرے ”لیمجنن و لیکونا من الصاغرن“، لیکن ان سب کے مقابلے میں خداوند عالم نے ارادہ کیا تھا کہ ان کو صاحب عزت قرار دے اور ان کو مصر کا حاکم قرار دے۔ مکتا لیوسف۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا یوسف، اس آزاد مرد انسان کا نام ہے جس پر بھائیوں کی حسادت، کنویں میں ڈالا جانا، شہوت، تمہمت، ریاست و قدرت کوئی چیز بھی ان کی مقاومت پر اثر انداز نہ ہو سکی۔

و قرآن مجید میں لفظ ”خیر“ مختلف امور کے سلسلے میں استعمال کیا گیا ہے۔ تمومن کے لئے آخرت بہتر ہے والاخرۃ خیر و ابقیٰ۔<sup>۱</sup> ہرزوہ داروں کے لئے روزہ بہتر ہے ان تصوروا خیر کلمۃ تجاجی کے لئے قربانی بہتر ہے کلم فیھا خیر ہا انسانوں کے لئے تقویٰ بہتر ہے لو لباس التقویٰ ذلک خیر ہا تپاہی کے لئے جہاد بہتر ہے عسی ان تکرھوا شیاء وھو خیر کلم او جزائے اخروی جزائے دنیوی سے بہتر ہے کیونکہ آخرت کی جزا: (الف) نامحدود ہے۔ لحم مایشاوون۔<sup>۲</sup>

(ب) ختم ہونے والی نہیں ہے۔ خالدین۔<sup>۳</sup>

(ج) کسی خاص مکان میں محدود نہ ہوگی۔ ثبوا من ابجنہ حیث نشاء۔<sup>۴</sup>

<sup>۱</sup> تفسیر نور الثقلین.

<sup>۲</sup> سورہ اعلیٰ آیت ۱۷.

<sup>۳</sup> سورہ بقرہ آیت ۱۸۴.

<sup>۴</sup> سورہ حج آیت ۳۶.

<sup>۵</sup> سورہ اعراف آیت ۲۶.

<sup>۶</sup> سورہ بقرہ آیت ۲۱۶.

<sup>۷</sup> سورہ زمر آیت ۳۴.

<sup>۸</sup> سورہ فرقان آیت ۱۶.

<sup>۹</sup> سورہ زمر آیت ۷۴.

(د) ہمارے لئے اس کا حساب کرنا ممکن نہیں۔ اجر ہم بغیر حساب۔

(ه) وہاں امراض، آفات اور پریشانیوں کا گزر نہیں۔ لایصد عون<sup>۱</sup>۔

(و) اضطراب و بے چینی کا گزر نہیں لانوف علیہم ولا ہم یخزنون<sup>۲</sup>۔

(ز) جزا پانے والے اولیا، خداوند عالم کے پڑوسی ہیں۔ وہم جیرانی۔

پیام: ۱۔ خدا کی سنت ہے کہ پاکدامن اور با تقویٰ افراد کو عزت بخشے گا۔ کذلک...

۲۔ اگرچہ بظاہر بادشاہ مصر نے حضرت یوسف سے کہا تھا کہ اُنک ایوم لدینا مکین<sup>۳</sup> لیکن در حقیقت خداوند عالم نے حضرت یوسف

کو قدرت دی تھی۔ مگنا۔

۳۔ حضرت یوسف کے اختیارات کا دائرہ وسیع تھا۔ حیث یشاء۔

۴۔ مملکت کے بحرانی حالات میں حکومتیں اس بات کا اختیار رکھتی ہیں کہ لوگوں کے اپنے اموال و املاک میں تصرف کی آزادی کو

محدود کرتے ہوئے اسے اپنے اختیار میں لے کر عمومی مصالح میں خرچ کریں۔ یَبْذُرُوا مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ۔

۵۔ قدرت اگر اہل افراد کے ہاتھوں میں ہو تو رحمت ہے وگرنہ نقصان دہ ہے نصیب برحمتنا۔

۶۔ اگر انسان تقویٰ الہی اختیار کرے تو خدا اپنی رحمتیں اس پر نازل کرتا ہے نصیب برحمتنا... للذین... کانوا یشعون۔

۷۔ الہی نظریہ کائنات میں کوئی کام بھی بغیر اجر کے نہیں رہتا ہے لَانُضِیْع۔

<sup>۱</sup> سورہ زمر آیت ۱۰۔

<sup>۲</sup> سورہ واقعہ آیت ۱۹۔

<sup>۳</sup> سورہ بقرہ آیت ۱۱۲۔

۸۔ لوگوں کے حقوق کا ضلوع کرنا یا تو جہالت کی بنیاد پر ہوتا ہے یا بخل کی وجہ سے یا پھر نادانی کی وجہ سے یا... جن میں سے کوئی بھی خدا میں موجود نہیں ہے۔ لَا نُضِيعُ۔

۹۔ مثبت الہی با نظم اور قانون و ضابطہ سے ہے۔ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا... وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ۔

۱۰۔ حالانکہ تمام چیزیں مثبت الہی کے تحت ہوتی ہیں لیکن چونکہ خداوند عالم حکیم ہے لہذا کسی کو بھی بغیر لیاقت کے قدرت و صلاحیت نہیں دیتا۔ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ۔

۱۱۔ نیک سیرت اور اچھے اعمال بجالانے والے اشخاص جہاں دنیاوی زندگی میں نعمتوں سے بہرہ مند ہوتے ہیں وہاں آخرت میں اس سے کہیں بہتر اجر و ثواب ان کے شامل حال ہوتا ہے۔ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ وَلَا أَجْرَ الْآخِرَةِ خَيْرٌ۔

۱۲۔ راہ خدا پر گامزن مردان خدا کے لئے مادی وسائل اور ظاہری حکومت لذت آور نہیں ہے بلکہ ان کے لئے جو چیز مطلوب و محبوب ہے وہ آخرت ہے وَأَجْرَ الْآخِرَةِ خَيْرٌ۔

۱۳۔ ایمان کے ساتھ ساتھ با تقوی ہونا بھی ضروری ہے وگرنہ گنہگار مومن کی عاقبت مبہم اور غیر یقینی ہے آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ۔

۱۴۔ وہ تقوی قابل قدر ہے جس میں پائیداری و ہمیشگی پائی جائے كَانُوا يَتَّقُونَ۔

۱۵۔ ایمان و تقوی کا لازم ملزوم ہونا آخرت کے اجر و ثواب سے بہرہ مند ہونے کی شرط ہے وَأَجْرَ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ۔

۱۶۔ اگر نیک سیرت افراد کو اس دنیا میں اجر و مقام و منزلت نہ مل سکے تو اسے مایوس اور مضحل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ آخرت میں اس کی جزا مل جائے گی۔ لَا نُضِيعُ... وَلَا أَجْرَ الْآخِرَةِ خَيْرٌ۔

(۵۸) وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَبَعَثَ لَهُ مِنْكَرُونَ - ”اور (چونکہ کنعان میں بھی قحط تھا، اس وجہ سے) یوسف کے (سوتیلے) بھائی (غلہ خریدنے کیلئے مصر میں) آئے اور یوسف کے پاس گئے تو یوسف نے ان کو فوراً پہچان لیا اور وہ یوسف کو پہچان نہیں رہے تھے“۔

نکات: حضرت یوسف کی پیشین گوئی کے عین مطابق لوگوں کو سات سال تک بے حساب نعمت اور بارش میسر رہی۔ لیکن جب دوسرے سات سال آئے اور لوگ قحط و خشک سالی سے دوچار ہوئے تو اس خشک سالی کا دائرہ مصر سے فلسطین و کنعان تک آگے بڑھ گیا۔

حضرت یعقوب نے اپنے فرزندوں سے کہا کہ گیہوں مہیا کرنے کے لئے مصر جاؤ۔ وہ لوگ مصر میں وارد ہوئے اور اپنی درخواست پیش کی۔ حضرت یوسف نے ان تقاضا مندوں کے درمیان اپنے بھائیوں کو دیکھ لیا لیکن وہ لوگ حضرت یوسف کو پہچان نہ سکے اور حق بھی یہی تھا کہ نہ پہچانیں کیونکہ حضرت یوسف کو کنوئیں میں ڈالنے سے لے کر مصر کی حکومت تک پہنچنے میں تقریباً ۲۰ برس سے تیس ۳۰ سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔

پیام: ۱- خشک سالی کے زمانہ میں معین اور محدود مقدار میں غذا تقسیم کرنی چاہیئے اور ہر شخص کو اپنا حصہ لینے کے لئے خود آنا چاہیئے تا کہ دوسرے اس کے نام سے سوء استفادہ نہ کر سکیں [اخوہ] حالانکہ ممکن تھا کہ ایک بھائی کو سب کا نمائندہ بنا کر مصر روانہ کر دیا جاتا لیکن سب بھائی اکٹھے مصر آئے۔

۲- خشک سالی کے زمانہ میں اگر دوسرے شہروں کے افراد امداد طلب کریں تو ان کی مدد کرنی چاہیئے وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ

<sup>۱</sup> یوسف کو جب کنوئیں سے نکالا گیاتو آپ نوجوان تھے (بابشریٰ ہذا غلام) چند سال عزیز مصر کے خدمت گزار رہے، چند سال قید خانہ میں زندگی بسر کی، زندان سے آزادی کے بعد بھی سات سال کا دور (نعمات کی فراوانی اور کثیر پانی کا زمانہ) گزر چکا تھا۔ اب جب قحط کا زمانہ آیا تو اس وقت برادران یوسف مصر آئے۔

۳۔ حضرت یوسف سے لوگ بہت آسانی سے ملاقات کر لیا کرتے تھے یہاں تک کہ غیر مصری افراد بھی لَوَجَاءِ اُنْوَہِ یُوسُفَ یَفْدُ خُلُوفًا (حکمرانوں کو ایسا پروگرام بنانا چاہیے کہ لوگ آسانی سے ملاقات کر سکیں)

(۵۹) وَلَمَّا جَزَّہُمْ بَہَازِہُمْ قَالَ اَعْتُوْنِیْ بِاُخْ کَلْمٍ مِّنْ اَنْکَلْمِ اَلَا تَرُوْنَ اَنِّیْ اُوْنِیْ اَلْکَلِیْلَ وَاَنَا خَیْرُ الْمُنْزَلِیْنَ ۔ ”اور جب یوسف ان کے لئے سامان تیار کر چکے تو کہنے لگے: (دوبارہ آؤ تو) باپ کی طرف سے اپنے ایک سوتیلے بھائی کو میرے پاس لانا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں پورا ناپتا ہوں اور بہترین مہمان نواز ہوں؟“

نکات: و حضرت یوسف نے فرمایا (اعْتُوْنِیْ بِاُخْ کَلْمٍ) یعنی آئندہ اپنے اس بھائی کو اپنے ہمراہ لانا جو تمہارا پدری بھائی ہے آپ نے یہ نہیں فرمایا: میرے بھائی کو لیتے آنا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف نے دانستہ تجاہل سے گفتگو کا سلسلہ جاری کیا تھا۔ ان لوگوں نے بھی (جیسا کہ تفاسیر میں آیا ہے) بتانا شروع کر دیا کہ ہم حضرت یعقوب کے فرزند اور جناب ابراہیم کے پوتے ہیں، ہمارے والد گرامی ضعیف ہو چکے ہیں جو اپنے اس فرزند کے غم و اندوہ میں جسے بھیڑنے نے پھاڑ ڈالا تھا وہ سالہا سال سے گریہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے اور ناپینا ہو چکے ہیں ہم لوگوں نے اپنے ایک بھائی کو انہی کی خدمت کے لئے چھوڑ دیا ہے ممکن ہو تو اس بھائی اور والد کا حصہ ہمیں عنایت فرمادیں تاکہ ہم خوشحال ہو کر واپس لوٹیں (یہ سن کر) حضرت یوسف نے حکم دیا کہ: دس اونٹوں پر لادے جانے والے بار میں دو حصوں (حضرت یعقوب اور ان کے بیٹے کے لئے) کا اضافہ کر دیا جائے۔

و حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کو اپنی طرف کھینچنے اور جذب کرنے کیلئے فرمایا (اَنَا خَیْرُ الْمُنْزَلِیْنَ) (یعنی) میں بہترین میزبان ہوں اس کا اثر یہ ہوا کہ اس جگہ کو سنتے ہی وہ لوگ حضرت یوسف کے زیادہ قریب ہو گئے لیکن (مقام افسوس ہے) کہ

خداوند عالم اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچنے اور جذب کرنے کے لئے مختلف تعبیرات استعمال فرماتا ہے لیکن اس کے باوجود بہت سے افراد اس کی طرف مائل نہیں ہوتے۔<sup>۱</sup>

پیام: ۱۔ حضرت یوسفؑ اس غلے کی ذاتی طور پر نگرانی فرما رہے تھے جو مصر میں خشک سالی کے ایام کے لئے ذخیرہ کیا گیا تھا جَزْبَنِم

۲۔ رازداری و سچائی دونوں ضروری ہیں حضرت یوسفؑ نے فرمایا آخِ کَلْمِ [”ہمارا بھائی“، ”میرا بھائی نہیں فرمایا“، تاکہ سچائی اور رازداری دونوں کا پاس رکھا جاسکے۔

۳۔ بحران اور خشک سالی کے زمانہ میں بھی بے عدالتی اور کم ناپ تول ممنوع ہے اَوْفِي الْكَيْلِ۔

۴۔ معاملے کے دوران ”جنس“ کی مقدار معین ہونی چاہیئے اَلْكَيْلِ۔

۵۔ جو لوگ، ادارے یا ممالک کسی کی اقتصادی مدد کرتے ہیں وہ اس کی صحیح سمت رہنمائی یا دیگر مصلحتوں کے پیش نظر بعض شرطوں کو پیش کر سکتے ہیں اِعْتَوِي بَاخِ۔

۶۔ کسی ادارے یا ملک میں کام کرنے والے افراد اگر کوئی برا کام کریں یا عدل و انصاف سے کام لیں تو اس کا سارا کریڈٹ سربراہ کو جاتا ہے۔ اَنِّي اَوْفِي الْكَيْلِ۔

۷۔ مہمان نوازی انبیاء کے اخلاق میں سے ہے۔ خَيْرَ الْمُنْزَلِينَ۔

۸۔ وہ مسافر یا کاروان جو آپ کے علاقہ میں وارد ہو، اس کا احترام کرنا چاہیئے اگرچہ قحط کا زمانہ ہی کیوں نہ ہو۔ خَيْرَ الْمُنْزَلِينَ۔

<sup>۱</sup> خیر الرازقین ، وہ بہترین روزی دینے والا ہے سورہ مومنون آیت ۷۲۔ خیر الغافرین ، وہ بہترین بخشنے والا ہے سورہ اعراف آیت ۱۵۵۔ خیر الفاتحین ، وہ بہترین گشایش کرنے والا ہے سورہ اعراف آیت ۸۹۔ خیر الماکرین ، وہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے سورہ انفال آیت ۳۰۔ خیر الحاکمین ، وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے، سورہ یونس آیت ۱۰۹۔



(۶۰) فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونِ ”پس اگر تم اس کو میرے پاس نہ لاؤ گے تو تمہارے لئے نہ میرے پاس کچھ (غلہ وغیرہ) ہوگا اور نہ ہی تم میرے نزدیک آسکو گے۔“

پیام: ۱۔ انتظامی امور میں محبت و دھکی دونوں ضروری ہیں حضرت یوسف نے پہلے مژدہ محبت دیا آنا خیر المنزلیں ابھر تمہید اور الٹی میٹم (ultimatum) دیا فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي۔

۲۔ قانون کو جاری کرتے وقت بھائی، خاندان اور دیگر افراد کے درمیان فرق نہیں کرنا چاہیے اَللَّا كَيْلَ لَكُمْ (ہر شخص کا ایک خاص حصہ تھا اور اسے اپنا حصہ خود آکر لینا تھا)

۳۔ دھکی و وعید میں ضروری نہیں ہے کہ سربراہ و مدیر صدر صد اس دھکی کے اجرا کا ارادہ بھی رکھتا ہو اَلَّا كَيْلَ لَكُمْ (کیونکہ حضرت یوسف ایسے نہ تھے کہ وہ قحط کے زمانہ میں اپنے بھائیوں کو مرنا ہوا دیکھیں)

۴۔ رہبری کی ایک بڑی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے منصوبے اور پروگرام (program) کا اجرا کرنے میں مصمم ارادے کا حامل ہو۔ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ وَلَا تَقْرَبُونِ۔

(۶۱) قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ۔ ”وہ لوگ کہنے لگے ہم اس کے والد سے اس کے بارے میں جاتے ہی درخواست کریں گے اور ہم ضرور اس کام کو کریں گے۔“

نجات: وُمرأودة: یعنی پے درپے اور مسلسل التماس کے ساتھ یا دھوکہ کے ساتھ رجوع کرنے کو کہتے ہیں۔ وَاِن بھائیوں کی گفتگو میں اب بھی حد کی بومحوس کی جاسکتی ہے ذرا غور کیجئے ”ابانا“ ہمارے باپ کی بجائے ”اباہ“ اس کے باپ کہا ہے جب کہ سورہ کے آغاز میں ان کی گفتگو یہ ہے کہ (یوسف و انہو احب الی ایینا منا) یعنی حضرت یعقوب ہمارے باپ ہیں لیکن یوسف اور ان کے بھائی کو ہم سے زیادہ چاہتے ہیں۔

(۶۲) وَقَالَ لِقِيسِيَانِ اجْعَلُوا بِصَاحِبِ عِثْمِمْ فِي رَحَالِهِمْ لَعَلَّكُمْ يَغْرَفُونَنَا إِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّكُمْ يَرْجِعُونَ۔ ”اور یوسف نے اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ ان کی (جمع) پونجی جو غلے کی قیمت تھی ان کے سامان میں (چپکے سے) رکھ دو تاکہ جب یہ لوگ اپنے اہل (و عیال) کے پاس لوٹ کر جائیں تو اپنی پونجی کو پہچان لیں (اور اس طمع میں) شاید پھر لوٹ کر آئیں۔“

نکات: و حضرت یوسف جیسی شخصیت جن کے بارے میں گزشتہ آیات نے صادق، محسن، مخلص جیسے گراں بہا الفاظ کے ذریعہ قصیدے پڑھے، ان سے یہ بات ناممکن ہے کہ وہ بیت المال کو اپنے باپ اور بھائیوں میں تقسیم کر دیں، ممکن ہے کہ آپ نے غلے کی قیمت اپنی ذاتی ملکیت سے ادا کی ہو۔

و پیسہ لوٹا دیا تاکہ فقر و ناداری دوسرے سفر میں حائل نہ ہونے پائے (لَعَلَّكُمْ يَرْجِعُونَ) علاوہ ازیں پیسہ کا لوٹا دینا اس بات کی دلیل ہے کہ ہم قلبی لگاؤ کی بنیاد پر دوبارہ بلا رہے ہیں اور بھائی کو بلانے میں ہمارا کوئی بُرا ارادہ بھی نہیں ہے، نیز حضرت یوسف اجناس کے درمیان ان کی رقم کو مخفیانہ طور پر رکھوا کر نہ صرف ان پر کوئی احسان جتلانا نہیں چاہتے تھے بلکہ چوروں اور رہزنوں سے اس رقم کو محفوظ بھی کر رہے تھے۔

و حضرت یوسف کہ جو کل تک غلام تھے آج آپ کے ارد گرد غلام میں (لِقِيسِيَانِ) لیکن بھائیوں سے ملاقات کے وقت نہ ہی ان سے انتقام لیا نہ ہی کوئی گلہ شکوہ کیا اور نہ ہی دل میں کینہ رکھا، بلکہ ان کا سرمایہ لوٹا کر انہیں متوجہ کیا کہ میں تم لوگوں کو چاہتا ہوں۔

پیام: ۱۔ لائق و فائق رہبر کے منصوبے، نئے اور جدید ہونے چاہئیں۔ اجْعَلُوا۔

۲۔ انتقام و کینہ کچھ بھی نہیں بلکہ آئندہ کے رابطے کو یقینی بنانے کے لئے ہدیہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اجْعَلُوا بِصَاحِبِ عِثْمِمْ فِي رَحَالِهِمْ... لَعَلَّكُمْ يَرْجِعُونَ۔

۳۔ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے روپے پیسے کی پرواہ نہیں کرنی چلیئے۔ اجْعَلُوا بِصَاحِبِ عِثْمِمْ... لَعَلَّكُمْ يَرْجِعُونَ۔

۴۔ محتاجی و نیاز مندی کے زمانے میں بوڑھے باپ اور بھائیوں سے پیسہ لینا کرامتِ نفس کے منافی ہے۔ اَجْعَلُوا بَصًا عَنَّمْ فِي رَحَالِهِمْ۔

۵۔ صلہ رحم یعنی مدد کرنا، نہ کہ کاروبار کرنا۔ اَجْعَلُوا بَصًا عَنَّمْ۔

۶۔ برائیوں کا بدلہ اچھائیوں سے دینا چاہیئے۔ اَجْعَلُوا بَصًا عَنَّمْ۔

۷۔ پروگرام (programs) اور منصوبوں کے سو فیصد قابل عمل ہونے کا یقین ضروری نہیں ہے۔ لَعَلَّكُمْ يَرْجُونَ۔

(۶۳) فَلَمَّا رَجَعُوا إِلَىٰ أَيْمَمِ قَالُوا يَا أَبَانَا مَنْعَ مَنَا الْكَلْبُ فَاَرْسَلْنَا مَعَنَا أَخَانَا نَكْفُلُ وَإِنَّا لَكَا فَهَوْنُ۔

”غرض جب یہ لوگ اپنے والد کے پاس پلٹ کر آئے تو سب نے مل کر عرض کی اے بابا! ہمیں (آئندہ) غلہ ملنے کی مانعت کر دی گئی ہے لہذا آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی (بنیامین) کو بھیج دیجئے تاکہ ہم (پھر) غلہ حاصل کریں اور بے شک ہم اس کی پوری حفاظت کریں گے“۔

پیام: ۱۔ حضرت یعقوب کو اپنے خاندان اور بیٹوں پر مکمل کنٹرول اور تسلط حاصل تھا یا ابانا منع۔

۲۔ باپ کو حق ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو حکم دے یا کسی کام سے روک دے فَاَرْسَلْ۔

۳۔ بنیامین اپنے باپ کی اجازت کے بغیر سفر نہیں کرتے تھے فَاَرْسَلْنَا مَعَنَا۔

۴۔ کسی چیز کو لینے اور کسی کے اعتماد کو حاصل کرنے کے لئے عواطف و احساسات سے استفادہ کیا جاتا ہے اَخَانُ۔

۵۔ مجرم چونکہ اپنے ضمیر کی عدالت میں پریشان ہوتا ہے لہذا اپنی گفتگو میں پے درپے یقین دلانے کی کوشش کرتا ہے اِنَا لَمْ نَخَافُوْنَ [”لفظ اِنَا“ اور حرف لام اور اس جملے کا اسمیہ ہونا یہ سب تاکید پر دلالت کرتے ہیں یعنی آپ کے بیٹے آپ کو بھرپور یقین دلوانا چاہتے تھے۔

(۶۴) قَالَ هَلْ آتَيْنَاكُمْ عَلَيْهِ إِلَّا كَمَا أَتَيْنَاكُمْ عَلَىٰ آخِيهِ مِنْ قَبْلِ فَاللَّهُ خَيْرٌ حَاقِقًا وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔ ”(حضرت یعقوب بولے: کیا میں اس کے بارے میں تم پر اسی طرح اعتماد کروں جس طرح اس سے پہلے اس کے بھائی (یوسف) کے بارے میں کیا تھا؟ اللہ بہترین محافظ ہے اور وہ بہترین رحم کرنے والا ہے۔“

نکات: و سوال: حضرت یعقوب کے بیٹوں کی بری سیرت کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ سوال اٹھتا ہے کہ دوبارہ حضرت یعقوب نے پھر کیوں اپنے دوسرے فرزند (بنیامین) کو ان کے حوالے کر دیا؟

اس سوال کے جواب میں فخر رازی نے متعدد احتمالات پیش کئے ہیں جس کی بنیاد پر حضرت یعقوب کے اس عمل کی توجیہ کی جاسکتی ہے: ۱۔ حضرت یوسف کے بھائی گزشتہ عمل کی بنیاد پر اپنا مقصد (باپ کی نگاہ میں محبوبیت) حاصل نہ کر سکے تھے۔

۲۔ وہ بنیامین سے حضرت یوسف کی نسبت کم حد کرتے تھے۔

۳۔ شاید خشک سالی کی وجہ سے مشکلات اتنی زیادہ ہو گئی ہوں کہ بنیامین کے ہمراہ دوسرا سفر ضروری ہو گیا ہو۔

۴۔ حضرت یوسف کے واقعہ کو دسیوں سال گزر چکے تھے اور اس کا زخم کافی ہلکا ہو چکا تھا۔

۵۔ خداوند عالم نے حضرت یعقوب سے ان کے بچے کی حفاظت کا وعدہ کر لیا تھا۔

پیام: ۱۔ جس شخص کا گزشتہ ریکارڈ ((record) خراب ہو اس پر فوراً اعتماد کرنا صحیح نہیں ہے۔ ہَلْ آتَيْنَاكُمْ۔

۲۔ ماضی کی تلخ یادیں انسان کو آئندہ پیش آنے والے حادثات کا سامنا کرنے کے لئے آمادہ کر دیتی ہیں۔ اَلْآنِ مَنكُمۡ عَلٰی اٰخِرِہِ مِنْ قَبْلِ۔

۳۔ خداوند عالم کی بے نظیر رحمت کو پیش نظر رکھتے ہوئے نیز اس پر توکل و بھروسہ کرتے ہوئے حادثات زندگی کا مقابلہ کرنا چاہیئے

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَاقِبًا وَّہُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔

۴۔ ایک شکست یا کسی تلخ تجربے کی بنیاد پر انسان کو پیچھے نہیں ہٹنا چاہیئے۔ اَلْآنِ مَنكُمۡ عَلَیْہِ... فَاَللّٰهُ خَيْرٌ حَاقِبًا یَعْقُوْبُ نَعْمَ خَدَاہِ بِرِہِ مَہْرُوْسَہِ

کرتے ہوئے دوبارہ بھی دوسرے فرزند کو ان کے حوالے کر دیا۔

۵۔ رحمت خدا، سرچشمہ حفاظت ہے۔ فَاَللّٰهُ خَيْرٌ حَاقِبًا وَّہُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔

(۶۵) وَلَمَّا فَخَّوْا مَنَا عَنَّمْ وَّجَدُوْا بَصًا عَنَّمْ رَدَّتْ اِلَيْہِمْ قَالُوْا يَا اٰبَانَا مَا نَبْغِیْ ہٰذَہُ بَصًا عَنَّا رَدَّتْ اِلَیْنَا وَنَمِیْرُ اٰہِلِنَا وَنَحْنُ اٰہَانَا وَنَزَدًا ذِکْلِ بَعِیْرٍ ذِکْلِ

کیئل 'میسر' اور جب ان لوگوں نے اپنے اپنے اسباب کھولے تو اپنی اپنی پونجی کو دیکھا کہ بعینہ واپس کر دی گئی ہے (تو اپنے باپ

سے) کہنے لگے اے بابا! ہمیں (اور) کیا چاہیے (دیکھئے) یہ ہماری (جمع) پونجی تک تو ہمیں واپس دیدی گئی ہے (اور

غلہ مفت ملا اب آپ بنیامین کو جانے دیجئے تو) ہم اپنے اہل و عیال کے واسطے غلہ لائیں گے اور اپنے بھائی کی پوری حفاظت

کریں گے۔ اور ایک بار شتر غلہ اور بڑھوا لائیں گے یہ (جو اب کی دفعہ لائے تھے) تھوڑا سا غلہ ہے (یا معنی یہ ہو کہ ایک اضانی

اونٹ کا بار عزیز مصر کیئے معمولی چیز ہے)۔

<sup>۱</sup> آیت نمبر ۱۲ میں حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کے لئے ان کے بھائیوں کے محافظ بونے پر بھروسہ کیا تھا جس کے نتیجے میں یوسف کی جدائی اور نابینائی کا داغ اٹھانا پڑا لیکن بنیامین کے مورد میں خدا پر بھروسہ کیا اور کہا (فَاَللّٰهُ خَيْرٌ حَاقِبًا) نتیجہ یہ ہوا کہ بینائی بھی مل گئی اور فراق و جدائی، وصال و ملن میں تبدیل ہو گئی۔

نکات: وکلمہ ”نمیر“، مادہ ”میر“ سے ہے یعنی کھانے پینے کا سامان ”نمیر اھلنا“ یعنی اپنے گھر والوں کی غذا فراہم کریں گے۔  
 وُجَلْمَ ”نَزْدًا ذَكِيلًا بَعِيرًا“ سے استفادہ ہوتا ہے کہ ہر شخص کا حصہ ایک بار شتر تھا جس کی بنیاد پر خود حاضر ہونا ضروری تھا تاکہ اسے حاصل کر سکے۔

پیام: ۱۔ فرزند ان یعقوب اپنے باپ کے ساتھ تو زندگی بسر کرتے تھے اور اپنے گھر والوں کیلئے اسباب خورد و نوش فراہم کرنے کیلئے تلاش و جستجو کرتے تھے۔ فَخَوَّا مَنَا عَنَّمُ... يَا أَبَانَا...۔

۲۔ حضرت یوسف کا ہنر فہم یہ نہ تھا کہ وہ انسان کامل تھے بلکہ آپ کا کمال یہ تھا کہ آپ انسان سازی کر رہے تھے۔ ”اپنے حاد اور جفا کار بھائیوں کو معنی طور پر ہدیہ دیا تاکہ دوبارہ آنے کے لئے راستہ ہموار ہو سکے“ وَجَدُوا بِضَاعَ عَثْمٍ رَدَّتْ إِلَيْهِمْ۔

۳۔ اگر شروع میں جنس کی قیمت نہ لی جائے تو خریدار کی تحقیر ہوگی۔ اگر ہدیہ کا قصد ہے تو پہلے قیمت لے لی جائے پھر محبت آمیز شکل میں پلٹا دیا جائے۔ رَدَّتْ إِلَيْهِمْ۔

۴۔ اگر فراری کبوتر کو پکڑنا چاہو تو تھوڑا سا دانہ اسے ڈالنا پڑے گا ”یوسف نے غلہ کی قیمت لوٹا دی تاکہ پلٹنے کا ارادہ اور قوی ہو جائے“، بِضَاعَ عَثْمٍ رَدَّتْ إِلَيْهِمْ۔

۵۔ مرد گھر والوں کو غذا فراہم کرنے کا ذمہ دار ہے۔ نمیر اھلنا۔

۶۔ قحط اور کمیابی کے حالات میں اشیاء خورد و نوش کو محدود حصوں میں بانٹنا یوسفی سنت ہے۔ نَزْدًا ذَكِيلًا بَعِيرًا

(۶۶) قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّى تُؤْتُونِ مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ لَتَأْتُنَّنِي بِهِ إِلَّا أَنْ يُحَاطَ بِكُمْ فَلَمَّا آتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللَّهُ عَلَى مَا نَقُولُ وَكِيلٌ۔ ”(یعقوب نے) کہا جب تک تم لوگ میرے سامنے خدا سے عہد نہ کر لو گے کہ تم اس کو ضرور مجھ تک (صحیح و سالم) لے آؤ گے مگر یہ کہ تم

<sup>۱</sup> قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے (ادفع باللتي هي احسن) یعنی برائی کا جواب اچھائی سے دو۔ سورہ فصلت آیت ۳۴۔

خود کسی مشکل میں گھر جاؤ (تو مجبوری ہے ورنہ میں تو تمہارے ساتھ ہرگز اس کو نہ بھجوں گا) پھر جب ان لوگوں نے ان کے سامنے عہد کر لیا تو یعقوب نے کہا کہ ہم لوگ جو کہہ رہے ہیں خدا اس کا ضامن ہے۔“

نکات: مؤثقی: یعنی وہ چیز جو مد مقابل یعنی مخاطب کے بارے میں مایہ وثوق و اطمینان ہو جو عہد، قسم یا نذر ہو سکتی ہے۔ (مؤثقا من اللہ) ؤ ہمارا پروردگار ہم پر ہمارے باپ سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ اس داستان میں حضرت یعقوب نے اپنے فرزندوں کی ایک خیانت پر اپنے دوسرے فرزند کو ان کے حوالے نہ کیا۔ لیکن ہم لوگ ہر روز خداوند عالم کے احکام کی صریحا خلاف ورزی کرتے ہیں لیکن وہ اس معصیت کے باوجود ہم سے اپنی نعمت کو سلب نہیں کرتا۔

پیام: ۱۔ خدا پر ایمان، ذات خداوند کی قسم نذر و عہد کل بھی قوی ترین سہارا تھا اور آج بھی محکم پشت پناہ ہیں۔ مؤثقا من اللہ۔

۲۔ کسی کی بدقولی و بد رفتاری کے مشاہدہ کے بعد دوسرے موقع پر اس سے محکم و مستحکم معاہدہ کرنا چاہئے۔ مؤثقا۔

۳۔ اپنے بچوں کو آسانی کے ساتھ دوسروں کے ساتھ بھینچنا صحیح نہیں ہے۔ توثون مؤثقا من اللہ۔

۴۔ معاہدہ کرتے وقت ناگمانی اور غیر متوقع حوادث کی پیش بینی بھی کرنا چاہئے۔ اِلَّا اَنْ يَّحَاطَ بِكَلِمٍ يَعْنِي تَكْلِيفٌ مَّا لَا يُطَاقُ مَمْنُوعٌ هُوَ۔

۵۔ تمام تر حقوقی اور قانونی معاہدوں کے ہوتے ہوئے خدا پر مکمل توکل سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ علی ما نقول وکیل

(۶۷) وَقَالَ يَا بَنِيَّ لَا تَدْخُلُوا مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ وَاذْخُلُوا مِنْ اَبْوَابٍ مُتَفَرِّقَةٍ وَمَا اَعْزَمَ عَمَلُكُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَتَيْتُمْ اِلَّا اللّٰهُ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُمْ وَعَلَيْهِ

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ۔ ”اور یعقوب نے (نصیحت کے طور پر چلتے وقت بیٹوں سے کہا) اے فرزندو! (دیکھو خبردار) سب کے

سب ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا (کہ کہیں نظر نہ لگ جائے) اور متفرق دروازوں سے داخل ہونا اور میں تم سے اس

(بلا) کو جو خدا کی طرف سے (آئے کچھ بھی ٹال نہیں سکتا) حکم تو (دراصل) خدا ہی کے واسطے ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔“

پیام: ۱۔ نافرمان بیٹوں سے بھی باپ کی محبت ختم نہیں ہوتی یا بنی۔

۲۔ بچوں کی حفاظت و سلامتی کیلئے تدبیر و غور و فکر ضروری ہے۔ یا بنی لائڈ خُلوَا۔۔۔

۳۔ وعظ و نصیحت کے بہترین اوقات میں سے ایک اہم وقت وہ ہے جب انسان سفر کے لئے تیار ہو۔ حضرت یعقوب نے سفر کے موقع پر فرمایا: یا بنی لائڈ خُلوَا مِن بَابِ وَاحِدٍ۔

۴۔ حساسیت، بدگمانی اور برسی نگاہ سے لوگوں کو بچانا چاہئے جو انوں کا گروہی طور پر کسی اجنبی جگہ پر جانا بدگمانی و چغل خوری کا سبب بن سکتا ہے۔ لائڈ خُلوَا مِن بَابِ وَاحِدٍ۔

۵۔ لطف و کرم اور قدرت خداوندی کو کسی ایک راہ میں منحصر نہیں سمجھنا چاہئے اس ذات اقدس کا دست قدرت اتھائی وسیع ہے وہ جس راستے سے چاہے مدد پہنچا سکتا ہے۔ لائڈ خُلوَا مِن بَابِ وَاحِدٍ۔

۶۔ احتیاط اور تدبیر کے ساتھ ساتھ لائڈ خُلوَا۔ خدا پر توکل اور بھروسہ بھی ضروری ہے۔ عَلَیْہِ تَوَكَّلْتُ۔

۷۔ بہترین مدیر و سربراہ وہ ہے جو پروگرام اور منصوبے کے علاوہ تمام احتمالات کو مد نظر رکھے کیونکہ انسان اپنے امور کی انجام دہی میں مستقل نہیں ہے یعنی تمام تر احتیاط اور دقت کے باوجود خدا کا دست قدرت وسیع تر ہے اور ہماری تمام تر احتیاط اور حساب و

کتاب کے باوجود ان کی انجام دہی پر صد در صد ضمانت نہیں ہے۔ وَمَا أَعْزَمُ عِلْمُ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ۔

<sup>۱</sup> روایات میں بھی ہے کہ سفر کرتے وقت وعظ و نصیحت کرنی چاہیئے۔  
<sup>۲</sup> روایات میں ہے کہ: تاجر افراد اپنی تمام جمع پونجی کی سرمایہ کاری ایک جگہ پر نہ کریں تا کہ اگر ایک راستہ بند ہو جائے تو دوسری راہ کھلی رہے۔



۸۔ خدا کے علاوہ کسی دوسرے پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے ”عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ“ کیونکہ وہ تنہا کافی ہے و کفی باللہ وکیلا اور اللہ بہترین وکیل ہے۔ نعم الوکیل ۲۔

۹۔ حضرت یعقوب نے خود بھی خدا پر بھروسہ کیا اور دوسروں کو بھی خدا پر ”توکل“ کرنے کا حکم فرمایا۔ تَوَكَّلْتُ... فَلْيَتَوَكَّلْ۔  
۱۰۔ خداوند متعال کے فیصلوں کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ مَا أَغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ۔  
۱۱۔ اس کائنات میں حکم کرنے کا مطلقاً حق، صرف ذات پروردگار کو ہے اِنَّا نَحْكُمُ بِاللَّهِ۔

(۶۸) وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرْنَاهُمْ أَنْ يُورِثُوا مَا كَانُوا يُكْفَرُونَ مِنْ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عَاجِزِينَ فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لَمَّا عَلَّمْنَاهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ۔ ”اور جب یہ سب بھائی جن طرح اکلے والد نے حکم دیا تھا اسی طرح (مصر میں) داخل ہوئے تو (جو حکم) خدا (کی طرف سے آنے کو تھا اس) سے انہیں کوئی بچانے والا نہ تھا مگر (ہاں) یعقوب کے دل میں ایک تمنا تھی جسے انہوں نے بھی یوں پورا کر لیا چند مختلف دروازوں سے اپنے بیٹوں کو داخلے کا حکم دے کر یعقوب ان کو نظر بد سے بچانا چاہتے تھے کیونکہ اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ اے چونکہ ہم نے علم دیا تھا صاحب علم ضرور تھا مگر بہترے لوگ (اس سے بھی) واقف نہیں میں“۔

نجات: و حضرت یعقوب علیہ السلام کی کونسی اندرونی خواہش پوری ہوئی اس میں چند احتمالات ہیں: ۱۔ بنیامین حضرت یوسف علیہ السلام تک پہنچ جائیں اور حضرت یوسف کو تنہائی سے نجات ملے اگرچہ بنیامین پر چوری کی تہمت لگے۔  
۲۔ باپ بیٹے کے ملن میں سرعت اور جلدی ہو سکے جس کے بارے میں آئندہ اشارہ کیا جائے گا۔

<sup>۱</sup> سورہ نساء آیت ۸۱۔

<sup>۲</sup> سورہ آل عمران آیت ۱۷۳۔

۳۔ فریضہ کی انجام دہی، اگرچہ نتیجہ کی کوئی ضمانت نہ ہو حضرت یعقوب علیہ السلام کی حاجت یہ ہے کہ ملاقات کے مقدمات میں کوتاہی نہ ہو اور وہ لوگ ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہوں لیکن جو ہو گا وہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

پیام: ۱۔ تلخ تجربے انسان کو بآداب بنا دیتے ہیں اور وہ بزرگوں کی باتوں کو قبول کرنے لگتا ہے۔ دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُو نَعْمٍ۔

۲۔ اگر کسی کی بے ادبی کا ذکر کیا ہے تو اس کے ادب کو بھی بیان کرنا چاہیے۔ دَخَلُوا... أَبُو نَعْمٍ (اگر برادران یوسف نے گل اپنے بابا پر گمراہی کا الزام لگایا تھا تو آج فرمان پداری پر سر تسلیم خم کر دیا ہے۔)

۳۔ پروگرام، عزائم، تمہینہ جات اور مصمم ارادے کے ساتھ اگر خداوند متعال کا ارادہ بھی ہو تو پھر تمام پروگرام عملی جامہ پہن سکتے ہیں لیکن اگر خدا کا ارادہ شامل حال نہ ہو تو تمام عزم و ارادے بے کار ہو جاتے ہیں۔ مَا كَانَ يُعْنِي عَنَّمُ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ۔

۴۔ جناب یعقوب تمام مطالب و اسرار سے آگاہ تھے لیکن مصلحتاً ان کا اظہار نہیں فرمایا۔ حَاجَتِي فِي نَفْسِ يَعْقُوبٍ۔

۵۔ اولیائے خدا کی دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔ حَاجَتِي فِي نَفْسِ يَعْقُوبٍ قَضَاهَا۔

۶۔ انبیاء کا علم خداوند عالم کی طرف سے ہے۔ عَلَّمْنَا۔

۷۔ اکثر لوگ اسباب و علل کو دیکھا کرتے ہیں لیکن خدا کی حاکمیت اور لزوم توکل سے بے خبر ہوتے ہیں۔ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ۔

(۶۹) وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ آوَى إِلَيْهِ أَخَاهُ قَالَ إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَمَتَّعْ بِمَآكُلِنَا وَيَعْمَلُونَ۔ ”اور جب یہ لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو

یوسف نے اپنے حقیقی بھائی بنیامین کو اپنے پاس جگہ دی اور (چپکے سے) اس (بنیامین) سے کہہ دیا کہ میں تمہارا بھائی ہوں تو جو کچھ

(بد سلوکیاں) یہ لوگ تمہارے ساتھ کرتے رہے ہیں اسکا رنج نہ کرو۔“

نجات: و تفسیروں میں مذکور ہے کہ جب برادران یوسف وارد مصر ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی حمان نوازی فرمائی جس میں ہر دو آدمیوں کے لئے غذا کا ایک طبق معین کر دیا آخر میں بنیامین تمہارہ گئے تو حضرت یوسف نے ان کو اپنے نزدیک بٹھا لیا اس کے بعد ہر دو آدمیوں کے لئے ایک کمرہ معین کیا تو پھر بنیامین تمہارہ گئے تو انہیں اپنے حجرے میں رکھ لیا وہاں بنیامین نے اپنے بھائیوں کی بے وفائی اور ظلم و ستم کا ذکر چھیڑ دیا جو انہوں نے حضرت یوسف پر ڈھائے تھے یہاں پر کاسہ صبر یوسفی لبریز ہو گیا۔ فرمایا: پریشان مت ہو میں وہی یوسف ہوں اور تاکید کے ساتھ فرمایا۔ (انی انا انوک) میں ہی تمہارا بھائی ہوں تاکہ ایسا کوئی احتمال نہ آئے کہ میں تمہارے بھائی کی جگہ پر ہوں۔

و جملہ (فلا تبتئس باک انوا یعملون) کے معنی کے سلسلے میں دو احتمال ہیں۔

۱۔ یا تو یہ کہ وہ اپنے بھائیوں کی گزشتہ کارستانیوں سے غمناک نہ ہو۔

۲۔ یا یہ کہ وہ پروگرام جسے ہمارے غلاموں نے تمہارے لئے بنایا ہے کہ تمہارے حصے میں بیمانہ ڈال دیں گے تاکہ تم میرے پاس رہ سکو اس سے پریشان نہ ہونا۔

پیام: ۱۔ وہ برادران جنہیں کل اپنی قدرت پر ناز تھا اور کہہ رہے تھے ”سخن عصبہ“ ہمارا گروہ قوی ہے وہی آج اس درجہ کو پہنچ چکے ہیں کہ اپنا آذوقہ (اتہائی کم غذا) مہیا کرنے کے لئے آستانہ حضرت یوسف پر تواضع کے ساتھ بوسہ دینے پر مجبور ہیں۔ دخلوا علی۔

۲۔ کلام اور گفتگو کے مختلف مرحلے میں کہیں مخفیانہ گفتگو ہوتی ہے تو کہیں اعلانیہ، حضرت یوسف نے مخفیانہ انداز سے لفظ بنیامین سے کہا: [انی انا انوک] (ہر سخن جائی و ہر نکتہ مقامی دارد) ہر سخن اور نکتہ کا اپنا موقع و محل ہوتا ہے۔

۳۔ بعض امور سے لفظ خاص لوگوں کو باخبر کرنا چاہیئے۔ فلا تبتئس۔

۴۔ جب بھی کوئی نعمت حاصل ہو تو ماضی کی تلخ کامیوں کو بھول جانا چلیئے (یوسف) اور بنیامین نے ملاقات کی چاشنی محسوس کر لی ہے تو اب ضرورت اس بات کی ہے کہ پرانی باتوں کو بھلا دیا جائے۔ (فلا تبتئس۔)

۵۔ کسی بھی پروگرام اور نقشہ کو عملی جامہ پہنانے سے قبل بے گناہ شخص کو روحانی و نفسیاتی طور پر آمادہ کر لینا چلیئے۔ (بنیامین سے کہا گیا کہ تمہیں چور قرار دے کر یہاں روکا جائے گا لہذا پریشان نہ ہونا۔) فلا تبتئس۔

(۷۰) فَلَمَّا جَزَّ بَعْثُ بَهْمَا بَهْمَا جَعَلَ التَّائِيَةَ فِي رُحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَدْنَىٰ مَوْذِنًا لَّيْتِنَا الْعَيْرَ الْكَلِمَ لَسَارِقُونَ۔ ”پھر جب یوسف نے ان کا ساز و سامان (سفر غلہ وغیرہ) تیار کرا دیا تو اپنے بھائی کے سامان میں پانی پینے کا کٹورا رکھ دیا پھر ایک منادی لکار کے بولا کہ اے قافلے والو (ہونہ ہو) یقیناً تمہیں لوگ چور ہو،“۔

نکات: وہ یہ دوسری نقشہ کشی ہے جسے حضرت یوسف علیہ السلام انجام دے رہے ہیں پہلی مرتبہ غلہ کی قیمت کو بھائیوں کے سامان میں رکھ دیا تاکہ وہ دوبارہ پلٹ آئیں اس بار قیمتی برتن اپنے بھائی کے سامان میں رکھ دیا تاکہ اسے اپنے پاس رکھ سکیں۔

و ”تتایہ“ اس کٹورے اور پیمانے کو کہتے ہیں جس میں پانی پیا جاتا ہے ”رعل“ اس خوگیر یا بوری کو کہتے ہیں جو اونٹ کے اوپر رکھی جاتی ہے اور اس کے دونوں اطراف سامان وغیرہ رکھنے کی گنجائش ہوتی ہے (پالان، محل) ”عیر“ اس قافلہ کو کہتے ہیں جو غذائی اجناس لے کر جاتا ہے۔<sup>۱</sup>

و تفسیروں میں بیان ہوا ہے کہ حضرت یوسف اور بنیامین کے درمیان جو نشست ہوئی اس میں حضرت یوسف نے بنیامین سے پوچھا کہ کیا وہ یوسف کے پاس رہنا پسند کرتے ہیں؟ تو جناب بنیامین نے رضابت کا اٹھار کر دیا لیکن یہ بتا دیا کہ ان کے بابا نے بھائیوں سے

<sup>۱</sup> مفردات راغب.

تعمد لیا ہے کہ بنیامین کو اپنے ہمراہ واپس لے کر آئیں گے۔ اس پر حضرت یوسف نے فرمایا: گھبراؤ نہیں، میں تمہارے رہنے کے لئے نقشہ کشی کر کے ایک راستہ نکال لوں گا۔

و اس ماجرے میں بے گناہوں پر جوری کا الزام کیوں لگایا گیا؟

جواب: بنیامین نے اپنے بھائی کے پاس رکنے کے لئے بسر و چشم اس منصوبے کو قبول کیا تھا باقی برادران اگرچہ کچھ دیر کے لئے ناراض ہوئے لیکن تحقیق کے بعد ان سے الزامات مرتفع ہو گئے علاوہ ازیں کام کرنے والوں کو خبر نہ تھی کہ حضرت یوسف نے خود سامان کے درمیان پیمانہ ڈال دیا ہے۔ (جمل) ان لوگوں نے تو طبعی طور پر چینا شروع کر دیا کہ (اکلم لسا قون) تم ہی لوگ چور ہو۔ و امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ان لوگوں نے حضرت یوسف کو حضرت یعقوب کی بارگاہ سے چرایا تھا لہذا کام کرنے والوں نے یہ کہا کہ ہم نے بادشاہ کا پیمانہ کم کر دیا ہے یہ نہیں کہا کہ تم لوگوں نے بادشاہ کا پیمانہ چرایا ہے فقط حضرت یوسف علیہ السلام یہ بتانا چاہتے تھے تم لوگوں نے حضرت یعقوب کی بارگاہ سے یوسف کو چرایا ہے و پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: ”لا کذب علی المصلح“، اگر کوئی شخص دو آدمیوں کے درمیان صلح و آشتی اور رفع اختلافات کے لئے جھوٹ کا سہارا لیتا ہے تو وہ جھوٹ شمار نہیں

ہوتا، اس وقت آنحضرت نے اسی آیت شریفہ کی تلاوت فرمائی<sup>۱</sup>۔

<sup>۱</sup> تفسیر نور الثقلین۔ البتہ اس عمل کو اصطلاح میں ”توریہ“ کہتے ہیں یعنی کہنے والا ایک خاص ہدف رکھتا ہے لیکن سننے والا دوسرا ہدف سمجھتا ہے۔ بہر حال اگر موذن سے مراد آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام ہیں تو یہ توریہ صحیح ہے۔ واللہ العالم۔

<sup>۲</sup> تفسیر نور الثقلین۔ ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے موارد کذب میں شمار ہوتے ہیں یا نہیں یعنی آیا مصلح یا اس قسم کے لوگوں سے کذب کا حکم اٹھا لیا گیا ہے یا اصلاً جھوٹ ہی نہیں ہے۔ اس مشکل کو حل کرنے کیلئے صدق و کذب، سچ اور جھوٹ کے معنی کو دیکھنا پڑے گا عام طور پر صدق کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے: وہ خبر جو مطابق واقع ہو۔ جھوٹ کی تعریف مینہ کہا جاتا ہے: وہ خبر جو مخالف واقع ہو۔ اگر یہی تعریف صحیح ہے تو پھر بہت سے مقامات پر یہ قاعدہ ٹوٹ جائے گا مثال کے طور پر سورہ منافقین کی پہلی آیت میں خداوند عالم گواہی دیتا ہے کہ نبی اکرم (ص) خدا کے رسول ہیں لیکن وہیں پر فرماتا ہے کہ ”واللہ بشہد ان المنافقین لکاذبون“ اگر مطابق واقع خبر سچ ہے تو پھر منافقین کو سچا ہونا چاہیئے لیکن قرآن کریم فرما رہا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ اسی طرح مصلح خلاف واقع گفتگو کرتا ہے لیکن نبی اکرم فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹ نہیں ہے۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ معیار صدق و کذب مطابق و مخالف واقع ہونا نہیں ہے بلکہ معیار کچھ اور ہے درحقیقت معیار صدق و کذب عدل و ظلم ہے جہاں ایک کلام عدل ہوگا وہ صدق ہوگا اور جہاں ظلم ہوگا وہاں کذب اور جھوٹ ہوگا غالباً جو کلام صادق ہوتا ہے وہ عدل ہوتا ہے لیکن بہت کم موارد میں ایسا ہوتا ہے جہاں کذب عدل ہوتا ہے دوسری طرف غالباً کذب ظلم ہوتا ہے اور کم مواقع ایسے آتے ہیں جہاں صدق اور سچ ظلم ہوتا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ حکم شرعی، حرام اور مباح، دائر مدار صدق و کذب نہیں ہے بلکہ دائر مدار عدل و ظلم ہے۔ بنا بریں مصلح کا صلح قائم کرنے کیلئے صحیح بات بتانے سے گریز کرنا عدل ہے لہذا وہ جھوٹ نہیں ہے، منافقوں کا رسول اکرم کو رسول کہنا باوجودیکہ دل سے ان کے مخالف تھے ظلم ہے، لہذا وہ سچ نہیں ہے، جناب یوسف کا اپنے بھائی کو روکنا عدل ہے تاکہ آئندہ کیلئے راہ ہموار ہوسکے، لہذا جھوٹ نہیں ہے مترجم۔

پیام: ۱۔ کبھی کبھی کسی ماجرے کی گہرائی تک پہنچنے کے لئے نقشہ کشی اور سازش کا سہارا لیا جاتا ہے، بنا بریں اہم مصلحتوں کے پیش نظر بے گناہ شخص پر چوری کا الزام لگانا کہ جس کے بارے میں پہلے آگاہ کر دیا ہو کوئی مشکل کام نہیں ہے۔<sup>۱</sup>

(۱) قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْنِهِمْ مَاذَا تَقْتَدُونَ - ”یہ سن کر یہ لوگ بھارنے والوں کی طرف رخ کر کے کہنے لگے (آخر) تمہاری کونسی چیز گم ہو گئی ہے؟“

(۲) قَالُوا نَقْدَةُ صُوعِ الْمَلِكِ وَلَمَّا جَاءَهُمْ جُلُوعٌ بَعِيرٌ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ - ”ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہمیں بادشاہ کا پیالہ نہیں ملتا ہے جو شخص اسے پیش کرے گا اس کیلئے بارشتر (غلہ انعام) ہے اور میں اس کا ضامن ہوں۔“

نکات: و ”صُوعِ“ اور ”سُوعِ“ دونوں ہم معنی میں یعنی وہ ظرف جس سے پانی پیا جاتا ہو اور اسی سے گیہوں بھی تولا جاتا ہو جو صرف جوئی کی علامت ہے یعنی ایک چیز سے چند کام۔

و ”جُلُوعٌ“ بار کو کہتے ہیں ”جُلُوعٌ“ بھی بار ہی کو کہتے ہیں لیکن اس بار کو جو پوشیدہ ہو مثلاً وہ بارش جو بادل میں چھپی ہو یا وہ بچہ جو شکم مادر میں ہو۔<sup>۲</sup>

و جملہ ”لَمَّا جَاءَهُمْ جُلُوعٌ بَعِيرٌ“ یعنی جو ایسا کرے گا اس کی جزایہ ہوگی اسے فقہی اصطلاح میں ”بُغَالِہ“ کہتے ہیں جو سابقہ اور قانونی اعتبار کا حامل ہے

پیام: ۱۔ انعام و اکرام کی تعین پرانی روش ہے لَمَّا جَاءَهُمْ جُلُوعٌ بَعِيرٌ۔

<sup>۱</sup> مثلاً نمائش، تصاویر اور فلم وغیرہ میں بظاہر لوگوں کو مجرم، گناہگار وغیرہ جیسے خطاب سے مخاطب کیا جاتا ہے حتیٰ انکو شکنجہ بھی دیا جاتا ہے لیکن چونکہ ان لوگوں کو پہلے سے متوجہ کر دیا جاتا ہے اور وہ راضی ہوتے ہیں اسی بنیاد پر اہم مصلحت کو دیکھتے ہوئے اسے قبول کر لیتے ہیں۔

<sup>۲</sup> تفسیر المیزان ج ۱۱، ص ۲۴۴

<sup>۳</sup> تفسیر الطیب البیان میں آیا ہے کہ صواع اس ظرف کو کہتے ہیں جس میں ایک صاع (تقریباً تین کلو) گیہوں کی گنجائش ہوتی ہے۔

<sup>۴</sup> مفردات راغب۔

۲۔ انعام و اکرام انسان اور زمانے کی مناسبت سے ہونا چاہیئے۔ خشک سالی کے زمانے میں بہترین انعام غلے سے لدا ہوا ایک اونٹ ہے حملِ بُعیر۔

۳۔ حصولِ اطمینان کے لئے صنایع قرار دینا تاریخی سابقہ رکھتا ہے انا پر زعم۔

(۳) قَالُوا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جَعَلْنَا لِنَفْسِنَا فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ”تب یہ لوگ کہنے لگے خدا کی قسم تم تو جانتے ہو کہ ہم (تمہارے) ملک میں فساد کرنے کی غرض سے نہیں آئے اور نہ ہی ہم لوگ چور ہیں۔“

نکات: وُ برادرانِ یوسف نے کہا: آپ لوگ جانتے ہیں کہ ہم لوگ چوری اور فساد برپا کرنے کے لئے نہیں آئے وہ لوگ یہ کیسے جانتے تھے کہ یہ چور اور فسادی نہیں ہیں؟ اس میں چند احتمال ہیں۔ شاید حضرت یوسف نے اشارہ کیا ہو کہ یہ لوگ چور نہیں ہیں شاید شخصی داخلہ کے وقت کچھ افراد معین ہوں کہ جو رفت و آمد پر نظر رکھتے ہوں۔ جی ہاں! یقیناً باہر سے آنے والے افراد کی نگرانی کرنی چاہیئے خصوصاً اس وقت جب ملک بحرانی کیفیت میں ہو تو زیادہ گہری نگاہ رکھنی چاہیئے تاکہ آنے والے مسافریں کے اہداف کا علم رہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیام: ۱۔ بے داغ ماضی، بری الذمہ ہونے کی علامت ہے۔ لَقَدْ عَلِمْتُمْ۔

۲۔ ”چوری“ بھی زمین پر فساد کا ایک مصداق ہے۔ مَّا جَعَلْنَا لِنَفْسِنَا فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ۔

(۴) قَالُوا مَّا جَزَاؤُهُ اِنْ كُنْتُمْ كَاذِبِينَ ”وہ (ملازمین) بولے کہ اگر تم جھوٹے نکلے تو پھر اس (چور) کی سزا کیا ہونی چاہیئے“۔

نکات: وُ جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ سوال تیار کرنے والے حضرت یوسف علیہ السلام میں چونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کے بھائی کنعان کے علاقائی قانون اور حضرت یعقوب کے (نظریہ کے) مطابق اپنا نظریہ پیش کریں گے۔

وکیا قاضی کے علم اور ملزم کے قسم کھانے کے باوجود بھی تحقیق کرنا ضروری ہے؟ (تاللہ لَقَدْ عَلِمْتُمْ) جواب: جی ہاں۔ اس کی دلیل جملہ ”فَأَجْرًاؤُهُ إِن كُنْتُمْ كَاذِبِينَ“ ہے۔

پیام: ۱۔ مجرم کی سزا کو معین کرنے کے لئے اس کے ضمیر سے سوال کیا جائے۔ (فَأَجْرًاؤُهُ...)

(۷۵) قَالُوا جَزَاؤُهُ مَن وَجَدَنِي رَحْلُهُ فَوَجَدَ جَزَاؤُهُ كَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ”۔ وہ (بے دھڑک) بول اٹھے کہ اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے بورے میں وہ (پیالہ) پایا جائے تو وہی اس کا بدلہ ہے (تو وہ مال کے بدلے میں غلام بنایا جائے گا) ہم لوگ تو (اپنے یہاں کنگان میں) غلاموں (چوروں) کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں“۔

پیام: ۱۔ بعض گزشتہ اقوام میں چوری کی سزا چور کو غلام بنا لینا تھی۔ اُنھو جَزَاؤُهُ۔

۲۔ قانون میں کوئی استثناء اور پارٹی بازی نہیں ہونی چاہیئے۔ جو بھی چور ہوگا غلامی کی زنجیر اس کے پیروں میں ہوگی۔ مَن وَجَدَنِي رَحْلُهُ۔

۳۔ ممکن ہے کہ مجرم کی سزا اس کے علاقے کے قانون کے مطابق ہو۔ میزبان ملک کے قانون کے مطابق سزا دینا ضروری نہیں ہے۔ كَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ۔

۴۔ چوری، ظلم کا کھلا ہوا نمونہ ہے کیونکہ آیت کے آخری حصے میں لفظ ”سارق“ کے بجائے ”ظالم“ استعمال ہوا ہے۔

(۷۶) فَبَدَأَ بِأَوْعِيَّتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ آئِيهِ ثُمَّ انشَرَّهَا مِن وِعَاءِ آئِيهِ كَذَلِكَ كَذْنَا لِيُؤْسَفَ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ”۔ غرض یوسف نے اپنے بھائی کے ثلثیتے کھولنے سے پہلے دوسرے بھائیوں کے ثلثیتوں سے (تلاشی) شروع کی اس کے بعد (آخر میں) اس (پیالے) کو یوسف نے اپنے بھائی کے ثلثیتے سے برآمد کیا یوسف کے

<sup>۱</sup> بنا بر نقل تفسیر مجمع البیان اس غلامی کی مدت ایک سال تھی۔



(بھائی کو روکنے کی) ہم نے یوں تدبیر بتائی ورنہ وہ (بادشاہ مصر کے) قانون کے مطابق اپنے بھائی کو نہیں روک سکتے تھے مگر ہاں جب ہم چاہتے ہیں اس کے درجات بلند کر دیتے ہیں، اور ہر صاحب علم سے بڑھ کر ایک بہت بڑی دانا ذات (بھی) ہے۔“

نکات: چونکہ بنیامین اس واقعہ سے آگاہ تھے لہذا تلاشی کے وقت کافی مطمئن تھے، یہی وجہ ہے کہ اس پورے ماجرے میں کہیں بھی ان کی طرف سے کوئی اعتراض نقل نہیں کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں تاکہ یہ نقشہ کشی مٹھی رہ سکے اور بدگمانی کا سبب نہ بنے تلاشی کو دوسرے لوگوں سے شروع کیا گیا یہاں تک کہ بنیامین کی نوبت آگئی اور جب وہ ہیمانہ ان کے سامان میں پایا گیا تو اب گزشتہ قرارداد کے مطابق ان کا مصر میں رہنا ضروری ہو گیا۔ یہ خدائی تدبیر تھی کیونکہ جناب یوسف علیہ السلام مصری قوانین کے تحت چور کو بعنوان غلام نہیں رکھ سکتے تھے۔

و کلمہ ’کد‘ تمام مقامات پر مذموم معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ تدبیر، چارہ اندیشی اور منصوبہ بندی کے معنی میں بھی مستعمل ہے (کدنا)

پیام: ۱۔ اطلاعات جمع کرنے پر مامور افراد کو کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے جس سے دوسروں کو ان پر شک ہو جائے۔ فَبَدَأْ بِأَوْعِيَتِهِمْ (وہ تلاشی لینے کیلئے سب سے پہلے بنیامین کے پاس نہیں گئے بلکہ تلاشی دوسروں کے سامان سے شروع کی۔)

۲۔ کارکنان کے کاموں کی نسبت مؤل کی طرف دی جاتی ہے اَبْدَأْ (بر حسب ظاہر حضرت یوسف نے تلاشی نہیں لی تھی لیکن قرآن فرماتا ہے کہ تلاشی انہوں نے شروع کی تھی۔)

۳۔ فکر و تخلیقی صلاحیت، منصوبہ بندی و چارہ جوئی غیبی امداد سے حاصل ہوتی ہے کدنا۔

۴۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی تدبیریں الہامی تھیں۔ کدنا یوسف۔

۵۔ حضرت یوسف کے پاس بنیامین کا رہنا حضرت یوسف کے لئے فائدہ مند تھا۔ کدنا کدنا یوسف۔

۶۔ قانون کا احترام اور اس کی رعایت غیر الہی حکومت میں بھی ضروری ہے۔ ما کَانَ لِیَاخُذَ أَخَاهُ فِی دِیْنِ الْمَلِکِ۔

۷۔ معنوی مقامات مختلف درجات اور مراتب کے ایک سلسلہ کے حامل ہیں۔ نَزَعَ دَرَجًا۔

۸۔ علم و آگاہی برتری کا سرمایہ ہے نَزَعَ دَرَجَاتٍ۔۔ وَفُوقَ كُلِّ ذِی عِلْمٍ عَلِیمٌ۔

۹۔ بشری علم محدود ہے۔ فُوقَ كُلِّ ذِی عِلْمٍ عَلِیمٌ۔

(۷۷) قَالُوا إِن يَسْرِقْ فَدَسْرُقْ أَخ لَه مِنْ قَبْلُ فَأَسْرَبَا يُونُسَ فِی نَفْسِهِ وَكَمْ يَبْدَأُ لَكُمْ قَالِ انْتُمْ شَرُّ مَكَانَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِا تَصْفُوْنَ۔  
 ”(غرض بنیامین روک لئے گئے) تو یہ کہنے لگے اگر اس نے چوری کی ہے تو (کوئی تعجب کی بات ہے) اس سے پہلے اسکا بھائی (یوسف) چوری کر چکا ہے تو یوسف نے (اس تہمت کا کوئی جواب نہیں دیا اور) اس کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھا اور ان پر ظاہر نہ ہونے دیا (مگر) یہ کہہ دیا کہ تم لوگ برے ہو (نہ کہ ہم دونوں) اور جو (اس کے بھائی کی چوری کا) حال تم بیان کر رہے ہو اس سے خدا خوب واقف ہے۔“

پیام: ۱۔ متہم یا تو انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں چور نہیں ہوں۔ (ما کَانَ سَارِقِیْنَ) یا یہ توجیہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کا چوری کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے اس سے پہلے بھی اس کا بھائی چوری بھی کر چکا ہے۔ فَدَسْرُقْ أَخ لَه مِنْ قَبْلُ۔

۲۔ حد کا مریض سالہا سال کے بعد بھی چنگی لینے سے باز نہیں آتا۔ فَدَسْرُقْ أَخ لَه مِنْ قَبْلُ۔

۳۔ ایک بھائی کا اخلاق دوسرے بھائی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اَخ لَه لَمَّاں کا کردار بھی بچوں پر اثر انداز ہوتا ہے (یوسف اور

بنیامین کی ماں ایک تھی)

۴۔ جہاں محبت اور دل صاف نہ ہو وہاں تمت بہت جلد لگا دی جاتی ہے۔ اِن یَسْرِقُ فَتَدْبِرُ (پیمانہ کا بنیامین کے سامان سے باہر نکلنا چوری کی دلیل نہیں ہے، لیکن چونکہ بھائیوں کو بنیامین سے محبت نہ تھی اس لئے ان لوگوں نے چوری کا الزام لگا دیا اور مسئلہ کو تسلیم کر لیا۔)

۵۔ جہاں محبت نہیں ہوتی وہاں جزئی اور چھوٹی سی غلطی کو کھلی اور بڑی بھاری خطا ٹار کیا جاتا ہے (انہوں نے ”سرق“ فعل ماضی کے بجائے فعل مضارع ”یسرق“ استعمال کیا یعنی اس کام میں استمرار ہے گویا بنیامین کا روزانہ کا کام یہی تھا)۔

۶۔ ہدف تک پہنچنے کے لئے لعن و طعن کے تیر سہنے پڑتے ہیں۔ سَرِقْ أَخْ لَهْ مِنْ قَبْلُ۔

۷۔ کچھ لوگ بعض موقع پر اپنی آبرو بچانے کے لئے دوسرے پر تہمتیں لگاتے ہیں۔ سَرِقْ أَخْ لَهْ مِنْ قَبْلُ۔

۸۔ جواں مردی اور کفادہ قلبی رمز رہبری ہے۔ اَسْرَبَا يُونُفَ۔

۹۔ راز کا فاش کرنا ہمیشہ قابل اہمیت و ارزش نہیں ہے۔ وَاَلَمْ يَبْدَاهَا لَعْمَ۔

۱۰۔ ”تحقیر“، نہی از منکر کا ایک طریقہ ہے۔ اَنْتُمْ شَرُّ مَكَانَا۔

(۷۸) قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبَا شَيْخًا كَلِيمًا فَتَدْبِرْ أَحَدَنَا مَكَانَهُ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ. (اس پر) ان لوگوں نے کہا: اے عزیز! اس (بنیامین) کے والد بہت بوڑھے (آدمی) ہیں (اور اس کو بہت چاہتے ہیں) تو آپ اس کے عوض ہم میں سے کسی کو رکھ لیجئے اور اس کو چھوڑ دیجئے کیونکہ ہم آپ کو نیکو کار بزرگ سمجھتے ہیں۔“

نکات: و جب برادران یوسف نے دیکھ لیا کہ بنیامین کا روکا جانا قطعی ہو گیا ہے تو حضرت یوسف کے سلسلے میں اپنے سابقے اور بنیامین کے بارے میں اپنے باپ سے کئے گئے عہد و پیمانہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے نیز یہ احساس کرتے ہوئے کہ بنیامین کے بغیر پلٹنے

کے نتائج بڑے تلخ ہوں گے، نفسیاتی طریقے سے حضرت یوسف سے التماس کرنے لگے۔ گڑگڑانے لگے اور احساسات کو بھڑکاتے ہوئے یہ کہنے لگے آپ صاحب عزت و قدرت اور نیک کردار ہیں۔ اس کا باپ بوڑھا ہے اس کے بدلے میں آپ ہم میں سے کسی کو بھی غلام بنا لیجئے اور سب بھائی بنیامین کی بخشش کرانے کیلئے آمادہ ہو گئے۔

پیام: ۱۔ مقدرات الہی ایک دن ہر سنگ دل اور سنگدل کو ذلت و رسوائی کی خاک چھوٹی ہے بلکہ گڑگڑانے پر مجبور کر دیتی ہے ان لوگوں کے جملہ یا ائینا العزیز۔۱ کے آہنگ میں اس بات کا ثبوت موجود ہے۔

۲۔ اقتدار کے زمانے میں بھی حضرت یوسف کا نیک کردار نمایاں تھا۔ (زُكَاةٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ)

(۹) قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ أَنْ نَأْخُذَ إِلَّا مَنْ وَجَدْنَا مَتَاعًا عِنْدَهُ إِذَا انطَلَقْنَا مِنْهُ. (حضرت یوسف نے) کہا: معاذ اللہ (یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم نے جس کے پاس اپنی چیز پائی ہے اسے چھوڑ کر دوسرے کو پکڑ لیں؟) (اگر ہم ایسا کریں) تو ہم ضرور بڑے بے انصاف ٹھہریں گے۔“

نکات: و حضرت یوسف علیہ السلام کے نپے تے الفاظ اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ آپ بنیامین کو چور ثابت کرنا نہیں چاہتے ہیں اسی لئے آپ نے ”وجدنا سارقا“ نہیں فرمایا بلکہ ”وجدنا متاعاً عندہ“ فرمایا۔ یعنی متاع وہیمازہ اس کے سامان میں تھا وہ خود چور نہیں ہے۔

و اگر جناب یوسف بنیامین کے بجائے کسی دوسرے بھائی کو رکھ لیتے تو ان کے سارے کئے کرائے پر پانی پھر جاتا اس کے علاوہ دوسرے بھائی، بنیامین کے ساتھ چوروں، جیسا سلوک کرتے انہیں مختلف طریقوں سے اذیت پہنچاتے اور جو شخص بنیامین کے بجائے رکنا وہ یہ سوچتا کہ ناحق گرفتار ہو گیا ہوں۔

پیام: ۱۔ قانون کی رعایت ہر شخص پر لازم ہے حتیٰ عزیز مصر کیلئے بھی قانون شکنی ممنوع ہے۔ معاذ اللہ۔

۲۔ قانون شکنی ظلم ہے (کسی کے کئے پر قانون توڑنا صحیح نہیں ہے) معاذ اللہ ان نأخذ... لظالمون۔

۳۔ بے گناہ کو گناہ گار کے بدلے سزا نہیں دینی چاہیے اگرچہ وہ خود اس پر راضی ہو، معاذ اللہ۔

(۸۰) فَلَمَّا اسْتَيْسَاءَ مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا قَالَ كَيْسِرُ بَنِي إِسْرَائِيلَ لِقَوْمِهِمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ آبَاءَكُمْ قَدْ أَخَذُوا عَلَيْكُمْ مِيثَاقًا مِنَ اللَّهِ وَمِنْ قَبْلِ مَا فُرِطُمْ فِي يُوسُفَ فُلَانِ ابْرَحَ

الْأَرْضِ حَتَّى يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ”۔ پھر جب یوسف کی طرف سے مایوس ہو گئے تو باہم مشورہ کرنے کے لئے

الگ کھڑے ہوئے۔ تو جو شخص ان سب میں بڑا تھا کہنے لگا! (بھائیو!) کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ تمہارے والد نے تم سے

خدا کا عہد لیا ہے اور اس سے پہلے تم لوگ یوسف کے بارے میں کیا کچھ تفصیر کر ہی چکے ہو، تو (بھائی) جب تک میرے والد

مجھے اجازت (نہ) دیں یا خدا مجھے کوئی حکم (نہ) دے میں اس سرزمین سے ہرگز نہ ہلوں گا۔ اور خدا تو سب حکم دینے والوں سے

کہیں بہتر ہے۔“

نکات: ”و“ ”خلصوا“ یعنی اپنے گروہ کو دوسرے سے جدا کرنا، ”نجیاً“ یعنی سرگوشی کرنا، لہذا ”خلصوا نجیاً“ یعنی محرمانہ

نشست (secret meeting) تشکیل دی کہ اب کیا کریں۔

پیام: ۱۔ احکام الہی کو جاری کرنے کی راہ میں التماس و خواہشات مانع نہیں ہونا چاہئے۔ استیءنوا منہ۔

۲۔ ایک دن وہ تھا جب یہی بھائی اپنی قدرت کے نشہ میں مست ہو کر جناب یوسف کے سلسلے میں مشورہ کر رہے تھے کہ ان کو

کیسے ختم کریں (اقتلوا یوسف او طرحوہ ارضاً... لا تقتلوا... القوہ...) آج وہ زمانہ آگیا ہے کہ کاسۃ التماس ہاتھوں میں لئے بنیامین کی آزادی

کی بھیک مانگ رہے ہیں اور اسی کاسۃ التماس کے ہمراہ بنجوی اور سرگوشی کر رہے ہیں کہ کیسے بنیامین کو آزاد کرایا جائے۔ خَلَصُوا

نجیاً۔

۳۔ تیغ اور ناگوار حوادث میں بڑے لوگ زیادہ ذمہ دار اور شرمسار ہوتے ہیں قال کیسر بنیم۔

۴۔ عہد و پیمانہ کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَوْثِقًا۔

۵۔ سخت اور محکم عہد و پیمانہ غلط فائدہ اٹھانے کی راہ کو سدود کر دیتے ہیں۔ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَوْثِقًا۔

۶۔ خیانت اور جنایت مرتے دم تک زندہ ضمیروں کو اذیت پہنچاتی رہتی ہے۔ مِنْ قَبْلِ مَا فُزِئْتُمْ فِیْ يَوْمِنَا۔

۷۔ دھرتی ڈالنا ایک پرانی روش اور انداز ہے۔ فَلَئِنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ۔

۸۔ غربت (یعنی پردیس کو وطن پر ترجیح دینا) شرمندگی سے بہتر ہے فَلَئِنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ۔

۹۔ خداوند عالم کے بارے میں ہمیشہ حسن ظن رکھنا چاہئے۔ هُوَ خَيْرٌ أَلْحَمِينَ۔

(۸۱) اِرْجِعُوا إِلَىٰ آبَائِكُمْ هُوَ لَوْ آيَا أَبَانَا إِنْ ابْنِكُمْ سَرَقَ وَمَا شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا عَلَّمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَافِظِينَ۔ ”تم لوگ اپنے والد کے پاس پلٹ کر جاؤ اور (ان سے جا کر) عرض کرو اے بابا آپ کے صاحبزادے نے سچ مچ چوری کی ہے اور ہم لوگوں نے تو اپنی دانست کے مطابق (اس کے لئے آنے کا عہد کیا تھا) اور ہم کچھ (از) غیبی (آفت) کے نگہبان تو تھے نہیں۔“

پیام: ۱۔ انسان خود خواہ ہے، جب زیادہ گیہوں لانے کی بات تھی تو بھائیوں نے ارسل معنا اخانا کہا یعنی ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ روانہ کر دیجئے لیکن جب آج تمت کی بات آئی تو ابنا (یعنی آپ کے صاحبزادے نے چوری کی) کہنے لگے۔ ”ہمارے بھائی،“ نہیں کہا۔

۲۔ شہادت اور گواہی، علم کی بنیاد پر ہونا چاہئے۔ وَمَا شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا عَلَّمْنَا

۳۔ عہد و پیمانہ میں ان حوادث کے سلسلے میں بھی ایک تبصرہ کرنا چاہئے جس کی پیش بینی نہ ہوئی ہو وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ۔

۴۔ عذر کو صراحت کے ساتھ پیش کرنا چاہئے۔ وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَافِظِينَ۔

(۸۲) وَسْ عَلِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعَيْرِ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا وَإِنَّا لَصَادِقُونَ۔ اور (اگر ہماری باتوں پر اعتبار نہیں ہے تو) آپ اس ہستی کے لوگوں سے جس میں ہم لوگ تھے پوچھ لیجئے اور اس قافلہ سے بھی جس میں ہم آئے ہیں (دریافت کر لیجئے) اور ہم یقیناً بالکل سچے ہیں۔“

نکات: وُ ”قریہ“ فقط دیہات کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا ہے بلکہ ہر محل اجتماع اور رہائشی علاقہ کو ”قریہ“ کہتے ہیں چاہے وہ شہر ہو یا دیہات۔ یہاں پر یہ واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ وُ سَل الْقَرْيَةِ سے مراد ”وَأَسْأَلُ أَهْلَ الْقَرْيَةِ“ ہیں۔ یعنی اہل قریہ سے سوال کیجئے وُ ”عیر“ خورد و نوش کی چیزوں کو لانے لے جانے والے کارواں کو کہا جاتا ہے۔ وُ کَل حضرت یوسف کے قتل کے سلسلے میں (کہ بھیرٹا یوسف کو کھا گیا) بھائیوں کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی لیکن یہاں پر انہوں نے اپنے دعوے کی دو دلیلیں پیش کیں اہل مصر سے سوال کیجئے اہل قافلہ سے سوال کیجئے کہ جن کے ساتھ ہم نے سفر کیا، علاوہ ازیں حضرت یوسف کے قتل کے واقعہ میں ان لوگوں نے ”لَوْ كُنَّا صَادِقِينَ“ کہا تھا جس میں ”لو“ ”تردید، بے یقینی اور سستی کی علامت ہے لیکن اس واقعہ میں کلمہ ”انا“ اور حرف لام کو جو ”لَصَادِقُونَ“ میں ہے استعمال کیا ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ وہ قطعاً سچے ہیں۔

پیام: ۱۔ برا سابقہ اور جھوٹ تادم مرگ، انسان کی گفتگو قبول کرنے میں شک و تردید پیدا کر دیتا ہے۔ وَأَهْلُ الْقَرْيَةِ۔

۲۔ اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے عینی شاہدوں کی گواہی ایک معتبر روش ہے۔ وَأَهْلُ الْقَرْيَةِ وَالْعَيْرِ۔

(۸۳) قَالَ بَنُو سُلَيْمَانَ لَمَّا كَلَّمُوا أُمَّرَأَةَ فِصْبَةَ الْجَمِيلِ عَمَى اللّٰهُ أَنْ يَأْتِيَنَّيَا هَهُنَا بِمِثْلِ مَا كَلَّمْنَا فِيهَا وَتَوَصَّىٰ بِهَا كَلِمَاتٍ لِّتُنذِرَ بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ يُغْتَابُونَ وَلَا تَكُنَّ مِنَ الْغَافِلِينَ۔ اور خدا کا شکر کروں گا خدا سے تو مجھے امید ہے کہ میرے سب (لڑکوں) کو میرے پاس پہنچا دے بے شک وہ بڑا واقف کار حکیم ہے۔“

نجات: و جب حضرت یوسف کے بھائی بناوٹی نگین صورت میں ٹوے بہاتے ہوئے خون بھرا کرتا لے کر اپنے بابا کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یوسف کو بھیرٹا کھا گیا تو اس وقت حضرت یعقوب نے فرمایا تھا (بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ) یعنی یہ تمہارا نفس ہے جس نے اس کام کو تمہارے سامنے اچھا کر کے پیش کیا ہے لیکن میں بہترین صبر کروں گا۔

اور آج اس موقع پر جب آپ کے دو فرزند (بنیامین اور بڑا بیٹا) آپ سے جدا ہو گئے تو آپ نے پھر وہی جملہ دہرایا۔ یہاں پر ممکن ہے ایک سوال پیدا ہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ماجرے میں تو ان لوگوں نے سازش اور خیانت کی تھی لیکن بنیامین کے سلسلے میں اس قسم کی بات نہ تھی پھر دونوں موقع پر حضرت یعقوب کا لب و لہجہ ایک ہی کیوں ہے؟ (بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْراً فَصَبْرٌ جَمِيلٌ) تفسیر المیزان میں اس کا جواب اس طرح دیا گیا ہے: ”حضرت یعقوب بتانا چاہتے تھے کہ بنیامین کی دوری بھی تمہاری اسی پہلی حرکت کا نتیجہ ہے جو تم نے حضرت یوسف کے ساتھ انجام دی تھی یعنی یہ تمام تلخیاں اسی بد رفتاری کا نتیجہ ہیں۔“

یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ تم یہاں بھی یہی خیال کر رہے ہو کہ تم بے گناہ ہو اور تمہارا کام صحیح ہے جبکہ تم گناہ گار ہو کیونکہ سب سے پہلے تو یہ کہ تم نے اپنے بھائی کے سامان میں بیمانہ دیکھ کر اسے چور سمجھ لیا، ہو سکتا ہے کسی دوسرے نے اس کے غلہ میں بیمانہ ڈال دیا ہو۔ دوسری بات یہ کہ تم لوگ اتنا جلدی کیوں پلٹ آئے، تمہیں تحقیق کرنا چاہیئے تھی۔ اور تیسری بات یہ کہ تم نے چور کی سزا اس کو غلام بنانا کیوں قرار دیا۔

و صبر کبھی ناچاری اور بے چارگی کی بنیاد پر ہوتا ہے جیسا کہ اہل جہنم کہیں گے (سواء اصبرنا ام جزعنا) مقصود یہ ہے کہ صبر یا فریاد کرنا ہماری نجات کا باعث نہیں بن سکتا، لیکن کبھی کبھی صبر باخبر ہونے کے باوجود اپنی پسند سے خداوند عالم کی رضا کی خاطر کیا جاتا ہے اس صبر کا رخ زیبا مختلف مقامات پر مختلف انداز میں نکھرتا ہے۔ میدان جنگ میں اس کا نام ”شجاعت“، دار دنیا میں اس

<sup>۱</sup> تفسیر نمونہ، لیکن صاحب تفسیر المیزان کا کلام زیادہ مناسب ہے کیونکہ بنیامین کے سامان میں بیمانہ ملنے کی وجہ سے سب کو یقین ہو جاتا ہے کہ وہی چور ہیں علاوہ ازیں بڑے بھائی کا مصر میں رکنا اسی کام کی تحقیق اور احساسات کو جلب کرنے کے لئے تھا اور چور کی سزا کی جو بات ہے تو اس علاقے میں چور کی سزا وہی تھی جو انہوں نے قرار دی بنا بریں ان تینوں میں سے کوئی ایک مسئلہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں نفس کا دخل ہو اور (بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ) کہا جائے۔



کانام ”زہد“؛ گناہوں کے مقابلے میں اس کانام ”تقویٰ“؛ شہوت کے مقابلے میں اس کانام ”عفت“ اور مال حرام کے مقابلے میں اس کانام ”ورع“ ہے۔

پیام: ۱۔ نفس گناہوں کی توجیہ کے لئے برے کام کو انسان کی نگاہ میں اچھا کر کے دکھاتا ہے اَبْلِ مَوْلَاثِ كَلِمٍ اَنْفُسُكُمُ ۱۔

۲۔ صبر کرنا مردان خدا کا شیوہ ہے اور ”صبر جمیل“ اس صبر کو کہتے ہیں جس میں رضائے الہی کے لئے سر تسلیم خم کیا جائے اور زبان سے کوئی فقرہ بھی ادا نہ ہو ۲ فُصْبْرٌ جَمِيْلٌ ۱۔

۳۔ کبھی بھی قدرت خدا سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاتِيَنِي بِهَمٍّ جَمِيْعًا ۱۔

۴۔ حضرت یعقوب کو اپنے تینوں فرزندوں (یوسف، بنیامین۔ بڑے بیٹے) کی زندگی کا یقین تھا اور ان سے ملاقات کی امید تھی۔ اَنْ يَّاتِيَنِي بِهَمٍّ جَمِيْعًا ۱۔

۵۔ پروردگار عالم تمام مسائل کو حل کرنے پر مکمل قدرت رکھتا ہے خداوند عالم کل کے یوسف اور آج کے بنیامین وغیرہ کو جمع کر سکتا ہے۔ جَمِيْعًا ۱۔

۶۔ مومن تنگ حوادث کو بھی خداوند عالم کی حکمت سمجھتا ہے۔ اَحْكِيْمٌ ۱۔

۷۔ افعال الہی کے عالمانہ اور حکیمانہ ہونے پر یقین رکھنا انسان کو دشوار سے دشوار حادثات میں صبر و شکیبائی پر آمادہ کرتا ہے۔ فُصْبْرٌ جَمِيْلٌ اِنَّهُ لَعَلِيْمٌ اَحْكِيْمٌ ۱۔

<sup>۱</sup> شیطان بھی اسی چال کا استعمال کرتا ہے۔ (زین لہم الشیطان ماکانوا یعملون۔ انعام: ۴۳) اسی طرح دنیا کے زرق برق بھی اس قسم کی خوشنمائی میں کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ حتیٰ اذا اخذت الارض زخرفها و ازینت یونس ۲۴۔  
<sup>۲</sup> تفسیر نور الثقلین۔

(۸۴) وَتَوَلَّىٰ عَنَّمُ وَقَالَ يَا اَسْفَىٰ عَلٰى يُوْسُفَ وَاَيُّضًا عِيْنَاہُ مِنَ الْخُرْنِ فُوَ كَطِيْمٌ“ اور يعقوب نے ان لوگوں سے منہ پھیر لیا اور (رو کر) کہنے لگے: ہائے افسوس یوسف پر (اور اس قدر روئے کہ) غم کی وجہ سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں وہ تو بڑے رنج کے ضابطہ تھے۔“

نکات: وکلمہ ”اسف“ غضب کے ہمراہ حزن و ملال کو کہتے ہیں جناب یعقوب کی آنکھیں گریاں، زبان پر ”یا اسفا“ اور دل میں حزن و ملال تھا۔

وایک روایت میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے بابا علی بن الحسین ۲۲۸ واقعہ کربلا کے بعد بیس [۲۰] سال تک ہر گھڑی آنسو بہاتے رہے۔ آپ سے سوال کیا گیا آپ اتنا کیوں روتے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا: یعقوب کے گیارہ فرزند تھے جن میں سے ایک غائب ہوا تھا جبکہ (وہ جانتے تھے کہ) وہ زندہ ہے لیکن اتنا روئے کہ آنکھیں سفید ہو گئیں جبکہ ہم نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے بابا، اپنے بھائیوں اور خاندان نبوت کے سترہ افراد کو شہید ہوتے ہوئے دیکھا ہے (ذرا بتاؤ) ہم کیسے آنسو نہ بہائیں؟

پیام: ۱۔ حاسد کو ایک زمانہ تک حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ وَتَوَلَّىٰ عَنَّمُ۔

۲۔ ان لوگوں نے چاہا کہ یوسف کو درمیان سے نکال کر اپنے بابا کے محبوب ہو جائیں گے۔ یسئل کلم وجرہ ایلکم لیکن حد و جلن نے باپ کے قمر و غضب میں اضافہ کر دیا تَوَلَّىٰ عَنَّمُ۔

۳۔ غم و اندوہ اور گریہ و زاری کبھی کبھی بصارت کے زائل ہونے کا سبب ہوتی ہے۔ اَيُّضًا عِيْنَاہُ مِنَ الْخُرْنِ۔

۴۔ گریہ و غم، ضبط و تحمل اور صبر کے منافی نہیں ہے۔ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ۔ يَا اَسْفَىٰ، فُوَ كَطِيْمٌ۔

۵۔ حضرت یعقوب کو معلوم تھا کہ ظلم صرف یوسف پر ہوا ہے دوسروں پر نہیں۔ یا اَسْفَا عَلٰی یُوسُف۔

۶۔ فریاد و بکا سوز و عشق معرفت کے محتاج میں (حضرت یعقوب کو حضرت یوسف کی معرفت تھی اسی بنیاد پر ان کی آنکھوں کی بنیائی زائل ہو گئی۔)

۷۔ مصائب کی اہمیت کا دار و مدار افراد کی شخصیت پر ہے (یوسف پر ڈھائے گئے مظالم دوسروں پر کئے گئے مظالم سے فرق رکھتے ہیں اسی لئے یوسف کا نام لیا جاتا ہے دوسروں کا ذکر بھی نہیں ہوتا)

۸۔ عزیزوں کے فراق میں غم و اندوہ، آہ و بکا اور نوحہ و ماتم جائز ہے۔ وَايَسْنَتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزَنِ۔

(۸۵) قَالُوا تَاللّٰهِ تَفْتَأُ تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰكِلِيْنَ (یہ دیکھ کر ان کے بیٹے) کہنے لگے آپ تو ہمیشہ یوسف ہی کو یاد کرتے رہیے گا یہاں تک کہ بیمار ہو جائے گا یا جان دے دیجئے گا۔

حکات: وُ "حرض" اس شخص کو کہتے ہیں جسے عشق یا حزن، کمزور و ناتواں بنا دے۔

پیام: ۱۔ ہر یوسف کو ہمیشہ اپنی یادوں کے فانوس میں سجائے رکھنا چاہیے۔ تَفْتَأُ تَذْكُرُ يُوْسُفَ (جیسا کہ اولیائے الہی دعائے ندبہ میں یوسف زماں کو آواز دے کر آنسو بہاتے ہیں۔)

۲۔ مقدس عشق اور ملکوتی آمیں قابل قدر ہیں۔ تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا (اولیائے خدا کی یاد خدا کی یاد ہے)

۳۔ نفسیاتی اور روحی مسائل جسم پر اثر انداز ہوتے ہیں حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰكِلِيْنَ (فراق اور جدائی انسان کے وجود کو توڑ دیتی ہے بلکہ موت کی حد تک پہنچا دیتی ہے چہ جائیکہ اگر کوئی داغ مفارقت اور مصیبت کے پہاڑ اٹھائے ہوئے ہو۔)

<sup>۱</sup> یعقوب اس سوز و گداز میں ہیں جسے عام افراد سمجھ نہیں سکتے ہیں (مجلس عزا، نوحہ و ماتم پر طنز نہ کیجئے)

۴۔ باپ کی محبت عام محبتوں سے جدا ہے۔ تکلون من انما کلین۔

(۸۶) قَالَ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ<sup>۱</sup>۔ یعقوب نے کہا: (میں تم سے کچھ نہیں کہتا) میں تو اپنی

بے قراری اور رنج کی شکایت خدا ہی سے کرتا ہوں اور خدا کی طرف سے جو باتیں میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے،۔

نکات: وُ "بث" اس شدید حزن و ملال کو کہتے ہیں جس کی شدت کو صاحب غم بیان نہیں کر پاتا۔

و قرآن مجید میں ہے کہ حضرت آدم نے اپنے فعل پر خدا کی بارگاہ میں نالہ و شیون کیا (ربنا ظلمنا انفسنا) حضرت ایوب نے اپنی

بیماری پر خدا سے فریاد کی (متنی الضر<sup>۲</sup>) حضرت موسیٰ نے غر و ناداری کی شکایت کی (رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر<sup>۳</sup>)

اور حضرت یعقوب نے فراق فرزند میں آنسو بہائے (انما اشکوبثی و حزنی)

پیام: ۱۔ توحید پرست انسان، اپنا درد و غم خدا سے کہتا ہے إِنَّمَا أَشْكُو... إِلَى اللَّهِ۔

۲۔ جو چیز مذموم ہے وہ یا تو خاموشی ہے جو انسان کے قلب و اعضاء پر حملہ آور ہوتی ہے اور انسان کی سلامتی خطرے میں پڑ جاتی

ہے یا وہ نالہ و شیون ہے جو انسان کے سامنے کیا جاتا ہے جس سے انسان کی قدر و منزلت میں کمی آجاتی ہے لیکن خدا سے شکایت

کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ أَشْكُو... إِلَى اللَّهِ۔

۳۔ خدا سے گفتگو کرنے میں ایک لذت ہے جسے عام لوگ نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ أَشْكُو بَثِّي إِلَى اللَّهِ... مَا لَا تَعْلَمُونَ<sup>۴</sup>۔

<sup>۱</sup> سورہ اعراف آیت ۲۳۔

<sup>۲</sup> انبیاء آیت ۸۳۔

<sup>۳</sup> سورہ قصص آیت ۲۴۔

<sup>۴</sup> ایک فارسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

دست حاجت چوں بری نزد خداوند بر کہ کریم است و رحیم است و غفور است و ودود

نعمتش نامتناہی کرمش بی پایاں ہیچ خوانندہ از این در نرود بی مقصود

۴۔ ظاہر بین افراد، حوادث کے سامنے سے بڑی آسانی سے گزر جاتے ہیں اور اس سے کچھ حاصل نہیں کر پاتے ہیں، لیکن حقیقت میں افراد حادثات کے آثار کا تا قیامت مشاہدہ کرتے ہیں۔ اَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ۔

۵۔ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی، فراق کے خاتمہ کی مدت، نیز خداوند عالم اور اس کی صفات سے آگاہ تھے لیکن یہ امور دوسروں پر مخفی تھے۔ اَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔

(۸۷) يَا بَنِي آدَمُ اذْبُهُوا فُحُشَكُمْ مِنْ يُونُسَ وَأَخِيهِ وَلَا تَلْبَسُوا مِنْ رُوحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَأْتِي عَسْ مِنْ رُوحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمَ الْكَافِرُونَ ”اے میرے بیٹو! (ایک بار پھر مصر) جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کو (جس طرح بنے) تلاش کرو اور خدا کے فیض سے ناامید نہ ہونا کیونکہ خدا کے فیض سے کافروں کے سوا اور کوئی ناامید نہیں ہوا کرتا“۔

نکات: وکسی چیز کے بارے میں حواس کے ذریعہ جستجو کرنے کو ”تجسس“ کہتے ہیں، ”تجسس“ کسی کی اچھائی کے سلسلے میں جستجو کو کہتے ہیں لیکن کسی کی برائی کے کھوج اور تلاش میں لگنے کو ”تجسس“ کہتے ہیں۔

و راجب اصفہانی کے بیان کے مطابق ”روح اور روح“ دونوں جان کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں لیکن روح، فرج، گشائش اور رحمت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے گویا مشکلات کا حل ہونا، انسان میں ایک تازہ اور نئی جان ڈال دیتا ہے، تفسیر تیان میں ہے کہ روح کا مادہ ریج ہے جس طرح انسان ہواؤں کے جھونکوں سے سکون و اطمینان محسوس کرتا ہے اسی طرح رحمت الہی سے بھی شادمان ہوتا ہے۔

پیام: ۱۔ باپ کو اپنے بچوں سے دائمی طور پر قطع تعلق نہیں کرنا چاہیے۔ قولی غنم... یاہنی۔

۲۔ معرفت و شناخت کے لئے کوشش ضروری ہے۔ اذْبُهُوا فُحُشَكُمْ۔

۳۔ لطف الہی تک پہنچنے میں سستی و کاہلی مانع ہے اذہبوا، ولآتی عسوا۔

۴۔ اولیائے خدا بھی مایوس نہیں ہوتے اور دوسروں کو بھی ناامیدی کی راہ سے دور رکھتے ہیں لآتی عسوا۔

۵۔ ناامیدی، کفر کی علامت ہے کیونکہ مایوس ہونے والا اپنے اندر بھی محسوس کرتا ہے کہ خدا کی قدرت ختم ہو گئی۔ لآتی عسوا۔  
التقوٰم الکافرون۔

(۸۸) فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسْنَا وَأَهْلْنَا الضَّرْفُ وَجَعْنَا بِصَاعَةِ مَرْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ.  
”پھر جب یہ لوگ (تیسری بار) یوسف کے پاس گئے تو (بہت لڑکڑا کر) عرض کی: اے عزیز مصر! ہم کو اور ہمارے (سارے) کنبہ کو قحط کی وجہ سے بڑی تکلیف ہو رہی ہے اور ہم کچھ تھوڑی سی پونجی لے کر آئے ہیں تو ہم کو (اس کے عوض) پورا غلہ دلوا دیجئے اور (قیمت ہی پر نہیں) ہمیں (اپنا) صدقہ خیرات دیجئے اس میں تو کوئی شک نہیں کہ خدا صدقہ و خیرات دینے والوں کو جزائے خیر دیتا ہے۔

نکات: ”بصاعت“ اس مال کو کہتے ہیں جس پر قیمت کا عنوان صادق آتا ہو ”مرجاة“ کا مادہ ”ازجاء“ ہے جس کے معنی ”دور کرنے“ کے ہیں کیونکہ بچنے والے کم قیمت دیتے ہیں اس لئے ”بصاعت مرجاة“ کہتے ہیں۔

و بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ ”تصدق علینا“ سے مراد یہ ہے کہ آپ بنیامین کو لوٹا دیجئے۔

و روایت میں ہے کہ حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کے نام ایک خط لکھا تھا جس میں ان کی جلالت قدر کو بیان فرمایا تھا۔ کنعان کی خشک سالی کا ذکر تھا اور بنیامین کی آزادی کی درخواست تھی آپ نے لکھا تھا کہ ”اب ہم پر رحم کرو اور احسان کر کے اسے رہائی دیدو اور اسے چوری کے الزام سے بری کر دو“ اس خط کو آپ نے اپنے بیٹوں کے ہمراہ حضرت یوسف کی خدمت

<sup>۱</sup> روایات سے ثابت ہے کہ رحمت خداوندی سے مایوسی گناہ کبیرہ ہے (من لا یحضرہ الفقیہ باب معرفۃ الکبائر)

میں روانہ کیا تھا، جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے سامنے اس خط کو کھول کر پڑھا اس کا بوسہ لیا آنکھوں سے لگایا اور آنسوؤں کی بارش ہونے لگی جن کے قطرات آپ کے لباس پر گرنے لگے برادران جو ابھی تک حضرت یوسف کو نہیں پہنچاتے تھے تعجب کرنے لگے کہ یہ ہمارے باپ کا اتنا احترام کیوں کر رہے ہیں۔ آہستہ آہستہ ان کے دلوں میں امیدوں کی کرن پھوٹنے لگی جب حضرت یوسف علیہ السلام کو ہتے ہوئے دیکھا تو سوچنے لگے کہ کہیں یہی یوسف نہ ہوں!۔

پیام: ۱۔ حضرت یعقوب کو یوسف کی تلاش ہے۔ اَفْتَحُوا مِن يٰوْسُفٍ لِّكِن بھائیوں کو گیہوں کی پڑی ہے۔ فَاَوْفِ لَنَا الْكَلِمَ۔

۲۔ رسوا کرنے والے ایک دن خود رسوا ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو کل کہہ رہے تھے (نخن عصبت) ہم طاقتور ہیں (سرق اخ له من قبل) اس سے پہلے اس کے بھائی نے چوری کی ہے۔ (انا ابانا لفي ضلال) ہمارے بابا گمراہی میں پڑ گئے ہیں۔ آج نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ذلیل و رسوا ہو کر خود کہہ رہے ہیں۔ مَنَا وَ اَهْلَنَا الضَّر۔

۳۔ حمایت اور مدد حاصل کرنے کے کچھ خاص طریقے ہیں۔ تجس نے حمایت و مدد کی ہے اس کی تعریف و تمجید کی جائے۔ (يا أَيُّهَا الْعَزِيز) ہاپنی نیاز مندی کے حال و احوال بیان کئے جائیں۔ (مَنَا وَ اَهْلَنَا الضَّر)

تہامی فقر کا تذکرہ ہو۔ (بِضَاعَةِ مُزَجَاة) ہمد کے لئے کوئی سبب و علت ایجاد کرنا (وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا اِنَّ اللّٰهَ يُجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ) ۴۔ فقر و محتاجی انسان کو ذلیل کر دیتی ہے۔ مَنَا وَ اَهْلَنَا الضَّر۔

بقول فارسی شاعر:

آنچه شیران را کند روبرو مزاج

احتیاج است احتیاج است احتیاج

(۸۹) قَالَ بَلْ عَلَّمْتُمَا مَعْلَمْتُمْ يُوسُفُ وَأَخِيهِ إِذْ أَنتُم جَاهِلُونَ“ (اب تو یوسف سے نہ رہا گیا) کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ جب تم نادان تھے تو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا؟“

نکات: ویک سوال میں ممکن ہے کہ مختلف مقاصد و اہداف پوشیدہ ہوں، مثبت اور تعمیری اہداف یا منفی اور اذیت کنندہ مقاصد۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ سوال: تمہیں معلوم ہے کہ تم نے یوسف اور ان کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

۱۔ شاید اس لئے ہو کہ مجھے سب کچھ معلوم ہے۔

۲۔ ممکن ہے کہ سوال کا مقصد یہ ہو کہ تم نے بہت برا کام کیا ہے لہذا توبہ کرو۔

۳۔ ممکن ہے بنیامین کی تسلی خاطر مد نظر ہو جو وہاں موجود تھے۔

۴۔ ممکن ہے کہ ان کی سرزنش اور ملامت مد نظر ہو۔

۵۔ یا اپنی عزت آشکار کرنا مقصود ہو۔

۶۔ یا اس بات کی سرزنش کر رہے ہوں کہ تم کو اتنے مظالم کے بعد صدقہ و خیرات کی امید کیسے ہو گئی؟ مذکورہ اہداف و مقاصد میں

سے پہلے تین اہداف حضرت یوسف علیہ السلام کے اہداف سے مطابقت رکھتے ہیں لیکن بقیہ موارد یوسفی کرامت اور جواں

مردمی (جسے آئندہ آیتیں واضح کریں گی) کے خلاف میں (آپ نے بادشاہت کے رتبہ پر پہنچنے کے بعد چوری کا الزام سنا)، آپ

کو چور کہا گیا لیکن آپ نے کچھ نہ کہا اور آخر کار اپنے بھائیوں سے کہہ دیا (لا تشریب علیکم ایوم)

وہ جہالت فقط نادانی کا نام نہیں ہے بلکہ ہوا و ہوس کا غلبہ بھی ایک قسم کی جہالت ہے۔ گناہگار انسان چاہے جتنا بڑا عالم ہو جاہل

ہے کیونکہ وہ متوجہ نہیں ہے کہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ خرید رہا ہے۔



پیام: ۱۔ جو اس مردی یہ ہے کہ جرم کی جزئیات کو بیان نہ کیا جائے۔ ما فعلتکم۔

۲۔ جو اس مردی یہ ہے کہ (اشاروں میں) خطا کار کو عذر خواہی کا راستہ دکھایا جائے۔ اذ انتم جاهلون۔

(۹۰) قَالُوا اِنَّكَ لَآتَىٰ يُوْسُفَ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَا اَخِي قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا اِنَّهُ مِّنْ يَّتَّقِي وَيُصْبِرُ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ.

” (اس پر وہ لوگ چونکے اور) کہنے لگے (ہائیں) کیا تم ہی یوسف ہو؟ یوسف نے کہا: ہاں میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، بے شک خدا نے مجھ پر اسان کیا ہے کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص (اس سے) ڈرتا ہے اور (مصیبت میں) صبر کرتا ہے تو خدا ہرگز (اسے) نیکوکاروں کا اجر برباد نہیں کرتا۔“

نکات: و زمانہ جتنا گزرتا جا رہا تھا برادران اتنا ہی تعجب کی شدت سے بہوت ہوئے جا رہے تھے کہ عزیز مصر ہمارے بابا کے خط کو دیکھ کر کیوں رو رہے ہیں؟ عزیز کو ماجرا نے یوسف کا علم کہاں سے ہو گیا! غور سے دیکھا جائے تو اس کا چہرہ بالکل یوسف سے ملتا جلتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہی یوسف ہو؟ بہتر ہے کہ انہی سے پوچھ لیں اگر یہ یوسف نہ ہوئے تو کوئی ہمیں دیوانہ نہیں کہے گا لیکن اگر یہ یوسف ہوئے تو شرمندگی کی پھٹکار کا کیا ہوگا؟

اس فکر نے بھائیوں کے وجود میں ہیجان برپا کر دیا کہ ہم کیا کریں؟ اسی ادھیڑ بن میں یکایک اس سوال سے سکوت کا طلسم ٹوٹا: اِنَّكَ لَآتَىٰ يُوْسُفَ۔ کیا آپ ہی یوسف ہیں اس طلسم کے ٹوٹنے کے بعد کہاں کیسا تھا وہاں کا ماحول کیا تھا آیا کسی نقاش میں اتنی صلاحیت ہے کہ اس کا نقشہ کھینچ سکے؟ آیا شرمندگی و خوشی، گریہ و محبت اور آغوش پھیلا کر سمیٹ لینا ان تمام دل کش اور روح فرسا مناظر کی تصویر کشی ہو سکتی ہے؟ اسے تو بس خدا ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں۔

و ایسا ماحول فراہم کر دیا جائے کہ لوگ خود سوال کرنے لگیں۔ رشد و تربیت کے لئے جوش و ولولہ کو بلند کرنا چاہیے۔ بھائیوں کے لفظ بہ لفظ جذبہ جستجو اور سوال میں زیادتی ہو رہی تھی۔ اپنے آپ سے کہہ رہے تھے۔ انہیں اصرار کیوں تھا کہ ہم بنیامین کو اپنے

ساتھ لائیں؟ پیمانہ ہمارے ہی غلے میں کیوں ملا؟ پہلی مرتبہ ہمارا پسہ کیوں لوٹا دیا گیا یوسف کے قصہ سے یہ کیسے باخبر ہو گئے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ اب ہمیں غلہ نہ دیں؟ جب یہ تمام ہیجانات ذہن پر اثر انداز ہوئے، جب روح بلبلا اٹھی، ذہن کی نہیں پھٹنے لگیں تو یکایک سوال کر دیا: کیا آپ ہی یوسف ہیں؟ جواب دیا: ہاں! واما جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا در حقیقت حضرت قائم علیہ السلام کے سلسلے میں حضرت یوسف کی سنت ہے لوگ ان کو نہیں پہچانیں گے مگر جب خداوند عالم انہیں اجازت دے گا تو وہ خود کو پہچنائیں گے!

پیام ۱: گزرتے وقت اور تلخ و شیریں حوادث سے روابط اور شناسائی میں تبدیلی آتی ہے۔ اَنَّا كُنَّا اَنْتَ يٰ يٰسُف۔

۲۔ عوام کے احسانات تلخ ہیں لیکن احسانات الہی شیریں ہیں۔ مَن اللّٰهُ عَلَيْنَا۔

۳۔ اولیائے الہی تمام نعمتوں کا مصدر و منبع خداوند عالم کو جانتے ہیں۔ مَن اللّٰهُ عَلَيْنَا۔

۴۔ لطف خداوندی، حکیمانہ اور معیار کے مطابق ہوتا ہے مَن يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ۔

۵۔ جو عمدہ داری اور حکومت کا اہل ہوتا ہے اسے حوادث، حسادت، شہوت، ذلت، قید خانہ اور پروہیگڈے جیسے امتحانات کا مقابلہ

کرنا پڑے گا۔ مَن يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ۔

۶۔ خطرناک اور حساس ترین اوقات سے تبلیغ کے لئے استفادہ کرنا چاہیے۔ جب بھائیوں کو اپنے کئے پر شرمندگی کا پورا احساس ہو گیا

اور وہ دریائے شرم میں ڈوبنے لگے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی تمام باتوں کو بغور سننے کے لئے آمادہ ہو گئے تب آپ نے

فرمایا: (مَن يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ۔)

۷۔ صبر اور تقویٰ عزت کا پیش خیمہ ہیں مَن يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ۔

۸۔ صالحین کی حکومت، خدا کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔ لَّا يُضِجُ أَجْرًا لِحَسَنِينَ۔

(۹۱) قَالُوا تَاللّٰهِ لَقَدْ آتٰرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِينَ ”وہ لوگ کہنے لگے خدا کی قسم آپ کو خدا نے ہم پر فضیلت دی ہے اور بیشک ہم ہی (سر تاپا) خٹاکار تھے“۔

نکات: وَاِثَارَ بِعَنِي دوسروں کو خود پر برتری دینا۔ یوسف کے بھائیوں نے اپنی کج فکری (سخن عصبت) کی بنیاد پر اتنا بڑا غلط کام انجام دیا کہ کہنے لگے اسے کنوئیں میں پھینک دو، ”الْقَوَاهِ فِي غِيَابَتِ الْجَبِّ“ خداوند عالم نے ان کو ایسے مقام پر پہنچا دیا کہ اپنا پیٹ بھرنے کے لئے گدائی پر مجبور ہو گئے (مِنَّا وَاٰلِهٰنَا الضُّرُّ) آخر کار اعتراف پر مجبور ہو گئے کہ ہماری ساری سازشوں پر پانی پھر گیا ”كُنَّا خٰطِئِينَ“ بالآخر انہوں نے اپنے غلط فکروں کے بجائے ایک حقیقت کو قبول کر لیا ”لَقَدْ آتٰرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا“، وَاِثَارَ ان یوسف نے تالذہ کہہ کر چند بار قسم کھائی ہے۔ (تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْتُمْ بِفِي الْاَرْضِ) خدا کی قسم آپ خود جانتے ہیں کہ ہم فساد اور چوری کیلئے آپ کی سرزمین پر نہیں آئے ہیں۔

(تَاللّٰهِ تَقْوٰتُكَ يُوْسُفُ) اللہ کی قسم آپ تو ہمیشہ یوسف یوسف کرتے رہتے ہیں۔ (تَاللّٰهِ اِنْكَ لَفِي ضَلٰلٰكٍ اَقْدَمٍ) خدا کی قسم بابا جان آپ تو یوسف کی محبت میں گمراہ ہو کر اپنی پرانی گمراہی میں پڑے ہیں۔ (تَاللّٰهِ لَقَدْ آتٰرَكَ عَلَيْنَا) خدا کی قسم اللہ نے تمہیں ہم پر فضیلت دی ہے۔

پیام: ۱۔ اگر حسد و بغض کی بنیاد پر ہم کسی کی فضیلت کا اعتراف نہیں کریں گے تو ذلت و خواری کے ساتھ اس کا اقرار کرنا پڑے گا۔  
- لَقَدْ آتٰرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا۔

۲۔ خدا کے ارادے کے مقابلے میں کوئی ٹھہر نہیں سکتا ہے!۔ آتٰرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا۔

<sup>۱</sup> فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

۳۔ خطا و غلطی کا اعتراف، عفو و بخشش کی راہیں ہموار کرتا ہے۔ ان کٹا کٹا طبعین۔

(۹۲) قَالَ لَا تَثْرِبَ عَلَيْكُمْ أَيُّومَ يُنْفِرَ اللَّهُ كَلِمٌ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ”یوسف نے کہا: آج تم پر کوئی عقاب نہیں ہوگا خدا تمہارے گناہ معاف فرمائے وہ تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔“

نکات: ”تثرب“ کے معنی توبخ، گناہ گنوانا اور زیادہ ملامت کرنا ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر مشرکین نے کعبہ میں پناہ لی تھی۔ عمر نے کہا: ہم تو انتقام لے کر رہیں گے۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا: آج کا دن، رحمت کا دن ہے، پھر مشرکین سے پوچھا: آج تم لوگ میرے بارے میں کیا گمان رکھتے ہو؟

ان لوگوں نے جواب دیا: بہتری! آپ ہمارے کریم بھائی ہیں۔ اس وقت پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: آج میں وہی کہوں گا جو حضرت یوسف علیہ السلام کا کلام تھا۔ (لَا تَثْرِبَ عَلَيْكُمْ أَيُّومَ) عمر نے کہا: میں اپنی بات پر شرمندہ ہو گیا۔

و حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اذا قدرت علی عدوک فاجعل العفو عنہم شکر القدرة علیہ۔ جب تم اپنے دشمن پر قابو پاؤ تو اس کا شکر اس کی بخشش قرار دو! حدیث میں وارد ہوا ہے: جو ان کا دل نرم ہوتا ہے پھر معصوم نے اسی آیت شریفہ کی تلاوت فرمائی، فرمایا: یوسف چونکہ جوان تھے اس لئے بھائیوں کو فوراً بخش دیا۔<sup>۱</sup>

پیام: ۱۔ کشادہ قلبی، ریاست و حکومت کا سبب ہے۔ لَا تَثْرِبَ عَلَيْكُمْ أَيُّومَ۔

۲۔ جواں مردی حضرت یوسف سے سیکھنا چاہیئے جنہوں نے اپنا حق بھی معاف کر دیا اور خداوند عالم سے بھی عفو و درگزر کی

درخواست کی۔ لَا تَثْرِبَ عَلَيْكُمْ أَيُّومَ يَنْفِرَ اللَّهُ

<sup>۱</sup> تفسیر قرطبی.

<sup>۲</sup> نہج البلاغہ کلمات قصار ۱۱.

<sup>۳</sup> بحار الانوار ج ۱۲ ص ۲۸۰.

۳۔ لوگوں کی خطاؤں کو فوراً معاف کر دینا چاہیے۔ اَلْیَوْمَ۔

۴۔ جیسے ہی برائی کرنے والا غلطی کا اعتراف کر لے اسے فوراً قبول کر لینا چاہیے اسے زیادہ شرمندہ نہیں کرنا چاہیے۔ اِنْ كُنَّا كَاٰطِعِيْنَ۔ قَالَ لَّا تُشْرِيْبُ۔

۵۔ غصو و درگزر کا اعلان کر دینا چاہیے تاکہ دوسرے افراد بھی سرزنش نہ کریں لَّا تُشْرِيْبُ عَلَيْكُمْ۔

۶۔ بھرپور عزت و قدرت کے وقت غصو و درگزر کرنا، اولیائے الہی کی سیرت رہی ہے لَّا تُشْرِيْبُ عَلَيْكُمْ اَلْیَوْمَ۔

۷۔ خداوند عالم کی بخشش ان لوگوں کے بھی شامل حال ہوتی ہے جنہوں نے ساہا سال خدا کے دو پندرہ مہینوں (یعقوب، یوسف) کو اذیت پہنچائی تھی۔ ہُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔

۸۔ جب بندہ معاف کر رہا ہے تو ”ارحم الراحمین“ خدا سے بخشش کے علاوہ کیا امید رکھی جاسکتی ہے یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ۔

۹۔ شرمندہ افراد کو معاف کر دینا الہی سنت ہے (یعنی صیغہ مضارع ہے جو استمرار پر دلالت کرتا ہے)۔

۱۰۔ مظلومین کا ظالموں کو معاف کر دینا رحمت الہی کے شامل حال ہونے کا پیش خیمہ ہے لیکن ایسے افراد کو معاف کر دیا جانا مغفرت و رحمت الہی پر موقوف ہے۔ لَّا تُشْرِيْبُ عَلَيْكُمْ اَلْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔

۱۱۔ خداوند عالم کو صفت مغفرت و رحمت (مانند ارحم الراحمین) سے یاد کرنا، دعا و استغفار کے آداب میں سے ہے۔

(۹۳) اذہبوا بقیصی ہذا فالقوہ علی وجہ ابی یات بصیرا واثونی یا بکنکم انجعیین۔ ”یہ میرا کرتالے جاؤ اور اس کو ابا جان کے چہرہ پر

ڈال دینا کہ وہ پھر مینا ہو جائیں گے اور تم لوگ اپنے سب اہل و عیال کو لے کر میرے پاس آ جاؤ۔“

نکات: و حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان میں آپ کے کرتے کا تذکرہ مختلف مقامات پر ملتا ہے۔ (الف) (و جاؤا علی قیصہ بدم کذب) بھائیوں نے جناب یوسف کے کرتے کو جھوٹے خون سے آغشته کر دیا اور اسے باپ کے پاس لے گئے کہ یوسف کو بھیرٹا لکھا گیا۔

(ب) (قد قیصہ من دبر) پیچھے سے پھٹا ہوا کرتا جرم اور مجرم کے کشف کا سبب بنا۔

(ج) (اذہبوا بقیصی) کرتا ناپینا یعقوب کے لئے شفا کا سبب بنا۔

و اگر ایک کرتا یوسف کے ہمراہ رہنے کی بنیاد پر ناپینا کو پینا بنا دیتا ہے تو مرقد و صحن اس کے در و دیوار اور کپڑے بلکہ ہر وہ چیز جو اولیائے الہی کے جوار میں ہے وہ تبرک ہے اور اس سے شفا کی امید ہے۔

و یہ مرحلہ تو حل ہو گیا جس میں بھائیوں نے جناب یوسف کو پہچان لیا، عذر خواہی کر لی اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بخش بھی دیا۔ لیکن ابھی دوسرا مرحلہ باقی ہے ابھی بھائیوں کے ظلم کے آثار باپ کی ناپینائی کی شکل میں آشکار ہیں۔ لہذا اسی مشکل کو یوسفی تدریس نے اس آیت میں حل کیا۔ روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میرا کرتا لے کر بابا کے پاس وہی جائے جو میرا خون بھرا کرتا لے گیا تھا تاکہ جس طرح بابا کو آرزوہ خاطر کیا تھا اسی طرح ان کا دل شاد کرے۔

و روایتوں میں آیا ہے کہ اس عذر خواہی وغیرہ کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام ہر روز و شب اپنے بھائیوں کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے جس کی وجہ سے (حضرت یوسف کا سامنا کرنا پڑتا اور) بھائیوں کو شدید شرمندگی کا احساس ہوتا لہذا ان لوگوں نے پیغام بھجھا کہ ہمارا کھانا الگ لگایا جائے کیونکہ آپ کا چہرہ دیکھ کر ہم بے حد شرمندہ ہوتے ہیں اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا: لیکن میرے لئے یہ باعث افتخار ہے کہ میں آپ لوگوں کے ساتھ رہوں اور ایک ساتھ کھانا تناول کروں۔ دنیا جب مجھے دیکھتی تھی تو یہ کہتی تھی: ”سجان من بلغ عبدایع بعشرین درهما بلغ“ خدا کی شان تو دیکھو کہ بیس درہم میں سکنے والا غلام آج کہاں سے کہاں

پہنچ گیا۔ لیکن آج آپ لوگوں کا وجود میرے لئے عزت کا سبب ہے ان لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ میں غلام اور بے حسب و نسب نہیں ہوں بلکہ آپ جیسے ہمارے بھائی اور حضرت یعقوب جیسے ہمارے بابا ہیں، یہ الگ بات ہے کہ میں غریب الوطن ہو گیا تھا (اللہ اکبر یہ جواں مردی، یہ حلم و بردباری) ظاہم واقعہ: منقول ہے کہ جب حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ عبدالکریم حائری یزدی اعلیٰ اللہ مقامہ (حوزہ علمیہ قم کے مؤسس) نے علاج کے لئے اراک سے تہران کی سمت حرکت فرمائی تو درمیان راہ ایک شب قم میں ٹھہرے وہاں لوگوں نے تقاضا کیا کہ حوزہ علمیہ اراک کو قم منتقل کر دیجئے کیونکہ قم حرم اہلبیت اور حضرت معصومہ \* کا مدفن ہے۔ آپ نے استخارہ کیا تو یہ آیت برآمد ہوئی (وَأْتُونِي بِالْكِتَابِ الْجَمِينِ)

پیام: ۱۔ جو چیزیں اولیائے الہی سے مربوط ہیں ان سے برکت حاصل کرنا جائز ہے۔ [آذہنوا بقیسی] (یوسفی کرتا مینا کو مینا بنا دیتا ہے

۲۔ جو ہوا و ہوس کا مقابلہ کرتا ہے اس کا لباس بھی مقدسات میں شمار ہو جاتا ہے قیسی۔

۳۔ غم اور خوشی آنکھوں کی روشنی میں موثر ہیں۔ لَوَ اَبْصُرْتَ عَيْنَاهُ مِنْ اَحْزَنِ يَاتِ بَصِيرًا [شاید اسی وجہ سے ہونہار فرزند کو ”قرۃ عین

“ اور تنگی چشم کہا جاتا ہے (یہ اس صورت میں ہے جب اس واقعہ کے معجزاتی پہلو کو مد نظر نہ رکھا جائے)

۴۔ معجزہ اور کرامت میں سن و سال کی قید نہیں ہے (بے کا کرتا باپ کی آنکھوں کی مینائی کا باعث بنتا ہے)

۵۔ حضرت یوسف علیہ السلام عالم علم غیب تھے وگرنہ انہیں کہاں سے معلوم ہو گیا کہ یہ کرتا باپ کو مینائی عطا کر دے گا۔ یات

بصیرا۔

۶۔ صاحب قدرت فرزندوں کو اپنے کمزور رشتہ داروں خصوصاً بوڑھے ماں باپ کو اپنے ساتھ رکھنا چاہیئے۔ وَأْتُونِي بِالْكِتَابِ الْجَمِينِ۔

۷۔ معاشرتی حالات، فریضہ کی انجام دہی میں موثر ہیں وَاَتُونِي بِاٰتِكُمْ اٰجْمَعِينَ (جناب یوسف کا ایسے حالات میں صلہ رحم ایسا تھا کہ رشتہ داروں کو مصر آنا ہی پڑا)

۸۔ تمام افراد کے حقوق کا لحاظ رکھتے ہوئے رشتہ داروں کا خیال رکھنا لازم ہے۔ اَتُونِي بِاٰتِكُمْ۔

۹۔ گھر کا بدل دینا اور ہجرت کرنا بہت سارے آثار کا حامل ہے مثلاً غم انگیز یا دین خوشیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ وَاَتُونِي بِاٰتِكُمْ اٰجْمَعِينَ۔

۱۰۔ جن لوگوں نے فراق اور جدائی کی مصیبت اٹھائی ہے ان کی آسائش کی فکر کرنا چاہئے۔ اٰجْمَعِينَ اب حضرت یعقوب مزید فراق کی تاب نہیں رکھتے۔

۱۱۔ بہترین لطف وہ ہے جو سب کے شامل حال ہو۔ اٰجْمَعِينَ۔

(۹۴) وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُو يٰحْيٰمٍ اِنِّي لَاجِدٌ رِّجْ يٰوَسْفٌ لِّوَلٰٓئِكَ اَنْ تَفْتَدُوْنَ ” اور جوں ہی یہ قافلہ (مصر سے حضرت یعقوب کے شہر کنعان کی طرف) چلا تو ان لوگوں کے والد (یعقوب) نے کہہ دیا کہ اگر مجھ کو سیٹھایا ہوا نہ کہو تو (ایک بات کہوں کہ) مجھے یوسف کی بو معلوم ہو رہی ہے۔“

نکات: ”فَصَلَّتِ“ یعنی دور ہو گئے۔ فَصَلَّتِ الْعِيرُ یعنی کارواں، مصر سے دور ہو گیا۔ ”تَفْتَدُوْنَ“ کا مادہ (فَد) سٹھانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

و جناب یعقوب کو اس کی فکر تھی کہ کہیں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ ان کی عقل جواب دے گئی ہے۔ لیکن ہائے افسوس پیغمبر اسلام ﷺ کے اردگرد رہنے والے بعض صحابیوں نے پیغمبر ﷺ کو اس نسبت سے فحش کر دیا یہ اس وقت ہوا جب بوقت رحلت آپ نے فرمایا: قلم و کاغذ لے آؤ تاکہ ایسی چیز لکھ دوں کہ اگر اس پر عمل کرو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اس وقت تاریخ کی



ایک طویل القامت شخصیت نے کہا: ان الرجل لیجھر۔ یہ مرد ہڈیان بک رہا ہے۔ اسکے بعد آنحضرت کو کچھ لکھنے نہ دیا۔  
 وانی لاجد ریج یوسف۔ کوئی مشکل نہیں ہے۔ کیونکہ جس طرح انبیاء وحی کو درک کرتے ہیں لیکن ہم درک کرنے کی صلاحیت نہیں  
 رکھتے اسی طرح بقیہ امور میں بھی ممکن ہے کہ ایسی چیزوں کو درک کر لیں جو ہماری عقول سے بالاتر ہیں۔ کیا پیغمبر اسلام نے جنگ  
 خندق میں خندق کھودتے ہوئے کدال اور پتھر سے مل کر نکلتی ہوئی چنگاری کو دیکھ کر نہیں فرمایا کہ میں نے اس چنگاری میں بڑے  
 بڑوں کو خاک چاٹتے ہوئے دیکھ لیا؟ لیکن جو ضعیف الایمان تھے وہ کہنے لگے پیغمبر ﷺ تو اپنی جان کے خوف سے ارد گرد خندق  
 کھود رہے ہیں لیکن آنحضرت نے کدال کی ہر ضرب پر ایک حکومت کی شکست اور فتح کا وعدہ دیدیا۔

و شرح نج البلاغہ آیۃ اللہ خوئی قدس سرہ میں ہے کہ امام کے لئے ایک نوری ستون ہے جب خدا چاہتا ہے تو امام اس پر نگاہ کرنے  
 کی وجہ سے آئندہ کو دیکھ لیتا ہے اور کبھی ایک عام آدمی کی طرح ہوتا ہے ایک فارسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے: ز مصر بوی پیرا بہن  
 شنیدی چرا در چاہ کنعانش ندیدی۔

مصر سے تو (حضرت یعقوب) کو کرتے کی خوشبو آگئی مگر کنعان کے کنویں میں حضرت یوسف کو آپ نہ دیکھ سکے۔

بلغت احوال ما برق جہان است گئی پیدا و دیگر دم نہان است۔

انہوں نے کہا: ہمارا حال آسمانی بجلی کی مانند ہے کبھی روشن اور کبھی پہنان ہو جاتی ہے۔ گہی برطارم اعلیٰ نشینم گئی تا پشت پامی خود نینم  
 (حکمت خدا کے تحت) کبھی ہم لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے ہیں اور کبھی اپنے پاؤں کے نیچے پڑی چیز سے بھی بے خبر ہوتے  
 ہیں۔ و ممکن ہے کہ خوشبوئے یوسف سے مراد جناب یوسف کے بارے میں کوئی نئی خبر ہو یہ مسئلہ آج کی ترقی یافتہ دنیا میں  
 بنام (telepathy) (یعنی انتقال فکر یا ارتباط معنوی و فکری) مشہور و معروف ہے اور ”مسلم علمی مسئلہ“ کے عنوان سے  
 قبول شدہ ہے۔ یعنی جو لوگ ایک دوسرے سے نزدیکی تعلق رکھتے ہیں یا ایک خاص قسم کی روحی قدرت سے سرشار ہیں جیسے ہی

دنیا کے کسی گوشے میں کسی شخص پر کوئی مصیبت آتی ہے وہ دوسری جگہ اس سے مطلع ہو جاتے ہیں ایک شخص نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا: کبھی کبھی میرا دل کسی سبب کے بغیر غمناک ہو جاتا ہے اور وہ بھی اس حد تک کہ دوسرے سمجھ لیتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: مسلمین خلقت میں ایک حقیقت و طینت سے ہیں جیسے ہی کوئی تلخ حادثہ کسی پر رونما ہوتا ہے دوسرا شخص دوسری زمین پر غمناک ہو جاتا ہے۔

و اگر حضرت یوسف کی خوشبو کے سونگھنے کا تعلق صرف ”قوت شامہ“ سے ہے تو یہ ایک معجزہ اور خارق عادت واقعہ ہے کہ حضرت یعقوب اتنے طویل فاصلے پر حضرت یوسف کی خوشبو کو محسوس کر لیتے ہیں۔

آپ بیٹی: جس وقت عراق نے ایران پر حملہ کیا تھا اور امام خمینی کے فرمان پر پوری قوم غربی و جنوبی محاذ پر موجود اور حاضر تھی میں بھی شہید آیت اللہ اشرفی کے ہمراہ جو ۹۰ نوے سال کے تھے، علیات ”مسلم بن عقیل“ میں موجود تھا۔ انہوں نے بارہا حملے کی رات مجھ سے کہا: میں بہشت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔

لیکن میں نے اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود کوئی خوشبو محسوس نہ کی۔ ہاں کیوں نہ ہو جس نے نوے سال علم و تقویٰ و زہد میں اپنی زندگی گزار لی ہو وہ اتنی قدرت رکھتا ہے کہ وہ ایسی چیزوں کا احساس کرے جس سے دوسرے عاجز ہوں۔ اسی طرح آپ کی وہ پیشین گوئی کہ میں چوتھا شہید محراب ہوں، دنیا کے سامنے آشکار ہو گئی، بہر حال ممکن ہے کہ بوئے بہشت سے مراد عرفانی خوشبو ہو جیسے مناجات کی شیرینی جو ایک معنوی مزہ ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ طبعی خوشبو ہو لیکن ہر مقام اس خوشبو کو محسوس نہیں کر پاتا۔ جیسے ہذا میں ریڈیو کی تمام موجیں میں لیکن تمام ریڈیو اسے نہیں کھینچ پاتے۔

<sup>۱</sup> تفسیر نمونہ۔

<sup>۲</sup> منافقین نے ایک دو سال کے اندر اندر آیت اللہ مدنی، صدوقی، دستغیب، کو نماز جمعہ یا نماز جمعہ کے راستے میں بم سے شہید کر دیا۔



(۹۶) فَلَمَّا أَن جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ”پھر یوسف کی خوشخبری دینے والا آیا اور یوسف کے کرتے کو یعقوب کے چہرہ پر ڈال دیا تو یعقوب فوراً بینا ہو گئے (تب یعقوب نے) کہا کیوں میں تم سے نہ کہتا تھا جو باتیں خدا کی طرف سے میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔“

محکمات: وَاگر آنکھ کے سفید ہونے ”وابيضت عيناه“ سے مراد بینائی میں کمی واقع ہونا ہے تو ”بصیراً“ سے مراد آنکھوں کا پر نور ہونا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خوشی اور غم انسان کی قوت باصرہ پر اثر انداز ہوتے ہیں لیکن اگر مراد مطلق نابینائی ہے یعنی جناب یعقوب فراق یوسف میں دیکھنے کی صلاحیت کھو بیٹھے تھے جیسا کہ ظاہر آیت ”فارتد بصیراً“ سے یہی سمجھ میں آتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک معجزہ اور توسل تھا جس کی طرف قرآن مجید اشارہ کر رہا ہے۔

و دنیا نشیب و فراز سے بھری ہوئی ہے حضرت یوسف کے بھائیوں نے ایک دن خبر پہنچائی تھی کہ یوسف کو بھیرٹا کھا گیا اور آج وہی بھائی حضرت یوسف کے حاکم ہونے کی خبر لا رہے ہیں۔

پیام: ۱۔ علم انبیاء کا سرچشمہ، علم الہی ہوتا ہے۔ اَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ۔

۲۔ الہی نمائندوں کو خدا کے وعدوں پر یقین و اطمینان ہوتا ہے۔ اَلَمْ أَقُلْ۔

۳۔ حضرت یعقوب اپنے فرزندوں کے برعکس حضرت یوسف کی زندگی اور فراق کے وصال میں تبدیل ہونے پر مطمئن تھے۔ اَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ۔

۴۔ ارادہ الہی طبعی قوانین پر حاکم ہوتا ہے۔ فَارْتَدَّ بَصِيرًا۔

۵۔ اولیائے الہی کا لباس اور ان سے ارتباط بااثر ہو سکتا ہے۔ فَارْتَدَّ بَصِيرًا۔

(۹۷) قالوا یا اَبانا اِسْتَعْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا اِنَّا كُنَّا خٰطِیِّیْنَ ” ان لوگوں نے عرض کی: اے بابا ہمارے گناہوں کی مغفرت کی (خدا کی بارگاہ میں) ہمارے واسطے دعا مانگئے ہم بے شک از سر تا پا گنہگار ہیں۔“

نکات: وُ فرزند ان حضرت یعقوب موحّد تھے اور اپنے باپ کے والا مقام سے آگاہ تھے (یا اَبانا اِسْتَعْفِرْ لَنَا) بنا بریں اپنے باپ کو جو ”گمراہی اور ضلالت“ کی نسبت دمی تھی اس کا مقصد عقیدہ میں گمراہی نہ تھا بلکہ ان کے زعم ناقص میں حضرت یعقوب، حضرت یوسف کی محبت میں غلط تشخیص کی بنا پر گمراہ تھے۔

وُ ظالم کے تین طرح کے دن ہوتے ہیں: ۱۔ قدرت کے روز۔

۲۔ مہلت کے روز۔

۳۔ ندامت کے روز۔

اسی طرح مظلوم کے بھی تین طرح کے دن ہوتے ہیں: ۱۔ ”روز حسرت“ جس دن اس پر ظلم ہوتا ہے۔

۲۔ ”روز حیرت“ جس میں وہ کسی تدبیر کی فکر میں ہوتا ہے۔

۳۔ ”روز نصرت و مدد“ چاہے وہ دنیا میں ہو یا آخرت میں۔

پیام: ۱۔ ظلم، مایہ ذلت و خواری ہے، جس دن بھائیوں نے حضرت یوسف کو کنویں میں ڈالا تھا وہ روز ان کی خوشی اور حضرت یوسف کی ذلت کا دن تھا۔ لیکن آج معاملہ برعکس ہے۔

۲۔ گناہوں کی بخشش کے لئے اولیائے الہی سے توسل جائز ہے۔ یا اَبانا اِسْتَعْفِرْ لَنَا۔

(۹۸) قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ۔ ”یعقوب نے کہا میں بہت جلد اپنے پروردگار سے تمہاری مغفرت کی دعا

کروں گا بے شک وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔“

نکات: و جو کل اپنی غلطیوں کی بنیاد پر اپنے باپ کو (ان ابانا لفی ضلال مبین) کہہ رہے تھے، آج وہی اپنی غلطیوں کی طرف متوجہ ہو کر (إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ) کہہ رہے ہیں۔

پیام: ۱۔ باپ کو کیونہ توڑ نہیں ہونا چاہیئے اور بچوں کی لہزشوں کو دل میں نہیں رکھنا چاہیئے۔ [سْتَغْفِرُ لَكُمْ]

۲۔ دعا کے لئے خاص اوقات اولویت رکھتے ہیں۔ [سَوْفَ]

۳۔ لطف الہی، عظیم سے عظیم گناہ اور بڑے بڑے گناہگاروں کے بھی شامل حال ہوتا ہے۔ [هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ] حالانکہ سالہا سال دو الہی نمائندے اذیت و آزار میں مبتلا رہے لیکن پھر بھی بخشش کی امید ہے۔

۴۔ باپ کی دعا فرزندوں کے حق میں اتہامی موثر ہوتی ہے۔ [سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ]

۵۔ اگر غلطی کرنے والا غلطی کا اعتراف کر لے تو اس کی ملامت نہیں کرنا چاہیئے جیسے ہی بیٹوں نے کہا [إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ] ہم خطا کار تھے۔ ویسے ہی باپ نے کہا [سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ]۔

(۹۹) فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ آوَى إِلَيْهِ أَبْوِيهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ إِن شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ۔ ”(غرض) جب یہ لوگ (حضرت یوسف کے

والد، والدہ، اور بھائی) یوسف کے پاس پہنچے تو یوسف نے اپنے والدین کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا: مصر میں داخل ہو جاؤ اللہ نے

چاہا تو امن سے رہیں گے۔“

<sup>۱</sup> تفسیر مجمع البیان میں اور اطیب البیان میں موجود ہے کہ حضرت یعقوب شب جمعہ یا سحر کے منتظر تھے تاکہ بچوں کے لئے دعائیں کریں۔

<sup>۲</sup> اس سلسلے میں بہت ساری روایات موجود ہیں۔

نجات: وداستان کے اس حصے کو میں کیسے لکھوں میں نہیں جانتا حضرت یوسف اپنے والدین کے استقبال کے لئے بیرون شہر خیمہ ڈال کر انتظار کی گھڑیاں گزار رہے ہیں تاکہ بڑے ہی عزت و احترام سے انہیں شہر مصر میں لے جائیں (دُخُلُوا عَلٰی یُوسُفَ... اَدْخُلُوا مِصْرَ...) اسی طرح فطری بات ہے کہ ادھر جب حضرت یوسف کے والدین اور بھائی سفر کی تیاری کر رہے ہوں گے تو پورے کنعان میں ہنگامہ ہوگا۔ لوگ بغور ملاحظہ کر رہے تھے کہ کس طرح سالہا سال کے بعد بیٹے کی سلامتی کی خبر سن کر خوشی سے جھومتے ہوئے حضرت یعقوب روشن و منور آنکھوں کے ہمراہ مشاقانہ دیدار فرزند کے لئے آمادہ سفر میں۔

اہل کنعان بھی باپ اور بیٹے کے اس ملن کی خبر سے بے حد خوشحال تھے بطور خاص اس بات پر خوش تھے کہ حضرت یوسف مصر کے خزانہ دار ہیں اور خشک سالی کے زمانے میں غلہ بھجھ کر ان کی مدد فرمائی ہے۔ نہیں معلوم کس شوق و ولولہ اور عشق و محبت کے ساتھ اس واقعہ کو حوالہ قرطاس کیا جائے اور کہاں پر اسے تمام کیا جائے! وکلمہ ”ابویہ“ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف کی مادر گرامی بھی زندہ تھیں۔ لیکن سوال جو ذہن میں اٹھتا ہے اور میں خود بھی اس کا جواب نہیں جانتا کہ آخر وجہ کیا تھی کہ پورے قصبے میں حضرت یوسف کی مادر گرامی کا گریہ، نالہ و شیون کہیں نہیں ملتا۔ پوری داستان اس سلسلے میں خاموش ہے!۔

حکم پدری پر حضرت یوسف نے داستان شروع کی جب اس موقع پر پہنچے کہ بھائیوں نے کنوئیں کے پاس لے جا کر زبردستی میرا کرتا اتروا لیا تو یہ سنتے ہی حضرت یعقوب بے ہوش ہو گئے۔ جیسے ہی ہوش میں آئے فرمایا: داستان سناتے رہو لیکن حضرت یوسف نے فرمایا: بابا آپ کو ابراہیم و اسماعیل و اسحق ۲۲۲ کے حق کا واسطہ مجھے اس داستان کے سننے سے معاف فرمائیں! حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسے قبول فرمایا<sup>۱</sup>۔

<sup>۱</sup> تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جناب یوسف کی ماں بچپن میں ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئی تھیں، حضرت یوسف کو ان کی خالہ نے پالا تھا، آیہ شریفہ میں ”ابویہ“ اس لئے کہا گیا ہے کہ آپ و روایات میں آیا ہے کہ حضرت یعقوب نے قسم دے کر حضرت یوسف سے اصرار کیا کہ انہیں اپنی پوری داستان سنائیں۔  
<sup>۲</sup> تفسیر نمونہ، تفسیر مجمع البیان۔

کی خالہ آپ کی تربیت کی ذمہ داری تھیں، جس طرح قرآن مجید نے آذر کو جناب ابراہیم کا باپ کہا ہے، جبکہ وہ آپ کا چچا تھا۔ علاوہ ازیں، ماں کا گریہ، آہ و نالہ، نوحہ و ماتم اور فریاد و زاری ایک عام بات ہے، کیونکہ ہر ماں اپنے بچے کے فراق پر آنسو بہاتی ہے، یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے لیکن اس کے مقابلہ میں مرد عقل کے ساتھ قدم آگے بڑھاتا ہے، باپ ہونے کے باوجود وہ صبر و ضبط سے کام لیتا ہے، اور اگر وہ باپ نبی ہو تو پھر اس کا آنسو بہانا بہت بعید ہے، کیونکہ یہ خلاف عقل ہے، گمشدہ چیز پر رونے سے کیا فائدہ، خصوصاً جب یقین ہو کہ فرزند زندہ ہے تو پھر آنسو بہانا دیوانہ پن ہے، زندہ شخص پر آنسو بہانے سے کیا فائدہ۔

انہی تمام پذیر غلط اور تصورات ناقص پر خط بطلان کھینچنے کے لئے خداوند عالم نے حضرت یعقوب کے آنسوؤں کا تذکرہ فرمایا کہ جو اپنے وقت کے نبی بھی تھے اور اس کی تائید بھی فرمائی کہ یہ آنسو مقدس ہے، اور اس کا ذکر کر کے دنیا کے سامنے ایک مثال قائم کرنا ہے کہ یوسف کے فراق میں حزن و ملال، نالہ و شیون مقدس ہے، قابل اعتراض نہیں۔ مترجم۔

پیام: ۱۔ بیرون شہر استقبال کرنا اچھی بات ہے۔ [اذْخُلُوا عَلٰی يٰسُفِ شَرِّكَ بَاہِرِ اسْتِقْبَالِہِ مَرَامِ ادا کئے گئے تھے اور وہیں پر نیمہ ڈال لیا تھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 اذْخُلُوا عَلٰی یٰسُفِ شَرِّکِ بَاہِرِ اسْتِقْبَالِہِ مَرَامِ ادا کئے گئے تھے اور وہیں پر نیمہ ڈال لیا تھا۔

۲۔ عمدہ اور مقام ہمیں والدین کے احترام سے غافل نہ کریں۔ [قال اذْخُلُوا مَضْر۔

۳۔ سربراہ مملکت بھی اگر اپنے ملک کے امن و امان کے سلسلے میں گفتگو کر رہا ہے تو اس کو بھی خداوند عالم کے لطف کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ [ان شاء اللہ۔

۴۔ رہائش و محل وقوع کے انتخاب میں سب سے پہلا قابل غور مرحلہ امنیت ہے۔ آمین۔

۵۔ اگر ہر دور میں یوسف زمان حاکم ہوں تو امنیت برقرار ہو جائے گی۔ آمین۔

<sup>۱</sup> ایک قوم نے پہاڑوں کو تراش کر اپنے گھر بنائے تھے تاکہ امن و سکون سے رہ سکیں لیکن خدائی قہر نے ان کے امن و امان کو درہم برہم کر دیا۔ (وکلنوا ینحتون من الجبال بیوتاً آمنین فاخذتم الصیحة مصبحین) حجر ۸۲۔ ۸۳۔



(۱۰۰) وَرَفَعُ أَبُويزَةَ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرَّوْا لَهُ سُجْدًا وَقَالَ يَا أَبَتِ هَذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلْنَا رَبِّي خَشَا وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السَّبْحِ وَجَاءَ بِكُمُ مِنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ أَنْ نَزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِمَا يَشَاءُ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ۔ ”اور (مصر پہنچ کر) یوسف نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور وہ سب کے سب (یوسف کی تعظیم کے واسطے) ان کے سامنے سجدہ میں گر پڑے اور (اس وقت) یوسف نے کہا: اے بابا یہ تعییر ہے میرے اس پہلے خواب کی میرے پروردگار نے اسے سچ کر دکھایا۔ بے شک اس نے میرے ساتھ احسان کیا ہے جب اس نے مجھے قید خانہ سے نکالا اور باوجودیکہ کہ مجھ میں اور میرے بھائیوں میں شیطان نے فساد ڈال دیا تھا، اس کے بعد بھی آپ لوگوں کو صحرا سے (کنعان سے مصر) لے آیا (اور مجھ سے ملا دیا) بے شک میرا پروردگار جو چاہتا ہے اسے تدبیر نخی سے انجام دیتا ہے، بے شک وہ بڑا واقف کار حکمت والا ہے۔“

نکات: ”عرش“ اس تخت کو کہتے ہیں جس پر بادشاہ بیٹھتا ہے ”خرّوا“ زمین پر گرنا ”بدو“ بادیہ اور صحرا، ”نزع“ کسی کے درمیان فساد کی غرض سے وارد ہونا۔ ”لطیف“ خداوند عالم کا ایک نام ہے، یعنی اس کی قدرت پیچیدہ اور مشکل امور میں بھی اپنا راستہ بنا لیتی ہے اس نام کا تناسب آیت میں یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی میں ایک ایسی مشکل گرہ تھی جسے صرف قدرت خدائی ہی کھول سکتی تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام مثل کعبہ ہو گئے تھے اور انکے ماں باپ اور بھائیوں نے انکے بلند رتبے اور کرامت کی وجہ سے انکی طرف رخ کر کے خداوند عالم کا سجدہ کیا (خرّوا له سجدا) اگر یہ سجدہ غیر خدا کیلئے اور شرک کا باعث ہوتا تو یوسف اور یعقوب ۲۲۸ جیسے دو پیغمبر الہی کبھی ایسے عظیم گناہ کے مرتکب نہ ہوتے۔

پیام: ۱۔ ہم جس مقام پر بھی ہیں اپنے والدین کو اپنے سے برتر سمجھیں رفیع ابو یزید جس نے زیادہ رنج و مصیبت کا سامنا کیا ہے اس کو زیادہ صاحب عزت ہونا چاہیے۔

۲۔ انبیاء بھی تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوئے ہیں۔ علی العرش۔

۳۔ حاکم برحق کا احترام اور اس کے سامنے تواضع ضروری ہے۔ تَزُوا لَهُ جُودًا۔

۴۔ سجدہ شکر بتاریخی سابقہ رکھتا ہے۔ تَزُوا لَهُ جُودًا۔

۵۔ خداوند عالم حکیم ہے کبھی کبھی سالہا سال کی طولانی مدت کے بعد دعا مستجاب فرماتا ہے یا خواب کی تعبیر دکھاتا ہے ہَذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِنْ قَبْلِ۔

۶۔ تمام پروگرام کو اس کے حقیقی انجام تک پہنچانا خداوند عالم کے ہاتھ میں ہے اَقْدَجَعَلْنَا رَبِّي تَشَاجِبِي ہاں حضرت یوسف اپنی مقاومت اور صبر کے سلسلے میں رطب اللسان نہ تھے بلکہ ہر چیز کو خداوند عالم کا لطف سمجھ رہے تھے۔

۷۔ اولیاء خدا کے خواب برحق ہوتے ہیں اَجَعَلْنَا رَبِّي تَشَاجِبِي۔

۸۔ تمام اسباب و علل اور وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے ہمیشہ حقیقی اصل اور سبب خداوند عالم کو سمجھنا چاہیئے حضرت یوسف کی زندگی میں مختلف اسباب و علل نے مل کر انہیں اس بزرگ مقام تک پہنچایا لیکن پھر فرماتے ہیں اَقْدَجَعَلْنَا رَبِّي تَشَاجِبِي۔

۹۔ ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت گزشتہ تلخیوں کا ذکر نہیں کرنا چاہیئے۔ اَحْسَنُ بِي اِذَا خَرَجْتِي مِنَ السِّجْنِ باب سے ملاقات کے وقت حضرت یوسف کا سب سے پہلا کام خدا کا شکر تھا گزشتہ واقعات کی تلخیوں کا ذکر نہیں فرمایا۔

۱۰۔ انسان کو جواں مرد ہونا چاہیئے اور مہمان کی دل آزاری نہیں کرنی چاہیئے (آیہ شریفہ میں حضرت یوسف زندان سے نکلنے کا واقعہ تو بیان فرماتے ہیں لیکن کنویں سے

۱ امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا: جناب یعقوب اور ان کے فرزندوں کا سجدہ، سجدہ شکر تھا۔ احسن القصص۔  
 باہر نکلنے کی داستان نہیں دہراتے کہ کہیں دوبارہ ایسا نہ ہو کہ بھائی شرمندہ ہو جائیں [ اِذَا خَرَجْتِي مِنَ السِّجْنِ ]  
 ۱۱۔ انسان کو جواں مرد ہونا چاہیئے اہل کینہ و انتقام نہیں حضرت یوسف فرماریے ہیں - [ اَنْزَعَ الشَّيْطَانُ ] یعنی شیطان نے وسوسہ کیا ورنہ میرے بھائی برے نہیں ہیں -

۱۲۔ اولیائے الہی زندان میں قید ہونے اور وہاں سے آزادی کو توجید و ربوبیت کا محور سمجھتے ہیں لبّ الہجن احب لگژتہ آمتوں میں ملتا ہے اور ابھی فرمایا: **أَحْسَنُ بِي إِذْ أُخْرِجَنِي مِنَ السِّجْنِ**۔

۱۳۔ مصیبتوں کے بعد خوشی ہے، مشکلوں کے بعد آسانی ہے۔ **أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ**۔

۱۴۔ بادیہ نشینی ضرورت ہے، فضیلت نہیں۔ **قَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ جَاءَ بِلِقَاءِ رَبِّكَ مِنَ الْبَدْوِ**۔

۱۵۔ بچوں کے ہمراہ والدین کا زندگی بسر کرنا ایک لطف الہی ہے۔ **قَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ جَاءَ بِلِقَاءِ رَبِّكَ**۔

۱۶۔ بھائیوں بلکہ گھر کے ہر ہر فرد کو یہ جان لینا چاہیے کہ شیطان ان کے درمیان اختلاف افتراق اور جھگڑا کرانے کے چکر میں لگا رہتا ہے۔ **أَنْزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي**]

۱۷۔ اپنے آپ کو برتر شمار نہ کیجئے [بھئی و بین اخوتی] حضرت یوسف نے یہ نہیں کہا کہ شیطان نے ان لوگوں کو فریب اور دھوکا دیا بلکہ فرمایا میرے اور ان کے درمیان یعنی اپنے آپ کو بھی ان کے ہمراہ مد مقابل قرار دیا۔

۱۸۔ خداوند عالم کے امور نرمی، مہربانی، اور لطف و کرم پر استوار ہوتے ہیں۔ **لَطِيفٌ**۔

۱۹۔ تمام تلخ و شیریں حادثات، علم و حکمت الہی کی بنیاد پر وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ **الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ**۔

۲۰۔ کسی کو معاف کرنے کے بعد اسے شرمندہ نہ کیجئے جب حضرت یوسف نے بھائیوں کو بخش دیا تو واقعہ بیان کرنے میں کنویں کا نام نہیں لیتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ بھائیوں کو شرمندگی ہو۔

(۱۰۱) رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمَلِكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيَّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحَمْتَنِي

بِالصَّالِحِينَ

” (اس کے بعد یوسف نے دعا کی) پروردگار تو نے مجھے اقتدار کا ایک حصہ بھی عطا فرمایا اور مجھے خواب کی تعبیر بھی سکھائی، اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے تو ہی میرا مالک و سرپرست ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی تو مجھے (دنیا سے) مسلمان اٹھالے اور مجھے نیکو کاروں میں شامل فرما۔“

نکات: و اولیائے خدا جب بھی اپنی عزت و قدرت کو ملاحظہ کرتے ہیں تو فوراً یاد خدا میں سر نیاز خم کر دیتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں: خدا یا جو کچھ بھی ہے تیرا ہی دیا ہوا ہے۔ حضرت یوسف نے بھی یہی کہا باپ سے گفتگو کرتے کرتے خدا کی طرف متوجہ ہو گئے۔ خداوند عالم نے مصر کی حکومت دو افراد کے ہاتھ میں دی ایک فرعون کہ جس نے اس حکومت کو اپنی طرف منسوب کر لیا۔ (ایس لی ملک مصر) دوسرے حضرت یوسف علیہ السلام جنہوں نے اس کی نسبت خداوند عالم کی طرف دی۔ (ایتینی من الملک) و ابراہیمی طرز تفکر، ان کی نسل میں بھی جلوہ گر ہے۔

کل حضرت ابراہیم نے فرمایا تھا۔ (اسلمت لرب العالمین<sup>۲</sup>) میں پروردگار عالم کے سامنے تسلیم ہوں۔ آپ کے بعد آپ کے پوتے حضرت یعقوب، اپنے فرزندوں سے وصیت فرماتے ہیں کہ باایمان اس دنیا سے رخصت ہوں (لاتموتن الا و اتم مسلمون<sup>۳</sup>) یہاں فرزند یعقوب حضرت یوسف ۲۲۸ بھی وقت وفات تسلیم و رضائے الہی کی درخواست کر رہے ہیں (توفی مسلماً)۔ بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نثار صالحین میں ہوتا ہے (ان فی الاخرة لمن الصالحین<sup>۴</sup>) اور حضرت یوسف چاہتے ہیں کہ انہی سے ملحق ہو جائیں (اتحنی بالصالحین) و خداوند عالم نے حضرت آدم کو اس کی تعلیم دی۔ (علم آدم الاسماء کلھا<sup>۵</sup>) حضرت داؤد کو زورہ سازی کی تعلیم دی (علناہ صنعہ لبوس<sup>۶</sup>) حضرت سلیمان کو منطق الطیر (پرنندوں کی بولی سمجھنا) کا علم دیا (علنا منطق الطیر<sup>۷</sup>) اسی

۱ سورہ زخرف آیت ۵۱  
 ۲ سورہ بقرہ آیت ۱۳۱  
 ۳ سورہ بقرہ آیت ۱۳۲  
 ۴ سورہ بقرہ آیت ۱۳۰  
 ۵ سورہ بقرہ آیت ۳۱  
 ۶ سورہ انبیاء آیت ۸۰  
 ۷ سورہ نمل آیت ۱۶

طرح حضرت یوسف کو تعمیر خواب کا علم عنایت فرمایا (علمتی من تاویل الاحادیث) لیکن ہمارے نبی کو علم اولین و آخرین عنایت فرمایا۔ علمک مالم تکن تعلم ایوسفی چہرہ (ایک کامیاب رہبر کی صفات و خصوصیات) حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان کے اختتام پر ان کا رخ زیبا دیکھتے چلیں۔

۱۔ تنخیوں میں خداوند عالم پر بھریور بھروسہ۔ (رب السجن احب...) اور خوشی و شاد کامی میں بھی اسی پر توجہ۔ (رب قد اتیننی من الملک)

(۲) ہر منحرف گروہ کی انحرافی راہ اور نقوش ترک کرنا۔ (انی ترکت ملتہ قوم لایؤمنون باللہ و ہم بالآخرۃ کافرون)

(۳) بزرگوں کی راہ مستقیم پر گامزن ہونا (واتبع ملتہ آبائی ابراہیم، واسخنی بالصالحین)

(۴) خدا کی راہ میں تادم مرگ پائیداری (توفنی مسلما)

(۵) رقیبوں کے مقابلے میں وقار (احب الی اینا منا)

(۶) حوادث اور تنخیوں میں صبر (یحعلوہ فی غیابت احب، ارادبا حلق سوء)

(۷) آرام و آسائش پر پاکدامنی اور تقویٰ کو ترجیح دینا۔ (معاذ اللہ، رب السجن احب الی عاید عوفنی)

(۸) غیروں سے باتوں کو چھپانا۔ (وشر وہ یثمن بنس)

(۹) وافر علم۔ (علمتی من تاویل الاحادیث، انی حفظ علیم...)

(۱۰) فصیح اور خوبصورت انداز بیان۔ (فلما کلمہ قال انک لدینا مکین)

(۱۱) خاندانی عظمت و بزرگی۔ (آبائی ابراہیم واسحق...)

(۱۲) دینی اور فکری مخالفین سے محبت سے پیش آنا۔ (یا صاحبی السجن)

(۱۳) اخلاص۔ (کان من المخلصین)

(۱۴) دوسروں کی ہدایت کے لئے سوز دل (ءارباب متفرقون)

(۱۵) منصوبہ بندی کرنے کی قدرت و تخلیقی صلاحیت (جعل القایۃ، اتونی باخ کلم، فذروه فی سبلہ...)

(۱۶) تواضع اور فروتنی۔ (رفع ابویہ علی العرش)

(۱۷) عفو و اغماض نظر (لا تثریب علیکم)

(۱۸) شجاعت و جواں مردی۔ (نزع الشیطان بینی و بین اخوتی)

(۱۹) امانتداری (اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم)

(۲۰) مہمان نوازی (انا خیر المرزلیین)

پیام: ۱۔ اعطائے حکومت؛ الہی ربوبیت کی شان ہے۔ رَبُّ قَدْ آتٰنٰنِیْ مِنَ الْمَلٰکِ۔

۲۔ حکومت کو اپنی فکر، مال، قدرت، یا رو مددگار اور منصوبہ بندی کا نتیجہ نہ سمجھئے بلکہ ارادہ خداوندی اصلی اور حقیقی عامل ہے۔ آتٰنٰنِیْ۔

۳۔ جو چیز خدا ہمیں دیتا ہے یا ہم سے لے لیتا ہے سب کے سب ہماری تربیت کے لئے ہیں رب با اتیننن، رب السجن احب۔

۴۔ حکومت تعلیم یافتہ افراد کا حق ہے جاہلوں کا نہیں۔ آتٰنٰنِیْ... عَلٰنٰنِیْ احضرت یوسف کا علم ان کی حاکمیت کا وسیلہ قرار پایا۔

۵۔ ہر حال میں خود کو خدا کے سپرد کر دینا چاہیئے۔ اَنْتَ وَاٰلِیٰنَا وَآلِآخِرَةِ ۔

۶۔ قدرت و حکومت و سیاست، دین الہی سے دور ہونے کی راہ کو ہموار کرتے ہیں مگر یہ کہ لطف خداوند شامل حال ہوا تو فنی مُسْلِماً (حضرت یوسف نے کنوئیں میں ایک دعا کی، قید خانہ میں ایک دوسری دعا کی لیکن جیسے ہی مسند حکومت پر پہنچے آپ کی دعا یہ تھی: ”خدا یا میں مسلمان اس دنیا سے رخصت ہوں“ )

۷۔ اللہ کے بندے عزت و طاقت کی معراج پر بھی موت، قیامت اور عاقبت کی یاد میں ہوتے ہیں تو فنی مسلماً و اتحنی بالصالحین۔  
۸۔ عظمت خدا فقط یہی نہیں کہ وہ ہماری نعمتوں میں اضافہ کر دے بلکہ وہ تمام ہستی کو معرض وجود میں منضہ شود پر ظہور پذیر کرنے والا ہے۔ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔

۹۔ افتخار یوسف یہ نہیں کہ وہ لوگوں پر حاکم میں بلکہ آپ کا افتخار یہ ہے کہ خدا آپ پر حاکم ہے۔ اَنْتَ وَاٰلِیٰنَا وَآلِآخِرَةِ ۔  
۱۰۔ کار خیر میں پائیداری اور اس کا نیک انجام اس کے شروع ہونے سے بہتر ہے۔ انبیاء حسن عاقبت کے لئے دعا فرماتے ہیں اَتُوْفَنِي مُسْلِماً یعنی مجھے اپنی تسلیم و رضا کی راہ میں تادم مرگ پائیداری عنایت فرما ۲۔

۱۱۔ دعا میں پہلے خداوند عالم کی نعمتوں کا ذکر کیجئے۔ رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي اِسْ كَ بَعْدِ اِهْنِي دَر خَوَاسْتِ پِش كِبِجْ (تُوْفَنِي مُسْلِماً ۳)

۱۲۔ جب قدرت مل جائے تو خدا سے مناجات فراموش نہ ہو۔ رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي۔

۱۳۔ دعا اور مناجات میں فقط دنیا اور مادیات کے چکر میں نہیں رہنا چاہیئے فی الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۔

<sup>۱</sup> اسی طرح فرعون کی بیوی آسیہ بھی اس کے محل میں قیامت کی فکر میں تھیں۔ فرمایا: (رب ابن لی عندک بیت فی الجنۃ) خدایا جنت میں تو اپنے پاس میرے لئے ایک گھر بنا دے۔

<sup>۲</sup> تفسیر المیزان۔  
<sup>۳</sup> حضرت یوسف جن کو خداوند عالم نے شروع سے محفوظ رکھا، انہیں علم عطا فرمایا حکومت عنایت فرمائی، خطرات سے بچایا، وہ اپنی عاقبت اور انجام کار سے مضطرب اور پریشان ہیں، ان لوگوں کا کیا برا حال ہوگا جنہوں نے کرسی، حکومت، علم سب کے سب مکاری اور فریب کاری سے حاصل کئے ہیں۔

”(اے رسول) یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جسے ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں ورنہ جس وقت یوسف کے بھائی مشورہ کر رہے تھے اور (ہلاک کرنے کی) تدبیریں کر رہے تھے آپ انکے پاس موجود نہ تھے۔“

۱۴۔ انسان کی قدرت ناپچیز ہے۔ اِن الْمَلٰٓئِكِ اِنْسَانٍ كَمَا عَلَّمَ كُمْ هُوَ اِن تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ... لیکن خداوند عالم کی حکومت تمام ہستی پر حکم فرما ہے فَاطْرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

۱۵۔ باایمان دنیا سے رخصت ہونا اور صحابین میں شمار ہونا ایک بہت بڑی فضیلت ہے۔ تُوْفِيْ مُسْلِمًا وَاَنْتَحِنِيْ بِالصَّابِحِيْنَ۔

(۱۰۲) ذٰلِكَ مِنْ اَنْبِءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْۤ اِلَيْكَ وَاَمْ كُنْتَ لَمْ تَجْمَعُوْا اِذَا جُمِعُوْا اَمْرٌ نُّهْمٌ وَّنُهْمٌ يَّكْرُوْنَ۔

پیام: ۱۔ انبیاء بذریعہ وحی غیب کی باتوں سے آشنا ہوتے ہیں۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْبِءِ الْغَيْبِ۔

۲۔ انبیاء غیب کی تمام خبروں سے واقف نہیں ہوتے۔ مِنْ اَنْبِءِ الْغَيْبِ۔

۳۔ جب تک مشیت خداوندی نہ ہو تو نہ کسی کا ارادہ اَمْرٌ نُّهْمٌ نہ کسی قوم کا اجاع اَجْمَعُوْا اور نہ ہی کسی کی پالیسی اور سازش اَيُّكْرُوْنَ کوئی بھی اثر انداز نہیں ہو سکتا۔

۴۔ جب پے درپے حوادث رونما ہو رہے ہوں تو اس میں اصلی نکتہ اور شروع ہونے کے محل کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے حضرت یوسف کی داستان کا مرکزی نقطہ حضرت یوسف کو نابود کرنا تھا۔ اَجْمَعُوْا اَمْرٌ نُّهْمٌ وَّنُهْمٌ يَّكْرُوْنَ۔

(۱۰۳) وَاَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ۔ ”اور آپ کتنے ہی خواہش مند ہوں مگر بہترے لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ نکات: ”و“ ”حرص“ یعنی کسی چیز سے بے حد لگاؤ اور اس کو پانے کے لئے حد سے زیادہ جدوجہد کرنا۔

پیام: ۱۔ بارہا قرآن مجید میں انسانوں کی کثیر تعداد اپنے دینی عقائد و نظریات کی وجہ سے مورد تنقید قرار پائی ہے۔ وَاَكْثَرُ النَّاسِ بِمُؤْمِنِيْنَ۔

۲۔ الٰہی نمائندے دوسروں کی ہدایت کیلئے سوز، درد، اور اشیاق رکھتے ہیں حَرَصْتَ۔



۳۔ اکثر و بیشتر لوگوں کا ایمان نہ لانا پیغمبروں کی کوتاہی کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ خود انسان کی آزادی اور اختیار کا نتیجہ ہے کہ وہ ایمان لانا نہیں چاہتے تھے لَمَّا أَكْثَرَ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ۔

(۱۰۴) وَمَا تَنْالُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ۔ ”حالانکہ آپ ان سے اس بات (تبلیغ رسالت) کا کوئی صلہ بھی نہیں مانگتے اور یہ قرآن تو تمام جہان کے واسطے نصیحت (ہی نصیحت) ہے۔“

نکات: دوسرے پیغمبروں ۲۲ کی طرح پیغمبر اسلام ﷺ نے بھی قوم کی ہدایت کے لئے کوئی اجرت نہیں مانگی کیونکہ اگر لوگوں سے اجر کی توقع رکھی جائے تو لوگ دعوت حق کو قبول کرنے سے اجتناب اور بوجھ محسوس کرتے ہیں۔ سورہ طور کی ۴۰ ویں آیت میں خداوند عالم فرماتا ہے: (م تَسْلُحُمُ اجْرًا فَمَنْ مِّنْهُمْ مِّثْلُ مَثَلٍ) مگر کیا ان سے آپ نے کسی اجر کی درخواست کی ہے کہ جس کی ادائیگی ان پر بھاری ہے۔ اب اگر ہم دوسری آیت میں ملاحظہ فرماتے ہیں کہ قربی کی مؤدت اجر رسالت قرار پارہی ہے (إِلَّا الْمَوْدُةَ فِي الْقُرْبَىٰ) تو اس کا ہدف یہ ہے کہ اہلیت کی پیروی میں خود امت کا فائدہ ہے، پیغمبر اسلام ﷺ کا نہیں۔ کیونکہ اسی قرآن میں ایک دوسری جگہ پر موجود ہے کہ (وَمَا سَلَكُم مِّنْ اجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ) ہم جو اجر تم سے مانگ رہے ہیں وہ تمہارے لئے ہی ہے۔ جی ہاں جو شخص اہل بیت سے محبت کرے گا اور ان کی اطاعت کرے گا درحقیقت اس نے خدا و پیغمبر (ص) کی اطاعت کی ہے۔

وَقُرْآنٍ ذَكَرْتَهُ لَأَنْتُمْ بِهِ تَعْلَمُونَ۔

تجذ کی آیات و نعمات و صفات کا یاد دلانے والا ہے۔

ہانسان کے ماضی و مستقبل کو یاد دلانے والا ہے۔ سماج کی عزت و ذلت کے اسباب کو یاد دلانے والا ہے۔ میدان قیامت کے احوال یاد دلانے والا ہے۔ جہان و ہستی کی عظمتوں کو یاد دلانے والا ہے۔ تاریخ ساز شخصیتوں کی تاریخ اور زندگی یاد دلانے والا

<sup>۱</sup> سورہ شوریٰ آیت ۲۳۔

<sup>۲</sup> سورہ سبأ آیت ۴۳۔

ہے۔ وقرآن مجید کے معارف و احکام وہ حقائق ہیں جن کا جاننا ضروری ہے اور انہیں ہمیشہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے کیونکہ ”ذکر“ اس علم و معرفت کو کہتے ہیں جو ذہن میں حاضر ہو اور اس سے کبھی غفلت نہ ہو۔

پیام: ۱۔ جس طرح انبیاء، قوم سے کوئی توقع نہیں رکھتے اس طرح مبلغ کو بھی قوم سے توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔ مَا تَعَالَمُ مِنْ اُجْرٍ۔

۲۔ اجر کی درخواست بری چیز ہے نہ اجر کا دریافت کرنا تسئل۔

۳۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی رسالت تمام کائنات کے لئے ہے لِنَعْلَمِیْن۔

۴۔ امت کا ایک گروہ حتیٰ اکثریت کہیں کسی وقت ایمان نہ لائے تو دینی مبلغ کو مایوس اور نکلین نہیں ہونا چاہیئے اگر زمین کے کسی حصے میں کسی گروہ نے ایمان قبول نہیں کیا تو دوسری جگہ جا کر تبلیغ کرنی چاہیئے لِنَعْلَمِیْن۔

(۱۰۵) وَكَأَيِّنْ مِنْ آيَاتِنَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يُرَوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ۔ ”اور آسمانوں اور زمین میں (خدا کی قدرت کی) کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے یہ لوگ (دن رات) گزرا کرتے ہیں اور اس سے منہ پھیرے رہتے ہیں۔“

نجات: ودر حقیقت یہ آیہ شریفہ رسول اکرم ﷺ کی تسلی خاطر کے لئے نازل ہوئی، بلکہ ہر برحق رہبر و پیشوا کے لئے تسلی ہے کہ اگر قوم ان کے فرامین کی نسبت بے توجہ ہے اور اسے قبول نہیں کر رہی ہے تو اس سے پریشان نہ ہوں، ایسے لوگ تو ہمیشہ طبیعت و خلقت خدائی میں قدرت و حکمت خداوندی کے شاہکار کا سامنا کرتے ہیں لیکن کبھی بھی اس سلسلے میں غور و فکر نہیں کرتے ہیں۔ یہ لوگ زلزلے، سورج گرہن چاند گرہن، بجلیوں کی کڑک ستاروں کی گردش، گھٹاؤں کا اپنے مدار پر حرکت کرنا ان سب نشانیوں کو دیکھتے ہیں پھر بھی ان سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ ویمرون علیھا کاتین طرح معنی کیا گیا ہے: (الف) آیات الہی کا سامنا کرنے سے

مقصود ان نشانیوں کا مشاہدہ کرنا ہے۔ (ب) انسانوں کا ”الہی نشانیوں سے گزرنے“ سے مراد زمین کی حرکت ہے کیونکہ زمین کی حرکت سے انسان اجرام فلکی پر مرور کرتا ہے۔<sup>۱</sup>

۳۔ ”الہی نشانیوں سے گزرنا“ ایک پیٹنگوئی ہے کہ انسان فضائی وسائل پر سوار ہوگا اور آسمانوں میں حرکت کرے گا۔<sup>۲</sup> وکسی چیز سے منہ موڑنا، غفلت سے زیادہ خطرناک ہے چونکہ ان نشانیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے (کائنات) اور انسان ان سے دائمًا رابطے میں بھی ہے ”یُزَوْنَ“ لیکن اسکے باوجود نہ صرف اسے فراموش کرتا، اور ان سے غافل رہتا ہے بلکہ بعض اوقات متوجہ ہونے کے باوجود ان سے منہ موڑ لیتا ہے۔

پیام: ۱۔ انسان اگر ہٹ دھرمی سے کام لے تو کسی نشانی کو بھی قبول نہیں کر سکتا لَوْ كَأَيِّن مِّن آيَاتٍ يُّزَوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ۔

۲۔ تمام کائنات خدا کی پہچان کے اسرار و رموز اور نشانیوں سے بھری ہوئی ہے۔ آیت۔

(۱۰۶) وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ۔ اور ان میں کی اکثریت خدا پر ایمان بھی لاتی ہے تو شرک کے ساتھ۔“

حکایت: و امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: شرک اس آیت میں کفر و بت پرستی کے معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ غیر خدا کی طرف لو لگانا مقصود ہے امام صادق علیہ السلام نے فرمایا شرک انسان میں ”اندھیری رات میں سیاہ پتھر پر سیاہ چوٹی کی حرکت“ سے بھی خفیہ تر ہے امام باقر علیہ السلام نے بھی فرمایا لوگ عبادت میں موحد ہیں لیکن اطاعت میں غیر خدا کو شریک بنا لیتے ہیں ۵ دوسری روایات میں آیا ہے کہ اس آیت میں شرک سے مراد شرک نعمت ہے۔ مثلاً انسان کہے ”کہ فلاں انسان نے ہمارا کام

کر دیا“۔ ”اگر فلاں صاحب نہ ہوتے تو ہم نابود ہو گئے ہوتے“ اس جیسی دوسری مثالیں

<sup>۱</sup> تفسیر المیزان۔

<sup>۲</sup> سفر نامہ حج آیت اللہ صافی۔

<sup>۳</sup> تفسیر نمونہ۔

<sup>۴</sup> سفینہ البحار، ج ۱،

<sup>۵</sup> مخلص انسان کی علامتیں

- ۱۔ اتفاق میں کسی سے اجر کی توقع اور تشکر کا اٹھنا نہیں رکھتا۔ لانزید منکم جزاء ولا شکورا۔
- ۲۔ عبادت میں خدا کے علاوہ کسی دوسرے کی بندگی نہیں کرتا۔ ولا یشترک بعبادۃ ربہ احداً۔
- ۳۔ تبلیغ میں خدا کے علاوہ کسی دوسرے سے اجر نہیں چاہتا۔ ان اجر می الا علی اللہ۔
- ۴۔ شادی بیاہ میں فقر و تنگدستی سے نہیں ڈرتا بلکہ خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے شادی کر لیتا ہے۔ ان یکنونوا فقراء ینفخم اللہ من فضلہ۔
- ۵۔ لوگوں سے سلوک کرنے میں خدا کی رضا کے علاوہ دوسری تمام چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ قل اللہ ثم ذرہم۔
- ۶۔ جنگ اور دشمن سے مقابلہ کرنے میں خدا کے علاوہ کسی دوسرے سے خوفزدہ نہیں ہوتا۔ الا ینحون احد الا اللہ۔
- ۷۔ مروت و محبت میں خدا سے زیادہ کسی سے محبت نہیں کرتا۔ والذین آمنوا شدوا باللہ۔
- ۸۔ تجارت اور کسب معاش میں خداوند عالم کی یاد سے غافل نہیں ہوتا۔ لا تمصم تجارت ولا بیع عن ذکر اللہ۔

## مومن مشرک کی علامتیں

- ۱۔ دوسروں سے عزت کا آرزو مند ہوتا ہے ایبتخون عندہم العزۃ۔
- ۲۔ عمل میں اچھے اور برے عمل کو مخلوط کر دیتا ہے۔ خلطوا عملا صالحا و آخر سیتا۔

<sup>۱</sup> مخلص انسان کی علامتیں

<sup>۲</sup> سورہ کہف آیت ۱۱۰۔

<sup>۳</sup> سورہ یونس آیت ۷۲۔

<sup>۴</sup> سورہ نور آیت ۳۲۔

<sup>۵</sup> سورہ انعام آیت ۹۱۔

<sup>۶</sup> سورہ احزاب آیت ۳۹۔

<sup>۷</sup> سورہ بقرہ آیت ۱۶۵۔ عباس ساجری بو کہ اکبر سامہہ جیبں تجہ کو سبھی عزیز تھے لیکن خدا کے بعد

<sup>۸</sup> سورہ نور آیت ۳۷۔

<sup>۹</sup> سورہ نساء آیت ۱۳۹۔

<sup>۱۰</sup> سورہ توبہ آیت ۱۰۲۔

۳۔ لوگوں سے ارتباط میں حزبی اور گروہی تعصبات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ کل حزب بما لدیم فرعون!۔

۴۔ عبادت میں بے توجہ اور ریاکار ہو جاتا ہے۔ الذین ہم عن صلاتهم ساهون والذین ہم یراؤن!۔

۵۔ جنگ و جدال میں انسانوں سے ڈرتا ہے۔ یحشون الناس کحیۃ اللہ!۔

۶۔ تجارت اور دنیاوی امور میں زیادتی اور اضافہ کی طلب سے سرگرم کئے رکھتی ہے۔ یا حکم التکاثر!۔

۷۔ دنیا اور دین کے انتخاب میں دنیا کو منتخب کر لیتے ہیں اور پیغمبر ﷺ کو تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔ لو اذا رأوا تجارة او لھوا انفضوا الیھا وترکوا کقائم!۔

پیام: ۱۔ ایمان کے مختلف مراتب ہیں۔ خالص ایمان جس میں کوئی شرک نہ ہو بہت کم ہے۔ وما یؤمن... الا و ہم مشرکون۔

(۱۰۷) اَفَاٰمَنُوْا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ النَّارُ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ”کیا وہ لوگ (جو ایمان نہیں لائے) اس بات سے مامون ہیں کہ خدا کی طرف سے گھیرنے والا عذاب جو ان پر چھا جائے یا ان پر اچانک قیامت کی گھڑی آجائے اور ان کو کچھ خبر بھی نہ ہو“۔

نکات: ۱۔ ”غاشیہ“ اس عذاب و عقاب کو کہتے ہیں جو کسی فرد یا معاشرے کو اپنے گھیرے میں لے لے۔

پیام: ۱۔ کوئی بھی خود کو ضمانت یافتہ نہ سمجھے افا منوا۔

۲۔ خدائی قمرنگاہاں دامن گیر ہوتا ہے۔ بغتہ۔

۱۔ سورہ مومنون آیت ۵۳۔

۲۔ سورہ ماعون آیت ۵۔۶۔

۳۔ سورہ نساء آیت ۷۷۔

۴۔ سورہ تکاثر آیت ۱۔

۵۔ سورہ جمعہ آیت ۱۱۔

۳۔ خدائی قہر، ہمہ گیر ہوتا ہے جس سے فرار کی کوئی راہ نہیں ہے۔ غاشیہ۔

۴۔ قہر الہی کا احتمال ہی انسان کے لئے حق کی طرف قدم بڑھانے کے لئے کافی ہے۔ مشکل یہ ہے کہ بعض افراد قہر الہی کا احتمال بھی نہیں دیتے۔ افا منوا۔

۵۔ عذاب کا ایک چھوٹا سا نمونہ انسان کو گرفتار کرنے کے لئے کافی ہے۔ غاشیہ میں عذاب۔

۶۔ قیامت کی یاد، تربیت کے لئے بہترین عامل ہے۔ تائیمم الساعۃ۔

(۱۰۸) قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (اے رسول) ان کے کہہ دو: یہی میرا راستہ ہے میں اور میرے پیروکار پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور خدا (ہر عیب و نقص سے) پاک و پاکیزہ ہے اور میں مشرکین سے نہیں ہوں۔“

حکایت: توحید کی طرف دعوت دینے والا شخص عوام سے جدا ہوتا ہے کیونکہ گزشتہ دو آیتوں سے ثابت ہے کہ عوام الناس کا ایمان غالباً شرک سے آلودہ ہوتا ہے (وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ) لیکن دینی مبلغ کو ایسا ہونا چاہیے کہ علی الاعلان کہہ سکے: (وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ)۔

پیام: ۱۔ انبیاء کی راہ تمام افراد کے سامنے واضح اور روشن ہے ہذہ سبیلی۔

۲۔ رہبر کو بصیرتِ کامل کا حامل ہونا چاہیے علی بصیرۃ۔

۳۔ رہبر کی دعوت خدا کی طرف سے ہونے کی اپنی طرف سے اَدْعُو إِلَى اللَّهِ

۴۔ دینی مبلغ کو خالص و مخلص ہونا چاہیے وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ

۵۔ تبلیغ کا مرکز و محور ”خداوند عالم کو ہر شرک و شریک سے منزہ کرنا“ ہونا چاہیے نجان اللہ۔

۶۔ پیغمبر اسلام ﷺ کے ہر پیروکار کو ایسا مبلغ ہونا چاہیے کہ وہ بصیرت و آگاہی کے ساتھ لوگوں کو خدا کی طرف بلا سکے اذ غوالی اللہ... انا و من اتبعنی۔

۷۔ توحید کا اقرار اور شرک کی نفی دین اسلام کی بنیاد ہے۔ اذ غوالی اللہ... انا من المشرکین۔

(۱۰۹) وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِيَ إِلَيْهِمْ مِنْ أَمْرِ الْقُرْآنِ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا أَفَلَا تَعْتَلُونَ؟ اور (اے رسول) آپ سے پہلے بھی ہم ان بستیوں میں صرف مردوں کو ہی بھیجتے رہے ہیں جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے تو کیا یہ لوگ روئے زمین پر چل پھر کر نہیں دیکھتے کہ ان سے پہلے والوں کا انجام کیا ہوا؟ اور جن لوگوں نے پرہیزگاری اختیار کی ان کے لئے آخرت کا گھر (دنیا سے) یقیناً بدرجہا بہتر ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟“ نکات: و مخالفین انبیاء ۲۲۲ نے یہی بہانہ تراشی کی کہ پیغمبر ان ہم ہی جیسے انسان کیوں میں؟ گویا پیغمبر اسلام ﷺ کے زمانے میں بھی یہی فکر فرماتا تھی اور لوگ یہی سوال کر رہے تھے، یہ آیت شریفہ اسی کا جواب ہے اور لوگوں کو خبردار کر رہی ہے۔

پیام: ۱۔ تمام انبیاء مرد تھے۔ جہاں کیونکہ تبلیغ اور ہجرت و جہاد کا امکان مرد کے لئے زیادہ ہے۔

۲۔ انبیاء کے علوم، وحی کے ذریعے یا بعبارت دیگر ”لدنی“ تھے نوحی ایہم۔

۳۔ انبیاء انسانوں ہی کی صنف سے تھے اور انسانوں کے درمیان ہی زندگی بسر کرتے تھے (نہ تو فرشتہ تھے نہ ہی گوشہ نشین تھے اور نہ ہی آرام و آسائش کے خوگر تھے) من اهل القری۔

۴۔ سیر و سفر باہدف ہونا چاہئے۔ اَفَلَمْ يَسِيرُوا... فَيَنْظُرُوا۔

۵۔ زمین میں سیر و سیاحت کرنا، تاریخی معلومات اور اس سے عبرت حاصل کرنا ہدایت و تربیت کے لئے بے حد مؤثر ہے  
فیظنروا۔

۶۔ عبرت اور آنے والی نسلوں کے لئے آثارِ قدیمہ کا محفوظ رکھنا بے حد ضروری ہے۔ فیظنروا۔

۷۔ انبیاء کا بھینچنا، وحی کا نزول اور ہٹ دھرم مخالفین کی ہلاکت سب کے سب تاریخ میں سنت الہی کے عنوان سے محفوظ  
میں یف کان عاقبة الدین من قبلہم

۸۔ پیغمبروں کی مخالفت کر کے کفار کچھ بھی حاصل نہیں کر پاتے بلکہ دنیا ہی میں قمر و عذاب میں گرفتار ہو جاتے ہیں جبکہ اہل تقویٰ  
آخرت تک پہنچتے ہیں جو دنیا سے بہتر ہے۔ ولذا از الآخرة خیر۔

۹۔ عقل و خرد انسان کو انبیائی مکتب کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ أفلا تعقلون۔

(۱۱۰) حتیٰ إذا استیءس الرّسل و ظنّوا أنّهم قد کذبوا جاء ہم نصرنا فجئی من نفاء و لا یردّ باننا عن القوم الجرمین۔ ”(پیغمبران ماسلف  
نے تبلیغ رسالت کی) یہاں تک کہ جب (قوم کے ایمان لانے سے) انبیاء مایوس ہو گئے اور لوگ بھی یہ خیال کرنے لگے کہ ان سے  
(عذاب کا وعدہ بطور) جھوٹ کہا گیا تھا تو انبیاء کے لئے ہماری نصرت پہنچ گئی اس کے بعد جسے ہم نے چاہا اسے نجات مل گئی اور  
مجرموں سے تو ہمارا عذاب ٹالا ہی نہیں جاسکتا۔“

نکات: وہ ہمیشہ سے تاریخ گواہ ہے کہ انبیاء اپنی دعوت میں پائیدار اور مضمر رہے اور آخری وقت تک خداوند عالم کی طرف بلایا کرتے  
تھے۔ مگر یہ کہ کسی کی ہدایت سے مایوس ہو جائیں۔! اسی طرح ہٹ دھرم مخالفین بھی مقابلہ سے دست بردار نہیں ہوتے تھے۔  
اس کے نمونے قرآن مجید میں موجود ہیں: انبیاء کی ناامیدی کا نمونہ سالما سال حضرت نوح علیہ السلام قوم کو خدا کی طرف دعوت



دیتے رہے لیکن چند افراد کے علاوہ کوئی بھی دولت ایمان سے بہرہ مند نہ ہوا، خداوند عالم نے حضرت نوح کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: (لن یؤمن من قومک الا من قد امن<sup>۱</sup>) جو ایمان لاپچکے میں ان کے علاوہ کوئی بھی آپ کی قوم میں سے ایمان نہیں لائے گا۔

حضرت نوح اپنی قوم کیلئے بددعا کرتے ہوئے جو ان کی مایوسی کی علامت ہے فرماتے ہیں: لیلیدوا الافراراً وکفاراً ان سے کافرو فاجر کے علاوہ کوئی دوسرا پیدا نہ ہوگا اسی طرح حضرت ہود، صالح، شعیب، موسیٰ، عیسیٰ ۲۲۲ بھی اپنی زندگی میں امت کے ایمان لانے سے مایوس دکھائی دیتے ہیں۔

### قوم کی انبیاء سے بدگمانی کا نمونہ

انبیاء ۲۲۲ کی تہدید کو کفار کھوکھے دعوے اور جھوٹ سمجھتے تھے۔ سورہ ہود کی ۲۷ آیت میں کفار کا قول نقل کیا گیا ہے کہ ہاں نفلکم کا ذمہ یعنی ہمارا گمان تو یہی ہے کہ تم لوگ جھوٹے ہو یا فرعون نے حضرت موسیٰ سے کہا لانی لائنک یا موسیٰ مسحور<sup>۲</sup> در حقیقت میرا گمان ہے کہ اے موسیٰ تم سحر زدہ ہو گئے ہو۔

### خدا کی مدد

ایسی حالت میں خداوند عالم نے نصرت و مدد کو اپنا حق بتایا ہے اور اپنے اوپر لازم کیا ہے کہ مومنین کی نصرت فرمائے، یوکان حقا علینا نصر المومنین<sup>۳</sup> یا دوسری جگہ فرمایا: انجینا ہودا والذین آمنوا معہ<sup>۴</sup> ہم نے ہود اور ان مومنین کو نجات دی جو ان کے ساتھ تھے۔

<sup>۱</sup> سورہ ہود آیت ۳۶۔

<sup>۲</sup> سورہ نوح آیت ۲۷۔

<sup>۳</sup> سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۰۱۔

<sup>۴</sup> سورہ روم آیت ۴۷۔

<sup>۵</sup> سورہ ہود آیت ۵۸۔



۱۰۔ قمر یا نجات کا انجام خود انسان ہی کے ہاتھ میں ہے من نشاء، مجرمین۔

۱۱۔ خداوند عالم کا ارادہ، قانون منہ ہے من نشاء ولا یزڈ باننا عن القوم لئجر میں۔

۱۲۔ خدا کی راہ کہیں پر ختم نہیں ہوتی۔ اِذَا اسْتَيْسَسَ الرُّسُلُ... جَاءَ نَحْمُ نَضْرَانَا (یعنی جہاں پر لوگ راستہ کو بند پاتے ہیں اور اندھیرے کا احساس کرتے ہیں وہیں پر خدائی قدرت جلوہ نما ہوتی ہے)

۱۳۔ قمر خدا کو کوئی طاقت ٹال نہیں سکتی۔ لا یزڈ باننا۔

۱۴۔ انبیاء کی حمایت، مجرمین کی ہلاکت، سنت خداوندی ہے جَاءَ نَحْمُ نَضْرَانَا، لا یزڈ باننا۔

(۱۱۱) لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ

”اس میں شک نہیں کہ ان انبیاء کے قصوں میں عقل مندوں کے واسطے (اچھی خاصی) عبرت و نصیحت ہے یہ (قرآن) کوئی ایسی بات نہیں جو (خواجواہ) گڑھ لی گئی ہو بلکہ (جو آسانی کتابیں) اسکے پہلے سے موجود ہیں یہ قرآن ان کی تصدیق کرتا ہے اور ہر

چیز کی تفصیل اور ایمان داروں کے واسطے (از سر تا پا) ہدایت و رحمت ہے۔“

نکات: ”و“ ”عبرت“، و ”تعمیر“، یعنی عبور کرنا، ایک واقعہ سے دوسرے واقعہ کی طرف عبور کرنا، ”تعمیر خواب“، یعنی خواب سے حقیقت کی طرف عبور کرنا۔ ”عبرت“، یعنی دیکھنے والی اور سنی جانے والی چیزوں سے ایسی چیز کی طرف عبور کرنا جو دیکھی اور سنی نہ جاسکیں۔

و ”قصصہم“ سے مراد شاید تمام انبیاء کی داستان ہو، نیز یہ بھی ممکن ہے کہ حضرات یعقوب، یوسف اور ان کے بھائیوں اور عزیز

مصر کی داستان مد نظر ہو جس میں تنخ و شیریں حوادث رونما ہوئے جو اسی سورہ میں آئے ہیں۔

پیام: ۱۔ داستانوں کے امتیاز کی سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ وہ نصیحت آموز ہوں۔ سورہ کے شروع میں ارشاد فرمایا: یاٰخٰنِ نَقْصِ عَلَیْکَ اِحْسَنِ الْقِصَصِ اور آخر میں فرمایا اَللّٰهُ کَانَ فِیْ قِصَصِمْ عَجْزَةً۔

۲۔ قرآن مجید کی داستانیں چشم دید واقعات کو بیان کرتی ہیں اور عبرت آموز ہوتی ہیں (گڑھے ہوئے افسانے نہیں ہیں) لَمَّا کَانَ حَدِیثًا یُنْفَرُی۔

۳۔ سچی اور حقیقی باتیں زیادہ اثر انداز ہوتی ہیں۔ عَجْرَةٌ... مَا کَانَ حَدِیثًا یُنْفَرُی۔

۴۔ فقط عقلمند افراد ہی داستانوں سے پند و عبرت حاصل کرتے ہیں عَجْرَةٌ لِأَوَّلَى الْأَنْبَابِ۔

۵۔ قرآن مجید دوسری آسمانی کتابوں سے جدا نہیں ہے بلکہ ان کی تصدیق کرتا ہے (ان کے شانہ بشانہ ہے) تَصْدِیْقُ الذِّی۔

۶۔ قرآن مجید انسان کی تمام نیاز مندیوں اور احتیاجات کو بیان فرماتا ہے۔ تَفْصِیْلُ کُلِّ شَیْءٍ۔

۷۔ قرآن عظیم خالص ہدایت ہے اور کسی گمراہی سے آمیختہ نہیں ہے۔ ہُدًی۔

۸۔ فقط اہل ایمان ہی قرآنی ہدایت اور رحمت سے بہرہ مند ہوتے ہیں ہُدًی وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُونَ۔

۹۔ نکتہ سنجی اور درس حاصل کرنے کے لئے عقل درکار ہے عَجْرَةٌ لِأَوَّلَى الْأَنْبَابِ لیکن نور اور رحمت الہی کو درک کرنے کے لئے ایمان بھی لازمی ہے۔ لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُونَ۔

۱۰۔ قرآنی قصوں سے عبرت اور نصیحت آموزی کسی ایک زمانے سے مخصوص نہیں ہے۔ لِأَوَّلَى الْأَنْبَابِ۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّلْ فَرَجَهُم.

تمت بانخیر